
Rangeen
Saaye
Pakistanipoint
Waqar
Azeem
Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

ایم اے راحت

کی

عمران سیریز

رنگین سائے

مصنف

ایم اے راحت

قیمت

ملنے کا پتہ ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش رس

"رنگین سائے" پیش خدمت ہے یہ جناب ایم اے راحت صاحب کا ایک سنسنی خیز ایکشن اور تجسس سے بھرپور ناول ہے اسے پڑھتے ہوئے آپ نئے جہانوں کی سیر کریں گے کبھی آپ راحت صاحب کے خیال افروز قلم کے ساتھ پہاڑوں کی سیر کریں گے اور کبھی میدانوں کی کبھی ہولناک جنگ دیکھیں گے اور کبھی قہقہے لگائیں گے۔

اس ناول میں راحت صاحب نے وہی کچھ پیش کیا ہے جو آپ چاہتے ہیں۔ ناول پڑھیے اور رائے سے آگاہ فرمائیں۔

شکریہ

ادارہ

ایس قریشی کے اب یہ ناول مل سکتے ہیں

عمران سیریز

گولڈن گن	۹-۰۰
لوزاٹا	۹-۰۰
ٹی تھری بی	۹-۰۰
سنگ ہی کی واپسی	۹-۰۰
ایکسٹو کا ہنگامہ	۶-۰۰
موت کا سایہ	۶-۰۰
نیلا شعلہ	۶-۰۰
شعلے کا شکار	۶-۰۰
ہیرا آدمی	۶-۰۰
قاتل مصور	۶-۰۰
دولت کے پجاری	۶-۰۰
حادثوں کا شکار	۶-۰۰
سرخ دھبے	۶-۰۰
گمشدہ چہرہ	۶-۰۰
سنہری انگلیاں	۶-۰۰
خطرناک جواری	۹-۰۰
بھیانک سایہ	۶-۰۰
مرڈر محل	۶-۰۰
پہلا اشارہ	۶-۰۰
آواز کی چوری	۶-۰۰
اونچا شکاری	۶--
انجانا دشمن	۶-۰۰
بھیڑیئے	۶-۰۰
موت کی چوری	۶-۰۰

خطرناک آدمی	۶-۰۰
دھوئیں کے شکار	۶-۰۰
سیارے کی تباہی	۶-۰۰
سپاہی کا نغمہ	۶-۰۰
موت کا جزیرہ	۶--
پراسرار سیارہ	۶-۰۰
لاہوتی آواز	۶-۰۰
آسیبی چکر	۶-۰۰
بلیک ڈیتھ	۶-۰۰
ایجاد کی چوری	۶-۰۰
آگ بابا	۵-۵۰
پراسرار آگ	۵-۵۰
بدصورت فتنہ	۵-۵۰
بلیک سرکل	۵-۵۰
ریڈ کوڈ ڈیتھ	۹-۷۵
نیلا نشان	۹-۷۵
بلیک وومن	۲-۰۰
بلیک ناٹ	۴-۵۰
منڈ گرین	۷-۵۰
مرڈر بزنس	۷-۵۰
گرین اسپاٹ	۷-۵۰
ڈینجر زون	۷-۵۰
بلیک سیریز رکشل شانیہ)	
پنیڈو تاسیق / کارڈیل	۴-۵۰

ایجنٹ سیون	۲-۰۰
سیکرٹ سروس (کیپٹن پرمود)	
ڈیتھ آف ڈبول	۹-۰۰
خطرناک مہم	۹-۰۰
بلاسٹنگ سپاٹ	۹-۰۰
پیپو کی موت	۹-۰۰
مرڈر ایجنٹ	۶-۰۰
بلیک پاور	۶-۰۰
بلیک ہاؤس	۶-۰۰
درندے کی واپسی	۶-۰۰
سرد جنگ	۶-۰۰
برفانی جہنم	۶-۰۰
اصلی چہرہ	۶-۰۰
بے چین دشمن	۶-۰۰
سیاہ چھید	۶-۰۰
باؤنٹی ہنٹ	۱-۰۰
ہنگاموں کا موجد اول	۱۰/۵۰
" دوئم	۱۰/۵۰
نائٹ گرل اول	۱۰/۵۰
" دوئم	۱۰/۵۰
ہل آف ڈیتھ	۳-۰۰
موت کا تجربہ	۱۲-۰۰
خطرناک موڑ	۷-۵۰
آپریشن سیاہ	۷-۵۰

محدود تعداد میں موجود ہیں، آج ہی طلب کیجئے کراچی میں

کراچی بک ڈپو ۴۸ - اردو بازار کراچی سے طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

قوی ہیکل گھوڑے نے نتھنوں سے شوں شوں کی آواز نکالی اور پھر سوار کا اشارہ پاکر چٹان پر چڑھ گیا۔ کافی چوڑی چٹان تھی لیکن اوپر سے الٹے توے کی مانند! گھوڑے کے کھر پھسلنے لگے لیکن سوار اسے نیچے اتارنا نہیں چاہتا تھا اس لئے دفادار جانور نے مضبوطی سے اگلے پچھلے پاؤں چٹان پر جما دیئے اور رک گیا۔

توانا گھوڑے کی پشت پر بیٹھے ہوئے قوی ہیکل سوار نے گردن میں لٹکی ہوئی دوربین دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر آنکھوں سے لگائی اور اس کی موٹی گردن ادھر ادھر گھومنے لگی پھر اس نے دوربین کا ایک جگہ فوکس کیا اور غور سے دیکھنے لگا۔

ایک اور قوی ہیکل نوجوان ایک چٹان پر بیٹھا اپنی پنڈلیوں پر منڈھے ہوئے ہلکے چمڑے کے پاجامے کے بند کس رہا تھا۔

وہ شاید کسی قبائلی علاقے سے تعلق رکھتا تھا۔ تنگ منڈھے ہوئے چست پاجامے کے اوپر کا جسم ننگا تھا۔ البتہ سر پر بڑے بڑے بالوں والی ٹوپی ضرور رکھی تھی جس سے اس کی پیشانی اور آنکھوں کا کچھ حصہ ڈھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ چوڑی کلائیوں پر بھی موٹے سیاہ رنگ کے چمڑے چڑھے ہوئے تھے جن کے بند جھالر کی شکل میں نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ اس کی جسمانی بناوٹ سے احساس ہوتا تھا کہ وہ گینڈے کی طرح طاقتور ہوگا۔

چٹان پر کھڑا ہوا گھوڑے سوار اسے دیکھتا رہا۔

قبائلی نوجوان پاجامے کے بند درست کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس کا

قد بھی بہت عمدہ تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر ایک طرف دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجائی۔ دوسرے لمحہ سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا جو شاید اس سے زیادہ دور نہیں تھا دوڑتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کی پشت ننگی تھی نوجوان نے گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگا دی اور پھر گھوڑا آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔

چٹان پر کھڑے ہوئے سوار نے جلدی سے دوربین چھوڑ دی اور چمڑے کے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پاکٹ ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیکر اس نے منہ کے قریب کر لیا اور بولا۔

" ہیلو۔ ہیلو تم۔ ہیلو۔"

" یس۔" ٹرانسمیٹر سے ایک باریک آواز ابھری۔

" تمہارا خیال درست ہے وہ واپس جا رہا ہے۔"

" رخ کس طرف ہے؟"

" تمہاری ہی طرف ہے۔"

" پھر کیا خیال ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

" مجبوری ہے اگر ان کا انتظار کریں گے تو یہ نکل جائیگا۔ تم اپنا کام کرو میرا خیال ہے زیادہ حرج نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ اسی راستے سے گذریں گے۔"

" اوکے!" جواب ملا اور چمڑے کے کوٹ پہنے ہوئے قوی ہیکل آدمی نے ٹرانسمیٹر کو جھٹکا دیکر واپس کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے دوربین دوبارہ آنکھوں سے لگالی اس کی گردن قبائلی نوجوان کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھی۔

اب قبائلی نوجوان ایک ایسی جگہ پر آگیا تھا جو راستے کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ پگڈنڈی پر آکر اس نے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ مارا اور گھوڑا قلانچیں بھرنے لگا۔

چٹان پر کھڑا ہوا گھوڑے سوار بدستور اسے دیکھتا رہا۔ یہ چٹان خاصی بلندی پر تھی اور یہاں وہ راستہ دور تک نظر آتا تھا جس پر قبائلی نوجوان جا رہا تھا۔ ابھی اسکا گھوڑا زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اچانک فضا میں ایک دھماکہ ہوا اور پہاڑیاں گونج اٹھیں اس کے ساتھ ہی قبائلی نوجوان کا جسم گھوڑے سے اچھلا اور پتھریلی زمین پر گر پڑا گھوڑا ہنہنا کر الف ہو گیا تھا۔ گرے ہوئے نوجوان نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چوڑے سینے سے خون کی دھار فوارے کی طرح بلند ہو رہی تھی لیکن اس کے اٹھنے کا انداز حیرت انگیز تھا۔ اس نے پھرتی سے گھوڑے کی پشت پر دونوں ہاتھ رکھے اور اچھل کر اس پر سوار ہو گیا لیکن جیسے ہی وہ پشت پر پہنچا ایک اور دھماکہ ہوا اور وہ پھر نیچے گر پڑا اس کا جسم زمین پر لوٹ رہا تھا اس بار دائیں سمت کی پسلی کے نیچے سوراخ ہو گیا تھا۔

نوجوان چند ساعت لوٹتا رہا اور ایک بار پھر وہ پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اب اس کے ہاتھ اندھوں کے سے انداز میں گھوڑے کو ٹٹول رہے تھے۔ اس کے جسم میں تھرتھراہٹ تھی۔

اور پھر تیسرے دھماکے نے ایک بار پھر اسے ڈھیر کر دیا۔ اس تیسرے دھماکے پر اسکا گھوڑا بھی اچھل کر بھاگ نکلا تھا۔ نوجوان کا جسم چند لمحے پھڑکتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔

چٹان پر کھڑے ہوئے قوی ہیکل آدمی نے گہری سانس لی اور پھر اس نے دوربین چھوڑ دی۔ گھوڑا سوار کا اشارہ پا کر چٹان سے کود گیا اور اونچی نیچی چٹانیں پھلانگتا ہوا دوڑنے لگا۔

وہ ڈھلان سے نیچے اتر رہا تھا۔ پھر وہ بھی اسی راستے پر پہنچ گیا جس

پر قبائلی نوجوان جا رہا تھا۔ دوسری طرف سے بھی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دے رہی تھی

دوسرے لمحے ایک اور سوار نظر آیا جو پہلے سوار کی طرح چمڑے کا قیمتی کوٹ اور بھورے رنگ کی کارڈرائے پتلون پہنے ہوئے تھا اس کے پیروں میں نیپڈلیوں تک کے فل بوٹ تھے۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکے ہوئے چمڑے کے کیس میں رائفلوں کی عام ساخت سے چھوٹی انتہائی جدید قسم کی رائفل نظر آرہی تھی جس پر دوربین فٹ تھی۔

"او کے ملر۔" پہلے سوار نے آنے والے سے کہا۔ اور پھر جلدی سے کوٹ کی نچلی جیب سے ایک چھوٹا سا کیمرہ نکال کر زمین پر پڑے ہوئے مردہ قبائلی کی تصویریں لینے لگا۔ پھر اس نے کیمرہ واپس جیب میں رکھا اور دوسرے سوار سے بولا۔

"جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔ انہیں ہماری گھوڑوں کے ٹاپوں کے نشانات بھی نہ ملنے پائیں۔"

"او کے۔"

دوسرے نے کہا اور انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی۔

۲

خونخوار درندے کے حلق سے خوفناک غراہٹیں نکل رہی تھیں لیکن ڈھولوں کی کان پھاڑ دینے والی آوازوں میں اس کی غراہٹ کوئی نہیں سن رہا تھا جنگل کا شہنشاہ انسانوں کے چکر میں پھنس کر بے بس ہو گیا تھا۔ وہ اپنے غیض و غضب کا اظہار کر رہا تھا لیکن وحشی انسان اس کے غصے کا کوئی اثر نہیں لے رہے تھے

وہ اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ لیکن دیو قامت شیر کی انہیں ہلاک یا زخمی کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئی تھیں۔ وہ جدھر جاتا ڈھول کی بھیانک آواز اس کا استقبال کرتی۔

یہ خوفناک تماشہ ایک بڑے میدان میں ہو رہا تھا۔

تین طرف پہاڑوں سے ڈھکے ہوئے قدرتی میدان کے ایک طرف جنگلات کا سلسلہ تھا جو نہ جانے کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ گھنے درخت.... ایک دوسرے سے سر جوڑے کھڑے تھے۔ اس خوفناک شیر کو انہیں درختوں کے درمیان سے گھیر کر لایا گیا تھا۔

میدان میں چاروں طرف گھوڑے سوار پھیلے ہوئے تھے ان میں سے کچھ کے پاس ڈھول تھے اور وہ شیر سے اپنا بچاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ ڈھول بھی پیٹ رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ شیر میدان کے کسی کنارے پر نہ جانے پائے کیونکہ کنارے سے پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جن میں بے پناہ چھوٹے چھوٹے غار پھیلے ہوئے تھے اور ایک بار ان غاروں میں نکل جانے کے بعد شیر کو تلاش کر لینا ناممکن تھا۔

میدان کے درمیان میں صرف تین افراد تھے۔ ان میں دو نوجوان مرد اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکی کے جسم پر سیاہ رنگ کا چست لباس تھا اس کے حسین اخروٹی رنگت کے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ گھوڑے کی لگام دانتوں میں دبی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں ایک لمبی رسی تھی جسے وہ سیدھے ہاتھ سے پوری قوت سے گھما رہی تھی۔ رسی کے سرے پر ایک گول پھندا نظر آ رہا تھا۔

شیر کے سب سے قریب وہی لڑکی تھی۔ اس کا گھوڑا بجلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ شیر کئی بار پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوا تھا لیکن گھوڑا چھلاوے کی طرح اس کی زد سے نکل جاتا۔ اس وقت بھی وہ شیر سے صرف پندرہ فٹ

کے فاصلے پر بھی اسکا ہاتھ بدستور رسی گھما رہا تھا۔ آنکھوں میں وحشیانہ چمک رقص کر رہی تھی۔

دفعتاً شیر رک گیا۔

نہ جانے وہ تھک گیا تھا یا کسی نئی گھات کی فکر میں تھا۔ ویسے اس کے دونوں پنجے دبے ہوئے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک فیصلہ کن وار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

" ہوشیار۔ ملکہ درغانہ۔ وہ چھلانگ لگانے کی فکر میں ہے۔" لڑکی سے تھوڑے فاصلے پر موجود نوجوان چیخا۔

" فکر مت کرو ہیبت خاں۔ میں اس کی چالاکی . . . " لڑکی نے جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ شیر نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

گھوڑا بجلی کی طرح چمک کر اچھلا اور شیر کی خالی کی ہوئی جگہ پر گرا۔ دوسرے لمحے تانت کا لچکدار پھندا شیر کی گردن میں تھا۔

شیر کے وار سے بچتے ہی درغانہ نے پھندا پھینک دیا تھا اور شیر اس بار اس خوفناک پھندے سے نہ بچ سکا۔ پھندا اس کی گردن میں پھنس گیا تھا اس کے ساتھ ہی درغانہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور شیر اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ وہ زمین پر گرا اور گھوڑے کے ساتھ گھسٹنے لگا۔ درغانہ اسے پورے میدان میں گھسیٹتی پھر رہی تھی اور میدان کے چاروں طرف بکھرے ہوئے لوگ قہقہے لگا رہے تھے تالیاں بجا رہے تھے۔

بے بس شیر زبردست اچھل کود مچا رہا تھا لیکن پھندے کو گردن سے نکالنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ دوسرے اسے کسی جگہ ٹکنے کا موقع نہیں مل رہا تھا گھوڑا اسے پورے میدان میں گھسیٹتا پھر رہا تھا۔ پھر ایک اور گھوڑے سوا

نے موقع ملتے ہی ایک اور پھندا اس کی کمر میں ڈال دیا اس کے بعد دوسرے اور تیسرے نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور اب شیر ہاتھ پاؤں بھی نہیں مار سکتا تھا۔ پتھریلی زمین نے اس کے جسم کو جگہ جگہ سے زخمی کر دیا تھا۔

چند منٹ بعد گھوڑے رک گئے۔ شیر میں اب جدوجہد کی سکت نہیں تھی۔ وہ زمین پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ ایک بار پھر درغانہ زندہ باد کے نعرے گونج اٹھے اور میدان کے چاروں طرف بکھرے ہوئے لوگ شیر کے نزدیک آ گئے۔

"اسے سیفالو ہیت خاں۔"

درغانہ گھوڑے سے اترتے ہوئے بولی اور چمکتی پیشانی سے پسینہ پونچھتی ہوئی ایک طرف چل پڑی۔ وہ ایک متناسب الاعضا اور انتہائی حسین عورت تھی عمر زیادہ سے زیادہ چھبیس ستائیس سال ہوگی۔ شاندار صحت کی مالک تھی۔ گھنگھریالے بال اخروٹی رنگت کے تھے جو اس کے دودھ جیسے رنگ پر بیحد ہی خوبصورت لگتے تھے لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی وحشیانہ چمک تھی جو شاید اس علاقے کا ورثہ تھی۔

درغانہ میدان کے انتہائی سرے پر پہنچ گئی۔ جہاں بڑی بڑی چٹانوں کے درمیان ایک خیمہ ایستادہ تھا اور اس خیمے میں چند حسین لڑکیاں موجود تھیں اس سے قبل یہ لڑکیاں بھی چٹانوں پر چڑھی اس خوفناک کھیل کو دیکھ رہی تھیں لیکن جونہی درغانہ شیر کو گرفتار کر کے اس خیمے کی طرف بڑھی۔ لڑکیاں جلدی سے چٹانوں سے اتر کر خیمے میں آ گئیں۔ انہوں نے ہاتھوں میں نرم ریشمی تولیا پکڑی ہوئی تھیں ورغانہ کے خیمے میں داخل ہوتے ہی وہ اس کی پیشانی اور گردن وغیرہ سے پسینہ پونچھنے لگیں۔

"ملکہ درغانہ کو آٹھویں کامیابی مبارک ہو۔ ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ نداریہ۔ میرا لباس دو۔ یہ لباس میرے جسم کو کھائے جا رہا ہے۔ درغانہ نے پیشانی پر جھولنے والے بالوں کو اوپر سمیٹتے ہوئے کہا اور کنیزیں دوڑ گئیں خیمے کے دروازے پر پہرہ لگ گیا اور درغانہ لباس تبدیل کرنے لگی۔

چند لمحات کے بعد جب وہ خیمے سے برآمد ہوئی تو سج دھج ہی دوسری تھی۔ اب اس کے جسم پر ایک زرنگار لباس تھا جو شانوں سے لے کر گھٹنوں تک جھول رہا تھا بازو کھلے ہوئے تھے۔ سفید اور سڈول بازو گلابی لباس میں بے حد خوبصورت معلوم ہو رہے تھے۔

درغانہ خیمے کے باہر کھڑی ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بہت سے سوار خیمے کے نزدیک پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے خونخوار زخمی شیر لکڑی کے کٹہرے میں دھاڑ رہا تھا۔ چند سوار جن میں دو بوڑھے آدمی تھے۔ درغانہ کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ملکہ درغانہ مبارکباد قبول کریں۔ ایک بوڑھے نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ داراناں۔ میں ایک بار پھر خود کو شارغانہ کی حکمرانی کے قابل ثابت کر چکی ہوں۔" درغانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ملکہ درغانہ اپنی نانی مرحومہ شارغانہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آٹھویں حکمرانی کے دور میں داخل ہو چکی ہیں۔ خود ملکہ مرحومہ شارغانہ نے شیر ہلاک کئے تھے نویں سال وہ ایک خونخوار شیر کا شکار ہو گئیں۔ اس کے بعد کوئی ملکہ چار یا پانچ سال سے زیادہ حکمراں نہیں رہ سکیں۔ ہم اس زبردست کامیابی اور پرانی روایت کا شایانِ شان جشن منائیں گے۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔ ویسے ممکن ہے آئندہ سال میں شارغانہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرسکوں یا پھر اہل شارغانہ نئی ملکہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔"

"غلاموں کی دعا ہے کہ ملکہ سو شیر ہلاک کریں۔ اب کیا حکم ہے۔ واپسی کا تصد

کیا جائے یا ملکہ آرام کریں گی۔؟"

"ان چٹانوں میں آرام کہاں داداخان۔ واپسی کا بندوبست کرو۔ شام ہونے سے قبل ہمیں شارغانہ میں داخل ہو جانا چاہیئے۔"

"جو حکم۔"

بوڑھا چونکا اور پھر واپس چلا گیا۔ شبیر کے کٹہرے کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا زخمی شیر دھاڑ رہا تھا اور جو چار آدمی اس کے چاروں طرف پہرے کے لیئے کھڑے تھے اس سے کئی فٹ دور ہٹ گئے تھے۔ ان کے چہروں سے شیر کی دھاڑ سے خوف کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔

ملکہ دُرغانہ پرخیال انداز میں دہاڑتے ہوئے شیر کو دیکھتی رہی اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لیکر خیمے کے اندر چلی گئی۔

ریاست شارغانہ ایک پہاڑی ریاست تھی۔ تقریباً بیس ہزار نفوس اور چند چھوٹی چھوٹی بستیوں پر مشتمل یہ ریاست صدیوں پرانی تھی۔ موسم کے سرد و گرم کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا تھا۔ جدید تہذیب نے جدید ضرورتیں تو ضرور پوری کر دی تھیں۔ لیکن ان لوگوں کے اذہان بدلنے میں ناکام رہی تھی۔ یہ لوگ پرانی روایات پر قائم تھے جن میں یہ روایات بھی تھی۔ اس ریاست کی حکمراں ہمیشہ ہوتی عورت ہی تھی۔ ایک جیت اور ذہین عورت جسے ہر سال اپنی چستی اور دلیری کا امتحان دینا ہوتا تھا۔ یہ امتحان اس میدان میں لیا جاتا تھا۔ بستی کے سربرآوردہ لوگ میدان میں جمع ہو جاتے۔ بہت سے ہانکا کرنے والے ایک شیر کو جنگل سے گھیر کر لاتے اور ملکہ اسے زندہ پکڑتی تھی۔ شبیر کو گرفتار کرنے کے بعد دوسرے دن ملکہ کے وفادار محافظ اسے قتل کر دیتے تھے پھر ملکہ کی خوشی کا جشن منایا جاتا اور اسے ایک سال کے لیئے ملکہ مان لیا جاتا۔

اس خونی میدان نے بڑے بھیانک منظر دیکھے تھے۔

جوان اور حسین ملکہ یہاں شیر کا شکار بھی بن جاتی اور انتہائی بے بسی کے عالم میں جان دے دیتی۔ وہاں موجود کوئی دوسرا فرد اس کی مدد نہیں کر سکتا تھا البتہ وہ ملکہ کی موت کا سوگ تین دن تک مناتے تھے اور چوتھے دن کسی دوسری ملکہ کی تلاش شروع ہو جاتی۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کئی مہینوں تک ملکہ نہ مل سکی اور بہت نوجوان اور دلیر لڑکیاں موت کا شکار ہو جاتیں۔

لیکن اس بستی نے بڑے بڑے دلیروں کو جنم دیا تھا۔ کوئی نہ کوئی دلیر لڑکی یہ اعزاز حاصل کر لیتی اور پشت در پشت یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ پرانی ملکہ کے مر جانے کے بعد پہلا حق اس لڑکی یا لڑکی نہ ہو تو اس کے خاندان کی کسی لڑکی کا ہوتا اور اگر ان میں سے کوئی اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو شاہی خاندان سے باہر ملکہ کی جستجو کی جاتی۔

موجودہ حکمراں ملکہ درغانہ کی چھ پشتیں اس منصب کو حاصل کرتی چلی آ رہی تھیں۔ پہلے اس ریاست کا کوئی نام نہیں تھا لیکن درغانہ کی چار پشتوں قبل اس کی نانی نے اس کا نام نشار رغانہ تجویز کیا تھا کیونکہ نشار رغانہ خود اس کا نام تھا۔ اس وقت سے یہ ریاست نشار رغانہ کے نام سے مشہور تھی۔

خود ملکہ درغانہ کی ماں صرف تین شیروں کو ہلاک کر سکتی تھی۔ اس طرح اس کی حکومت صرف تین سال رہی۔ چوتھے سال وہ حسب معمول سالانہ رسم انجام دے رہی تھی کہ شیر اس پر حاوی ہو گیا اور اسی تاریخی میدان سے ملکہ سالمہ کی لاش کئی ٹکڑوں میں بٹی ہوئی اٹھائی گئی۔

اس وقت درغانہ کی عمر صرف انیس سال تھی۔ رسم کے مطابق درغانہ کو حکومت سنبھالنے کی پیشکش کی گئی۔ اور اس نے رسم انجام دے دی اور اسے

آٹھ سال سے خود کو اسکا اہل ثابت کر رہی تھی۔

وہ نہ صرف بہادر تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی حکومت کے کاموں میں خاصی مدبر ثابت ہوئی تھی اور اس کے دورِ حکومت میں شار غانہ نے خاصی زرعی ترقی کی تھی درغانہ نے خاص طور سے زرعی ترقی کی طرف توجہ دی تھی اس نے بیرونی دنیا سے رابطہ قائم کر کے ٹریکٹر وغیرہ منگوائے تھے اور اب یہاں باقاعدہ جدید طرز کی کھیتی باڑی ہوتی تھی۔

ملکہ درغانہ نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ حکومت کے وفاداروں کو اس سلسلے میں بڑی تشویش تھی لیکن درغانہ کسی طور سے راضی ہی نہیں ہوتی تھی نہ جانے کیوں۔

شاید اپنی ریاست کا کوئی نوجوان اس کی نظروں میں جچتا نہیں تھا بہرحال شار غانہ کے مسائل بہت زیادہ نہیں تھے۔ یہ چھوٹی سی ریاست اپنے حال میں مست اور خوشحال تھی۔

واپسی کے سفر کے انتظامات مکمل ہو گئے اور ملکہ کے خاص لوگوں نے اس کی اطلاع دی۔ چھ گھوڑوں کی ایک خوبصورت بگھی جو خوب سجی ہوئی تھی خیمے کے قریب آکر رکی اور ملکہ درغانہ اس میں اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔
آن کی آن میں خیمہ اکھاڑ لیا گیا۔ اور پھر یہ پورا قافلہ واپس چل پڑا۔

تھوڑی دیر تک میدان میں برق کی طرح تڑپتی ہوئی وحشی لڑکی، زرنگار بگھی میں نسوانی حسن کا اچھوتا پیکر نظر آ رہی تھی۔ بگھی طویل راستے پر دوڑتی رہی اور شار غانہ کا فاصلہ کم ہوتا گیا۔
بگھی سے تقریباً ایک فرلانگ دور گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ یہ راستے

کے نگہبان تھے۔

ابھی ابھی شارغانہ سے کافی دور تھی کہ اچانک راستے کے نگہبان واپس مڑتے نظر آئے۔ بگھی کے کوچوان نے انہیں دیکھتے ہی باگیں کھینچنا شروع کر دیں اور تھوڑی دور جا کر بگھی رک گئی۔

نگہبان گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے!" درغانہ نے گردن نکال کر پوچھا۔

بوڑھا دارا خاں بھی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"وہاں۔ راستے میں، ہم نے ایک شترخسانی کی لاش دیکھی ہے۔ اس کا سیاہ گھوڑا اس کے قریب موجود ہے۔!"

شترخسانی کی لاش۔!" درغانہ چونک پڑی۔

"ہاں۔ وہ شترخسانی ہی ہے۔ اوپری جسم سے ننگا۔ چمڑے کی پتلون اور بڑے بالوں کی ٹوپی والا۔"

نگہبان نے اس کی پہچان بتائی۔

"مگر وہ کیسے مرا۔؟"

"اس کے جسم میں گولیوں کے سوراخ ہیں۔ یقیناً اسے قتل کیا گیا ہے۔"

"اوہ۔ چلو۔ دیکھیں دارا خاں۔ ہمارے علاقے میں شترخسانی کا قتل بہت سی الجھنوں کا سبب بن سکتا ہے۔" درغانہ نے کہا۔ اور ایک بار پھر یہ قافلہ چل پڑا۔ رفتار پہلے سے تیز تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس لاش کے نزدیک پہنچ گئے جو راستے پر پڑی ہوئی تھی۔

کرنل شرخسانی شکل و صورت سے معصوم نظر آتا تھا۔ اس کے قرب و جوار میں ایسا معلوم ہوتا رہتا جیسے خزاں کی بارش ہوئی ہو۔

ملکہ زرغانہ بگھی سے اتر کر اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ جھک کر شرخسانی کی لاش دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر تاسف کے آثار تھے۔ تمام سوار ملکہ کے چاروں طرف کھڑے تھے۔

اس سے قبل کہ وہ لاش کے بارے میں کوئی تبصرہ کریں اچانک بائیں سمت کی پہاڑیاں گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونجنے لگیں اور سب چونک پڑے۔ شارغانیوں کے ہاتھ رائفلوں پر پہنچ گئے تھے۔

پھر ایک پہاڑی کے پیچھے سے دس بارہ آدمیوں کا ایک غول نمودار ہوا۔ ان کے اوپری جسم برہنہ تھے۔ کمر سے ٹخنوں تک چست پائجامے منڈھے ہوئے تھے اور سروں پر بڑے بالوں والی ٹوپیاں تھیں جن سے ان کے نصف چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔

وہ سب ان کے نزدیک پہنچ کر گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ان کے پاس کسی قسم کا اسلحہ نہیں تھا اس لئے شارغانیوں نے بھی رائفلیں چھوڑ دیں۔

شرخسانی آگے بڑھے اور ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے لاش کے نزدیک پہنچ گئے۔

وہ لاش کو دیکھتے رہے۔ ان کے چہروں پر شدید غم کے آثار نظر آرہے تھے۔

پھر ایک قوی ہیکل شرخسانی نے جھک کر لاش اٹھائی۔ دوسرے

نے سیاہ گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ لاش لیے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ نشازغانیوں نے انہیں راستہ دیدیا تھا۔ لاش کو ایک گھوڑے کی ننگی پشت پر ڈال دیا گیا۔ اور سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے پھر وہ جس طرف سے آئے تھے اسی طرف چل پڑے۔

حیرت زدہ ملکہ اور نشازغانیوں نے ان سے کوئی بات بھی نہیں کی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کئی منٹ بعد درغانہ کو ہوش آیا اور وہ داراخاں کو مخاطب کر کے بولی

"شہزادی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوئی ہو داراخاں۔"

"مجھے ان کی خاموشی سے یہی اندازہ ہوتا ہے ملکہ۔" داراخاں نے فکر مند لہجے میں کہا۔

"مگر اسے کس نے قتل کیا۔ ہمیں اس کے بارے میں پوری تحقیقات کرنی ہوگی۔ نشازغانیوں کی غلط فہمی دور کرنا ضروری ہے۔ اور پھر وہ محل کی طرف بڑھ گئی۔

۳

رحمان صاحب نے صوفی کی پوسٹنگ کے آرڈر تو کر دیئے تھے لیکن یہ بات ابھی بہت کم لوگوں کو معلوم تھی کہ چیف آف اسپیشل سروس کی حیثیت سے صوفی کا تقرر ہوا ہے۔

بہرحال جن لوگوں کو معلوم تھا وہ دل ہی دل میں مسکرا رہے تھے۔ انہیں

اس دن کا انتظار تھا جب صوفی اپنی پوسٹ سنبھالے گا اور اس کا فیاض سے سامنا ہو گا کیونکہ رحمٰن صاحب نے یہ بات ابھی آؤٹ نہیں کی تھی اس کے لیے ان کے ماتحتوں کو بھی کسی سے کہنے کی جرات نہیں ہوئی اور بات گول مول چل رہی تھی۔

لیکن آج وہ سب بڑے خوش تھے کیونکہ آج صوفی باقاعدہ اپنے عہدے کا چارج لے رہا تھا۔ اس کے شاندار آفس پر چیف آفیسر آف اسپیشل برانچ کی تختی لگ چکی تھی صرف اس کے نام کی تختی باقی تھی۔

فیاض کو بھی اس سلسلے میں علم ہوا تھا اور دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اسپیشل برانچ کے چیف کو دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے آفس میں ایک میز پر بیٹھا اپنے خیال میں گم تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے بیل بجائی اور اردلی اندر آگیا۔

"شاہد کو سلام دو۔" فیاض نے کہا اور اردلی گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد فیاض کا ماتحت شاہد اندر آگیا۔ اس نے فیاض کو سلوٹ کیا اور فیاض نے گردن ہلا کر کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ شاہد شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ فیاض چند منٹ سوچتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"اسپیشل برانچ کا چیف آگیا۔!"

"ابھی تک نہیں جناب۔"

"کچھ معلوم ہو سکا کہ وہ کون سے ڈپارٹمنٹ سے یہاں آیا ہے۔"

"کسی کو علم نہیں ہے جناب ویسے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ملٹری کا کوئی آدمی ہے بہرحال یہ صرف افواہ ہے۔ حقیقت کسی کو نہیں معلوم۔"

"ہوں۔ جب وہ آجائیں تو مجھے اطلاع دیدینا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

شاہد نے کہا اور پھر فیاض کے ایک ہمراہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ فیاض سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے الجھن ہو رہی تھی۔

اب تک فیاض کا طوطی بولتا تھا۔ رحمان صاحب براہ راست اس سے رابطہ رکھتے تھے لیکن اب ۔ درمیان میں فیاض سے بڑی پخ آ رہی تھی کو فیاض اب بھی براہ راست رحمان صاحب کو جواب دہ تھا۔ کیونکہ اسپیشل برانچ کا چیف الگ حیثیت رکھتا تھا لیکن بہر حال اس کا عہدہ بہت بڑا تھا اور فیاض کو بھی اس کا بھی احترام کرنا پڑتا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی سلسلہ میں سوچتا رہا۔ پھر گھڑی دیکھ کر اٹھ گیا۔ آفس میں کوئی خاص کام بھی نہیں تھا اس نے سوچا گھر چلا جائے۔

آفس سے نکل کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اس نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

محکمہ سراغ رسانی کے گیٹ سے باہر نکلا ہی تھا کہ اچانک اس کی نگاہ سفید رنگ کی فیٹ الیون ہنڈرڈ پر پڑی۔ اور وہ اچھل پڑا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر باوردی ڈرائیور موجود تھا لیکن پچھلی سیٹ پر جو کوئی تھا اسے دیکھ کر فیاض کی یہ کیفیت ہوئی تھی۔

وہ سونی تھا۔

لیکن اسے پہچاننے کے لئے فیاض کو بار بار آنکھیں ملنی پڑیں سونی کی سج دھج ایسی ہی تھی۔ وہ اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبوس تھا سر پر فلیٹ ہیٹ بھی تھا۔ یہ دوسری بات ہے فلیٹ کے نیچے گردن پر گاگلیں جھانک رہی تھیں۔ داڑھی بھی سلیقے سے ترشی ہوئی تھی اور وہ قدرے اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔

فیاض کی کار خود بخود رک گئی تھی۔ اس کے رک جانے کی وجہ سے سونی کی کار

کا ڈرائیور بھی کار اندر نہیں لا سکتا تھا۔

صوفی کے ڈرائیور نے ہارن دیا اور صوفی چونک کر فیاض کی کار کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار نظر آئے اور وہ جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا

دوسرے لمحے اس نے ایڑی بجا کر فیاض کو سیلوٹ کیا تھا۔

فیاض ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس نے اشارے سے اسے نزدیک بلایا صوفی مودب انداز میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہاں کیسے آئے ہو۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جی۔ وہ۔ بس بس۔ درویشوں کی دعا سے!" صوفی ہکلا کر رہ گیا۔

"مجھ سے ملنے آئے تھے۔!"

"ج... جی نہیں۔ وہ۔ ڈی جی صاحب سے در... درویش!

"عمران نے بھیجا ہے۔؟"

"نن نہیں۔ میں خود حاضر ہوا تھا درویشوں کے کرم سے۔!"

"خاصی گاڑی چھین رہی ہے عمران سے۔ میرا خیال ہے تمہارا حلیہ اسی نے بدلا ہے!" کیوں۔"

"نن، نہیں جناب۔ ہم میں نے خود بدلا ہے درویشوں کے کرم سے اب براہ کرم گاڑی ہٹا لیجئے مجھے دیر ہو رہی ہے صوفی نے کہا اور فیاض اسے گھورتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"رحمان صاحب سے ملنے کے بعد میرے آفس آنا۔! اور اس کے ساتھ ہی اس نے گاڑی راستے سے ہٹالی۔ صوفی دوبارہ کار میں بیٹھ گیا اور کار اندر داخل ہو گئی۔ فیاض نے کہیں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اس کے ذہن میں الجھن پیدا ہو گئی تھی۔

صوفی رحمان صاحب سے ملاقات کرنے کیوں آیا ہے۔ اس کی سج دھج حیرت انگیز بھی تھی اور مضحکہ خیز بھی۔ عمران کے علاوہ اس کی سج دھج کا ذمہ دار اور کون ہو سکتا تھا یقیناً اسی نے یہ گاڑی وغیرہ فراہم کی ہوگی۔ ورنہ ظاہر ہے صوفی گنڈیریاں بیچ کر تو یہ پوزیشن بنا نہیں سکا ہوگا۔

اس نے گاڑی واپس موڑی اور دوبارہ اپنے آفس میں پہنچ گیا۔ اپنی میز پر بیٹھ کر وہ اسی سلسلے میں غور کرتا رہا۔ لیکن صوفی کی آمد کا راز اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کافی دیر تک وہ الجھتا رہا۔ اور پھر اس کے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" وہ بھاری آواز میں بولا۔

"میں ڈیوٹی آفیسر بول رہا ہوں۔ اسپیشل برانچ کے چیف آ گئے ہیں آپ بھی ان سے ملاقات کر لیں دوسرے سب لوگ ان سے مل چکے ہیں۔"

"کیا ان کی خدمت میں حاضری ضروری ہے۔" نیاض نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں وہ سب سے مل رہے ہیں اور معلوم کر رہے ہیں کہ کس کس کے پاس کون سے کیس ہیں۔ یہ ڈی جی صاحب کا حکم ہے۔!"

"ٹھیک ہے۔ میں مل لوں گا۔!"

نیاض نے کہا اور ریسیور رکھ دیا نہ جانے کیوں اسے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ بہرحال ایک حد تک ٹھیک بھی تھا۔ اسپیشل برانچ کام اسی انداز میں شروع کر سکتی ہے ویسے نیاض کے پاس آج کل کوئی کیس نہیں تھا لیکن حاضری ضروری تھی۔ اس نے پولیس کیپ سر پر رکھی اور لباس وغیرہ درست کر کے آفس سے نکل آیا۔

چند منٹ کے بعد وہ کمرے پر پہنچ گیا۔ اردلی نے اس کے لئے دروازہ کھول دیا تھا ویسے نیاض اردلی کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکا۔

وہ اندر داخل ہو گیا۔ اسپیشل برانچ کا چیف اپنی عالیشان میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جونہی نیاض کی نگاہ اس پر پڑی اس کے ذہن میں زبردست دھماکہ ہوا۔ اس کے دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کرسی پر صوفی ہو گا۔

دوسری طرف صوفی نے بدحواسی سے کرسی کھسکائی اور جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے حسب سابق نیاض کو سیلوٹ کیا تھا اور پھر اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نظر آئے کیونکہ پاؤں اٹھاتے وقت گھٹنا کھٹ سے میز کی ٹاپ میں لگا تھا۔

پھر وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ شاید اسے احساس ہو گیا کہ اب وہ نیاض کا ماتحت نہیں بلکہ نیاض اس کا ماتحت ہے۔

"تت... تشریف لائیے جناب درویشوں کی دعا سے!" وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولا جیسے کوئی جرم کر بیٹھا ہو۔ لیکن نیاض کے قدم آگے نہ بڑھے اس کے اوپر نہ جانے کیا بیت رہی تھی۔

"براہ کرم تشریف لائیے۔"

صوفی کا لہجہ بدل گیا اور نیاض پھر چونک پڑا۔ یہ لہجہ اجنبی تھا۔ آج تک اس نے صوفی کی آواز میں یہ کیفیت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کے پیر آگے بڑھے اور پھر اس کا ہاتھ سلام کے لئے اٹھ گیا۔

"ارے... ہی ہی ہی۔ کیوں شرمندہ کرتے ہو درویشوں کے کرم سے۔ تشریف رکھیئے۔ تشریف رکھیئے۔" اس نے لکھنوی انداز میں کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور نیاض تھکے تھکے انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس سنسنی خیز انکشاف نے اس کے قویٰ مضمحل کر دیئے تھے۔ درحقیقت اس کے لئے اس سے بڑا صدمہ

کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کا اسسٹنٹ اس کا چیف بن گیا تھا اور اسسٹنٹ بھی وہ جسے اس نے معطل کر دیا تھا۔ اس نے صوفی کو گنڈیریاں بیچتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ اور... اور۔ بہر حال اسکا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

"پان نوش فرمایئے جناب۔ ہی ہی ہی درد لشیوں کے کرم سے! صوفی کی زہریلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اور اس کی نظریں میز پر اٹھ گئیں

صوفی کا نارنجی بٹوا اور پانوں کی ڈبیہ بدستور تھیں۔

"شکریہ۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔

"کچھ چائے نوش فرمائیں گے۔" صوفی نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"اوہ۔ مٹھائی لیکر حاضر ہوں گا کسی دن۔ درد لشیوں کی دعا۔"

"بکواس مت کرو مجھے بتاؤ کیوں بلایا ہے!" فیاض سے برداشت نہ ہوسکا صوفی سہم گیا۔ کئی منٹ تک وہ خاموش رہا پھر اسی انداز میں بولا۔

"ہم۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے جناب۔ بس ڈی جی صاحب کی نظر عنایت ہوگئی ہے تو آپ کے زیر سایہ ہی خوش تھا۔ یقین فرمایئے مجھے انسپکٹری بھی اتنی ہی پسند تھی جتنا یہ کام۔ ہم۔ مگر۔!"

"بہتر مسٹر صوفی۔" فیاض اپنے اوپر قابو پاکر بولا۔ بہر حال وہ ڈسپلن کی پابندی بہت پسند کرتا تھا اور اس سے جو کچھ ہوگیا تھا اس پر سخت شرمندہ تھا۔

اگر صوفی کے علاوہ اور کوئی آفیسر ہوتا تو اس وقت بات کافی آگے بڑھ گئی لیکن وہ صوفی تھا۔ جو ذہنی طور پر خود کو فیاض کا ماتحت ہی سمجھتا تھا۔

"میری طرف سے اس عہدے پر مبارک باد قبول کریں۔"

"شکریہ۔ یہ سب درویشوں کا کرم ہے۔ ورنہ میں کس قابل ہوں۔ ہاں آجکل کسی کیس پر کام کر رہے ہیں۔!"

"نہیں۔ میں فارغ ہوں۔ کوئی کیس نہیں ہے۔"

"بہت بہتر۔"

صوفی نے بھی گردن ہلائی اور فیاض کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے اجازت ہے۔"

"ارے ہی ہی ہی۔ ہم میں کس "قابل ہوں درویشوں کے کرم سے!" صوفی نے بھی کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر فیاض نے اسے باقاعدہ سلیوٹ کیا۔ صوفی نے بھی جوابی سلوٹ جھاڑ دیا تھا۔ اور پھر اس وقت تک اٹینشن رہا جب تک فیاض کمرے سے نہ نکل گیا۔

۲

بیٹھے بیٹھے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے انٹرکام کا سوئچ آن کیا اور روشیا کی آواز کا انتظار کرنے لگا۔ حسب توقع اس کی شیریں آواز سنائی دی۔

"یس پلیز۔"

"کونسی شوگر استعمال کرتی ہو۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی۔ ؟"

"میں آواز کی مٹھاس پر غور کر رہا تھا۔ آج کل شکر بہت مہنگی ہے اتنی مہنگی شکر خریدنے کے بعد آواز کی یہ شیرینی عجیب ہے۔" منصور نے کہا اور جواب میں روشیا کی ہنسی سنائی دی۔

"آجاؤ۔ ایک ضروری مسئلے پر گفتگو کرنی ہے۔"

"میں ڈاک دیکھ رہی تھی جناب۔ ڈاک میں ایک ایسا خط بھی ہے جس کے بارے میں آپ سے فوری ملاقات بھی ضروری تھی۔"

"گڈ۔ میں انتظار کر رہا ہوں!" منصور نے کہا اور انٹر کام آف کر دیا۔ پھر وہ کرسی سے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اس کے کان دروازے کے باہر قدموں کی چاپ کا انتظار کر رہے تھے پھر ادھر سے روشیا کی گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ کھل گیا۔

روشیا اندر آ گئی۔

اور منصور اسے بغور دیکھنے لگا۔ روشیا ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس تھی۔ کانوں میں اسی رنگ کے آویزے تھے اور سیدھے بال بنے ہوئے تھے اس سادگی میں وہ قیامت نظر آ رہی تھی۔ منصور ہی کے ایما پر اس نے مشرقی لباس پہننا شروع کیا تھا اور درحقیقت اس لباس میں وہ بے حد حسین لگتی تھی۔ وہ اس کی میز کے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھو!" منصور نے نرم لہجے میں کہا اور وہ شکریہ کر کے بیٹھ گئی۔

"ہاں تو روشیا مجھے تم سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے!" منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی۔!" روشیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"سوچ رہا ہوں شادی کر لوں۔ منصور نے سنجیدگی سے کہا اور روشیا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ یہ جملہ اس کے لئے غیر متوقع تھا۔ یوں تو منصور مذاق کرنے کا عادی تھا اور روشیا جانتی تھی کہ وہ نہایت سنجیدہ مذاق کرتا ہے لیکن اس وقت اس کے چہرے پر بےحد سنجیدگی تھی۔

"والدین کی بھی یہی خواہش ہے اور پھر بعض اوقات مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ میں تمہیں بھی تکلیف دیتا ہوں فرض کرو میرا تفریح کا موڈ ہے اکیلے تفریح کرنا سب سے بڑی حماقت ہے میرے نزدیک تم سے چلنے کے لئے کہتا ہوں تو تم تیار ہو جاتی ہو۔ ظاہر ہے۔ تم مروتاً مجھے منع نہیں کرتیں لیکن بعض اوقات یہ احساس ہوتا ہے کہ تم اپنے دل پر جبر کر رہی صرف میری وجہ سے۔"

روشیا، منصور کے لہجے کی سنجیدگی پر غور کرتی رہی اور نہ جانے کیوں اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

"مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے جناب!" اس نے لرزتی آواز سے کہا۔

منصور نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ روشیا کی نظریں جھکی ہوئی تھیں لیکن اس کی آنکھوں کی بھیگی ہوئی کوریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ منصور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن وہ مسکراہٹ کو صاف دبا گیا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں، روشیا۔ بس میں کہہ چکا ہوں کہ بعض اوقات یہ احساس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ والدین کی خوشی پوری کرنا بھی ضروری ہے۔ میں بالکل مجبور ہو گیا ہوں روشیا۔"

"آپ کو والدین کی خواہش کا احترام کرنا چاہیئے۔" روشیا نے آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ بس یہی الجھن تھی۔ میں آپ سے گفتگو کے لئے بےچین تھا۔"

"میری طرف سے پیشگی مبارک باد قبول فرمایئے۔" روشیار بڑے ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"مزید شکریہ۔ تو پھر میں والدین کو اطلاع دیدوں کہ لڑکی بھی تیار ہے۔"

"جی۔؟" روشیا بری طرح چونک پڑی۔

"ہاں۔ بس تمہاری اجازت کی ضرورت تھی روشیار۔ میری والدہ تمہارے گھر آئیں گی اگر تمہارے کچھ بزرگ ہوئے تو ان سے گفتگو کر لیں گی۔ دیکھو! شادی کے معاملات تو بزرگ ہی طے کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد شادی ہو جائے تاکہ تم مسز منصور کی حیثیت سے میرے ساتھ کہیں جانے سے احتراز نہ کرو۔" منصور نے شرارت سے کہا۔

اور روشیار کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اس نے دونوں آنکھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

"ہاں ہاں۔ ابھی سے شرمانے کی ضرورت نہیں۔ فی الحال تو تم میری سیکریٹری ہو۔"

روشیار کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"آہم۔ وہ خط جس کا تم نے تذکرہ کیا تھا۔"

منصور نے دوبارہ سنجیدہ ہو کر کہا لیکن روشیا نے چہرے سے ہاتھ نہیں ہٹائے۔

"نیند آرہی ہے محترمہ تو چھٹی کر لیجئے۔ ورنہ خط دکھایئے!" منصور بولا۔

اور روشیا نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹالئے اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی آنکھوں میں آنسو پھیل گئے تھے اور ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کپکپا رہے تھے۔ اسی انداز میں اس نے خط اٹھا کر منصور کے ہاتھ میں دیدیا۔

خط دیکھ کر منصور درحقیقت چونک پڑا لفافے پر انٹرپول ہیڈ کوارٹر

کی مہر لگی ہوئی تھی۔

منصور کئی منٹ تک عجیب سی نظروں سے لفافے کو دیکھتا رہا۔ بہت دن کے بعد انٹرپول ہیڈ کوارٹر کے سربراہ نے اس سے رابطہ قائم کیا تھا ورنہ کرد ٹانیہ کیس کے بعد سے اس کا انٹرپول سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ جنرل نی زر اس کی طرف سے مشکوک تھا۔ منصور نے بے صبری سے خط کھولا اور پرچہ نکال کر پڑھنے لگا۔

مسٹر منصور۔

امید ہے بخریت ہوں گے۔ بہت دن سے آپ کی خیریت نہیں ملی۔ اتفاق سے کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے آپ سے رابطہ قائم کیا جا سکتا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان کچھ غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں جن کی میں نے باقاعدہ تفتیش کرائی اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کی شخصیت بے داغ ہے۔ چنانچہ غلط فہمی پر میری طرف سے معافی کی درخواست قبول کریں۔

انٹرپول آپ کے سپرد ایک اہم مسئلہ کر رہا ہے۔ تقریباً دو ہفتہ قبل آپ کے ملک کے ایک طیارے سے چند اطالوی باشندے کرد ٹانیہ آئے تھے ان کے پاس اعلیٰ درجے کے چرمی کیس تھے کسٹم حکام کو ان پر شبہ ہوا اور ان کی زبردست چیکنگ کی گئی۔ چنانچہ ان کے کیسز میں نچلی تہہ میں خام "الماس" برآمد ہوئے۔ یہ الماس دنیا کے سب سے قیمتی پتھر تھے اور صرف ان لوگوں کے پاس سے جو خام الماس برآمد ہوئے ان کی قیمت دو کروڑ پونڈ تھی۔ ان کے پاسپورٹ سے ان کے بارے میں معلومات کی گئیں تو پتہ چلا کہ وہ گذشتہ چھ سال سے آپ کے ملک میں تھے اس سے یہ اندازہ قائم ہوا کہ خام ہیرے آپ کے ملک سے لائے گئے ہیں۔ براہ کرم تحقیقات کریں کہ آپ کے ملک میں الماس کون سے حصے میں ہیں اور یہ وہاں سے نکل کر کہاں بھیجے جاتے ہیں۔

دونوں گرفتار شدہ افراد نے پولیس کی تحویل میں خودکشی کر لی ورنہ ہم

آپ کو تکلیف نہ دیتے۔ ویسے بعض ضروری اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ الماس کا مرکز آپ کے ملک کی جنوبی سرحد میں ہے۔ اس پوائنٹ کو نوٹ کر لیجئے۔!

جنرل فی تسد

منصور نے پرچہ پڑھ کر ایک گہری سانس لی۔

جنرل نی زر کی طرف سے بہت دن کے بعد یہ تحریر ملی تھی۔ اس دوران اسے ہیڈ کوارٹر سے تنخواہ موصول ہوتی رہتی تھی۔ ابھی تک تو اسے یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ ہیڈ کوارٹر کی نظروں میں اس کی پوزیشن صاف ہوئی یا نہیں۔ بہرحال اس وقت جنرل نی زر نے صاف صاف لکھ دیا تھا۔

یوں تو منصور کو اس ملازمت کی چنداں پرواہ نہیں تھی لیکن یہ چونکہ اس کا شوق بھی تھا اس لئے گاڑی چل رہی تھی۔ بہرحال نی زر کی درخواست کے مطابق کام کرنا ضروری تھا۔ اس لئے اس نے ایک گہری سانس لی اور پرچہ تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

روشیا بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ منصور مسکرایا۔

"کیا خیال ہے روشیا۔؟"

"کس معاملے میں جناب۔" روشیا اس کے دیکھنے پر گھبرا گئی۔

جنرل نی زر کے اس خط کے بارے میں۔ اب دیکھو نا کمبخت میری شادی میں کوئی نہ کوئی روڑا اٹکا دیتے ہیں۔ تو اس پرچے کو دیکھو۔" روشیا نے پرچہ منصور کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور پڑھنے لگی پھر اس نے اسے منصور کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اتنے عرصے کے بعد یہ تحریر خوشگوار ہے جناب یہ بہت اچھی بات ہے کہ ان کے ذہنوں سے آپ کے بارے میں شکوک نکل گئے۔!

"ہوں۔" منصور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔" وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن شادی کا پروگرام پھر ملتوی ہو گیا۔ بہرحال اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔" وہ متفکر نظروں سے روشنا کو دیکھنے لگا۔

۵

فلک شگاف پہاڑوں کے درمیان بنے ہوئے دروں میں گھوڑے سست رفتاری سے چلے جا رہے تھے۔

جس گھوڑے پر لاش بندھی ہوئی تھی وہ درمیان میں تھا۔ ان سب کے چہروں پر ایک خوفناک سنجیدگی مسلط تھی۔ جس میں غم کی آمیزش تھی۔

طویل فاصلہ طے کر کے وہ ایک اور پہاڑی ڈھلان پر پہنچ گئے۔ ڈھلان کے انتہائی سرے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی۔ ایک عظیم الشان بستی جو ہزاروں کچے پکے مکانات پر مشتمل تھی۔ کچے مکانات وہ تھے جو صرف پہاڑی پتھروں کو چن کر بنائے گئے تھے پکے مکانات پتھروں سے تراشی ہوئی سلوں کے بنے ہوئے تھے۔ بستی کے سامنے ہزاروں مرد بچے اور عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔

جوں ہی گھوڑے ڈھلان پر پہنچے۔ سب نے انہیں دیکھ لیا اور پھر پوری بستی ان کی طرف دوڑ پڑی۔

سب چیخ چلا رہے تھے۔ صرف ایک قوی ہیکل آدمی تھا جو اپنی جگہ خاموش کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر بھی ویسی ہی چست پتلون اور بڑے بالوں والی ٹوپی تھی اس کا قد سات فٹ کے قریب تھا اور جسم اسی مناسبت سے قوی ہیکل تھا اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ اور وہ ہونٹ بھینچے آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔

ذرا دیر میں سب لوگ ان کے قریب پہنچ گئے اور پھر ایک ادھیڑ عمر عورت دہاڑے مار مار کر رونے لگی۔

وہ لٹکی ہوئی لاش کے پیر ہاتھ اور جسم کے دوسرے حصے چوم رہی تھی۔

"شیروں کے شیر خارا۔ کس ظالم نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ آہ کون شقی تھا وہ۔ اسے میرا خیال نہ تھا۔ اسے ماں کی مامتا کا خیال نہ آیا۔ خارا۔ میرے خارا۔

ایک شور آہ دفعتاً بلند ہو گیا۔ تمام عورتیں دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ مرد گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔

"تم گردنیں جھکائے کھڑے ہو گیدڑو۔ جاؤ اپنی بیویوں کی چوڑیاں پہن کر گھروں میں بیٹھ جاؤ تمہارے ہونے والے سردار کو کتوں کی موت مار دیا گیا اور تم خاموش کھڑے ہو۔ تم ماتم کر رہے ہو۔ ہاہاہا۔ شرخسانیوں کا خون پانی ہو گیا ہے ان کے دشمن اب باآسانی ان کی گردنیں جھکا سکتے ہیں۔ آؤ شرخسان کے دشمنو۔ کہ اب تمہیں روکنے والے شرخسان میں نہیں رہے۔ مگر۔ خارا کا انتقام ضرور لیا جائے گا۔ میں اس کی ماں ہوں سمجھے میں اسکا انتقام لوں گی میں اس کے دشمن کے خون سے اپنے بال رنگوں گی یہ میرا عہد ہے۔"

"ہم سب تیرے ایک اشارے پر شار غانہ کا نام و نشان مٹانے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیں حکم دے۔! ایک شخص دہاڑ کر بولا۔ اس کی آنکھیں کبوتر کے خون

کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"تو پھر جاؤ۔ تمام شرغانی جوانوں کی گردنیں اٹھا لاؤ۔ میں سمجھوں گی تم نے اپنا حق پورا کر دیا ہے۔ اور وہاں موجود مردوں میں ہیجان پھیل گیا۔ پوری بستی کے لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف دوڑ پڑے شاید وہ اپنے ہتھیار لینے گئے تھے اور آن کی آن میں نیزوں اور کلہاڑوں سے مسلح لوگ میدان میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔

دیو ہیکل آدمی اب بھی اسی طرح کھڑا تھا۔ لاش اس کے قریب پہنچ گئی لیکن وہ اس طرف متوجہ بھی نہیں ہوا تھا۔

پھر دو جوان آدمی جو چوڑے پھل والے کلہاڑوں سے مسلح تھے اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ہمیں اجازت دو سردار۔ ہم شرغانیوں کو ان کی ماؤں کا دودھ یاد دلانے جا رہے ہیں۔"

"اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم مجھ سے اجازت لے کر تیار ہوئے ہو۔ شاید تم نے میری سرداری ختم کر دی ہے ورنہ تمہیں یہ جرأت نہ ہوتی۔"

"ہم جوشِ انتقام سے دیوانے ہو رہے ہیں سردار۔ ہم جبار کا انتقام چاہتے ہیں۔"

"میں اس کا باپ ہوں۔" دیو ہیکل آدمی کی غراہٹ بے حد خوفناک تھی۔ "میرے سینے میں جو بھٹی سلگ رہی ہے وہ میں جانتا ہوں۔ تم نے میرے زخم میں انگارے بھر دیئے ہیں۔ یہ دوسرا زخم ہے کہ میرے سپاہی میری اجازت کے بغیر جنگ کرنے جا رہے ہیں۔"

"ہم شرمندہ ہیں سردار۔" ان دونوں نے کلہاڑے سردار کے قدموں میں ڈال دیئے۔

"شارغانیوں سے ایسا انتقام لیا جائے گا جسے تمام قبیلے یاد رکھیں گے۔ لیکن اس طرح نہیں۔ ہمیں ان کی قوت کے مقابلے میں انھیں جیسی قوت سے کام لینا چاہیئے۔ انتقام کی آگ میں اندھے ہو کر ہم ایک ایک شرخسانی کا ماتم کریں گے۔ اور کچھ نہیں۔ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں جاؤ۔ خارا کی لاش پہلے بابا ہامان کے سامنے جائے گی اس کے بعد کچھ ہو گا۔!"

کلہاڑے والوں نے اپنے اپنے کلہاڑے اٹھائے اور پیچھے ہٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے اندر اندر تمام شرخسانی اپنے اپنے مکانوں میں گھس گئے۔ صرف ایک عورت رہ گئی۔ یہ خارا کی ماں تھی۔

قوی ہیکل سردار نے گھوم کر اسے دیکھا اور پھر گھوڑے پر پڑی لاش کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ آہستہ قدموں سے لاش کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے لاش کے جسم پر گولیوں کے نشانات دیکھے اس کی آنکھوں میں غیض و غضب کی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں۔

"رب عظیم کی قسم میرے بیٹے کو دھوکے سے مارا گیا ہے۔ اگر وہ بزدل کتے اسے للکار کر مارتے تو شارغانہ کے کئی گھروں میں ماتم ہو رہا ہوتا۔"

"پھر بھی تم شارغانیوں سے انتقام نہیں لینا چاہتے! عورت سانپ کی طرح پھپھکاری۔

"انتقام۔ میں شارغانیوں سے ایسا انتقام لوں گا کہ ان کی نسل کا باقی بچ جانے والا شخص کبھی خواب میں بھی خود کو شارغانہ کا باشندہ نہیں کہے گا۔ لیکن بابا ہامان کی اجازت کے بغیر نہیں۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ بابا ہامان نے ہمیں کسی مصیبت کی اطلاع دی تھی اور انھوں نے ہی کہا تھا کہ ہمارا لختِ جگر شارغانیوں کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا ہے اور اس کی لاش وہاں موجود ہے جہاں دو پہاڑیاں آپس میں سر جوڑے کھڑی ہیں۔"

"تو پھر چلو۔ ہم بابا ہامان سے پوچھیں گے کہ انہوں نے ہمارے بیٹے کی حفاظت کیوں نہیں کی۔ اسے مرجانے کیوں دیا۔ کیا وہ ہمیں یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ مصیبت ہمارے بیٹے پر آرہی ہے۔ ہم اپنے بیٹے کی حفاظت کرتے۔"

"ربِ عظیم کی اجازت نہیں ہوگی۔ ورنہ بابا ہامان ہمارا ہمدرد ہے" سردار نے گھوڑے کی ران پر ہاتھ رکھا جس کی پشت پر خارا کی لاش پڑی ہوئی تھی اور گھوڑا اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ سردار کی بیوی بھی نڈھال سی اس کے ساتھ چل رہی تھی اس کے چہرے پر غم و اندوہ کے آثار تھے۔ اس کی نظریں بیٹے کی لاش پر پڑتیں اور دل میں ہوک سی اٹھتی۔ چند گھنٹوں کے بعد یہ کڑیل جسم مٹی کے نیچے ہوگا اور پھر کبھی نگاہوں کے سامنے نہ آسکے گا۔ اس کا دل اس تصور سے پھٹا جا رہا تھا۔

ایک تنگ درے سے گذر کر وہ انتہائی دشوار گذار پہاڑیوں میں پہنچ گئے جنہیں وہی شخص عبور کر سکتا تھا جسے وہاں کے خفیہ راستے معلوم ہوں ورنہ عام آدمی کا وہاں تک پہنچ جانا بے حد مشکل تھا۔

خوفناک کھنڈروں اور پراسرار غاروں کے درمیان سے گذر کر وہ ایسے پہاڑوں کے درمیان پہنچ گئے جو بے حد بلند تھے۔ عجیب میدان تھا جس کے چاروں پہاڑوں کی فصیلیں کھڑی تھیں۔ میدان میں چاروں طرف سفید قبریں نظر آرہی تھیں اونچی اونچی قبریں جو سفید چونے سے پتی ہوئی تھیں۔

وہ قبروں کے درمیان سے گذر کر ایک غار میں پہنچ گئے۔ اندر سے ایک عجیب قسم کی خوشبو آرہی تھی اور ایک دھواں سا پھیلا معلوم ہوتا تھا۔

"بابا ہامان۔ تیرا غلام آیا ہے۔ تیری پیشین گوئی درست ثابت ہوئی بابا۔ شہر خسان کا چراغ بجھ گیا ہے۔ ظالم تنار غانیوں نے شہر خسان کی بہار لوٹ لی ہے۔ باہر آ بابا۔ اپنی آنکھوں سے دیوہیکل خارا کی لاش دیکھ اور مجھے بتا کہ میں کیا کروں۔ کیا اپنے کلہاڑے

میرے ایک ایک ثنار غانی کا دل چیر دوں یا اپنی جھونپڑی میں بیٹھ کر خارا کا ماتم کروں۔ اے! میں تیرا منتظر ہوں بابا ہامان ۔!،، سردار کی آواز میں دنیا جہان کا غم سمٹ آیا تھا اس کی بادلوں کی طرح گرجتی ہوئی آواز میں درد کی نمی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بمشکل آنسو روک رہا ہو۔

چند لمحات کے بعد غار میں ایک زرد پیلی سی روشنی نظر آئی اور پھر اس روشنی میں ایک ہیولا دکھائی دیا۔ اسکا جسم برہنہ تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ مونگوں کی مالائیں گھٹنوں پر جھول رہی تھیں اور ہاتھ میں ایک سانپ کی شکل کا عصا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور انگاروں کی طرح سرخ تھیں۔

وہ غار کے دہانے سے نکل آیا۔ اس کی آنکھیں خارا کی لاش پر جمی ہوئی تھیں پھر اس کی سرد اور سپاٹ آواز سنائی دی۔

" تو ظالم ثنار غانیوں نے اپنی موت کا سامان کر ہی لیا۔ انہوں نے نوجوان خارا کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا۔ اپنے قبیلے کے ایک ایک نوجوان کی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے۔ میری پیشین گوئی ہے کہ ثنار غانہ کے برے دن آگئے ہیں اسکا ایک ایک جوان خاک و خون میں لوٹے گا ان کی بیٹیاں لونڈیاں بنائی جائیں گی۔ اور ایک دن ثنار غانہ کا نام مٹ جائے گا۔!"

" مجھے حکم دو بابا میں کیا کروں ۔!" سردار نے کہا" میرے قبیلے کے جاں نثار انتقام کے دیوانے ہو رہے ہیں۔ وہ ثنار غانیوں پر ٹوٹ پڑنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں کیسے روکوں"

" انتظار۔ انتظار کر سردار۔ اپنے قبیلے کے جوانوں کو روک۔ ابھی کچھ وقت چاہیئے۔ انہیں فتح کا مژدہ سنادے مگر ابھی نہیں۔ کچھ وقت دیکھ میں تیرے ایک ایک جوان کو ناقابل تسخیر بنادوں گا میں تجھے خود اجازت دیدوں گا۔ اس سے قبل بھی تجھے کچھ کرنا ہوگا ۔!،،

"کیا بابا؟" سردار نے پوچھا۔

"اپنے چند لوگوں کو شارغانہ کی سردار کے پاس بھیج دے اور اس سے معلوم کر کہ خار انے کیا قصور کیا تھا۔ اس سے پوچھ کہ شرخسان سے اسے کیا دشمنی تھی اور پھر اس سے کہہ دے کہ شرخسان کا انتقام شارغانہ کے در و دیوار کو لہو زار بنا دے گا۔ بس یہ کام کر۔ اور اس کے بعد انتظار کر بابا رہ۔"

"میں یہی کر دوں گا بابا ہاں۔ میں یہی کر دوں گا!" سردار نے کہا۔ اور پھر وہ دیانت واپس چل پڑا۔

۶

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ سبز رنگ کی کار بدستور اس کے تعاقب میں تھی۔ اس کی پیشانی پر تفکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ نہ جانے کون کمبخت ہیں اور اس کے پیچھے کیسے لگ گئے۔ وہ ان دونوں کو کئی بار دیکھ چکی تھی۔ اچھی خاصی شخصیت کے مالک تھے وہ صرف اس کی نگرانی کرتے تھے اس کے علاوہ انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ لیکن یہ بھی معمولی بات نہیں تھی۔ اس پر کسی کو شبہ ہو گیا ہے۔ یہ انکشاف اس کی جان بھی لے سکتا تھا۔ کیا کیا جائے۔ ان لوگوں سے کیسے بچا جائے۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ وہ کون ہیں اور اس کے پیچھے کیوں لگے ہیں۔

وہ سوچتی رہی اور ٹیکسی دوڑتی رہی۔

گھر سے نکلتے ہی سبز کار اس کے پیچھے لگ گئی تھی۔ آج زیدی سے ملاقات کا پروگرام تھا ان لوگوں کی وجہ سے وہ کئی دن سے زیدی سے بھی نہیں مل سکی تھی حالانکہ زیدی اس کے لئے ایک اہم مہرہ تھا۔ وہ ائیرپورٹ مینجر تھا اور اس کے ذریعے جو کام ہو رہا

تھا وہ ان کے لئے انتہائی اہم تھا۔ خود اسکا کام صرف زیدی کو پھانسے رکھنا تھا لیکن انہیں ساتھ لگائے ہوئے تو وہ زیدی کے بنگلے میں نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے زیدی سے ملنے کا پروگرام کینسل کر دیا۔ آج ان لوگوں سے نپٹ ہی لیا جائے۔

اور وہ ان سے نپٹنے کی ترکیب سوچنے لگی۔

وہ ایک خطرناک گروہ کی سرگرم ممبر تھی۔ یہ گروہ ایک بہت بڑے مشن کے لئے کام کر رہا تھا اس کے ہزاروں کارکن پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ گروہ کے مقاصد کیا تھے ان سے شاید گروہ کے بڑے بڑے افراد بھی واقف نہیں تھے وہ تو ایک معمولی سی کارکن تھی۔ بس ان لوگوں کو گروہ کے مختلف کام انجام دینا پڑتے تھے اور ان کاموں کے عوض انہیں اتنا معاوضہ ملتا تھا کہ وہ شاہانہ زندگی بسر کر سکیں۔

نائلہ بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ وہ ایک طوائف کی لڑکی تھی۔ آزاد اور بے حیائی کے ماحول کی پروردہ۔ اس کی ماں نے اسے اعلیٰ درجے کی طوائف بنانے کے لئے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ لیکن پھر وہ زندگی بھر سر پیٹتی رہی اسے اس بات کا بہت افسوس تھا کہ میں نے نائلہ کو تعلیم کیوں دلوائی۔ نائلہ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھٹیا قسم کی طوائف بننے سے انکار کر دیا۔

اور بات اس قدر بگڑی کہ اس نے اپنا مکان چھوڑ دیا اور اس شہر میں آ گئی۔ یہاں اس نے چند دنوں ایک فرم میں ملازمت کی اور پھر فرم کے غیر ملکی مینجر نے اس کی ہوشیاری اور چالاکی دیکھ کر اسے ایک پیش کش کی۔

مینجر نے کہا کہ اگر وہ فرم میں زندگی بھر کام کرتی رہے تو اس کی تنخواہ ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی لیکن وہ اسے ایک ایسا کام بتا سکتا ہے جس سے وہ رئیسوں کی طرح زندگی بسر کر سکے۔

نائلہ تو دل سے اس زندگی کی خواہش مند تھی اس نے آمادگی ظاہر کر دی اور

پھر اس نئی ملازمت کے حصول کے لئے اسے بہت سے امتحانات سے گزرنا پڑا۔ ایسے امتحانات جنھوں نے اس کی زندگی کو چند لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا دیا۔ اس سے ایسی دستاویز پر دستخط لئے گئے جن کے تحت وہ اسمگلر اور قاتل ثابت ہوتی تھی اسے بتایا گیا کہ یہ کام صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ وہ گروہ سے بغاوت نہ کر سکے۔ اس کی برہنہ فلمیں بنائی گئی تھیں غرض اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔

امتحان مکمل ہونے کے بعد اسے ایک خوبصورت بنگلہ دیا گیا اس کے استعمال کے لئے کار بھی ملی اور دنیا کا ہر عیش اسے فراہم کر دیا گیا۔ اس کے عوض اسے کوئی خاص کام نہیں کرنا پڑا تھا۔ کئی ماہ اسی اطمینان سے گزر گئے اور پھر اس کے سپرد ایک کام کیا گیا۔ اسے ایرپورٹ منیجر زیدی کی تصویر فراہم کی گئی اور کہا گیا کہ اس شخص کو وہ شیشے میں اتار لے۔ اس سے اسے کام لینا ہے۔

یہ کام نائلہ کے لئے مشکل نہیں تھا وہ طوائف کی اولاد تھی نسوانیت کے تمام حربوں سے واقف۔ زیدی ایک عام آدمی ثابت ہوا اس نے خود ہی اس سے رابطہ قائم کیا اور چند دنوں کے اندر وہ نائلہ کا دیوانہ ہو گیا۔

نائلہ نے اطلاع دی کہ کام بن گیا ہے۔ تب اس کے سپرد دوسرا کام کیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ زیدی سے ایک کام لے۔ اور یہ کام صرف اتنا تھا کہ اسے ہر ماہ کی ایک مخصوص تاریخ کو ایک سوٹ کیس کسٹم کے حکام کی نظروں سے بچا کر کسی طیارے میں رکھوا دینا ہوتا تھا۔

زیدی پہلے تو بھڑکا۔ لیکن نائلہ نے نسیمیں کھا کر بتایا کہ یہ کام وہ اپنی مرضی سے نہیں کر رہی بلکہ وہ کچھ لوگوں کے ہاتھوں مجبور ہے۔ یہ حقیقت بھی تھی۔ بہرحال زیدی تو نائلہ کا ایسا دیوانہ تھا کہ وہ یہ کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اب پابندی سے یہ کام جاری تھا۔ نائلہ نے زیدی کو اپنا سب کچھ سونپ دیا تھا اور اس کے

عرفی مربدی کو صرف ایک کام کرنا ہوتا تھا جسے وہ بحسن و خوبی انجام دے رہا تھا۔
نائلہ نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس سوٹ کیس کے بارے میں وہ کبھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے اس نے بھی زیدی کو بتایا تھا کہ خود اسے نہیں معلوم کہ سوٹ کیس کے اندر کیا ہوتا ہے۔ یہاں بھی اس نے سچ ہی بولا تھا۔ گروہ کے کام ایسے ہی ہوتے تھے کارکنوں کو صرف اپنے کام سے کام رکھنے کی ہدایت تھی۔ ضرورت سے زیادہ کچھ معلوم کرنا ان کے لیے نقصان دہ ہوتا تھا۔
نائلہ سوچتی رہی۔ لیکن ان لوگوں سے نپٹنے کی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ سبز کار بدستور ٹیکسی کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ اس کی اپنی کار میں کچھ خرابی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس نے آج ٹیکسی سے سفر کیا تھا۔
"اب کس طرف چلوں میم صاحب؟"
ڈرائیور کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اور وہ کھڑکی سے گردن نکال کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ سامنے ہی "اسپیس" نظر آ رہا تھا۔ یہ ایک خوبصورت ریسٹورنٹ تھا۔ اس نے ڈرائیور کو اس طرف چلنے کے لیے کہا۔
اور پھر اسپیس کے سامنے وہ ٹیکسی سے اتر گئی۔ اس نے سوچا کہ تھوڑی دیر یہاں رک کر دم لے اور ان لوگوں کے ساتھ کی جانے والی کارروائی پر غور کر سکے۔
وہ اسپیس کے ریفریشمنٹ ہال میں داخل ہو گئی۔ خوبصورت ہال میں بہت سی میزیں بھری ہوئی تھیں صرف چند میزیں خالی تھیں۔ ایک ویٹر نے ایک میز کی طرف رہنمائی کی اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ کرسی پر بیٹھ کر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔
ویٹر کو اس نے ایک مشروب کا آرڈر دیا۔ اور اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ وہی دونوں اندر داخل ہو رہے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں

دانت پلیسے۔

ذلیل شکل سے شریف معلوم ہوتے ہیں نہ جانے کیوں اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ بھی ایک میز پر بیٹھ گئے۔ نائلہ کا آرڈر کیا ہوا مشروب آ گیا تھا۔ وہ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ ان لوگوں نے بھی شاید کوئی آرڈر دیدیا تھا۔ لوگ آتے رہے اور میزیں بھرتی رہیں۔

اب ہال میں ایک بھی خالی میز نہیں رہی تھی۔ پھر نائلہ نے ایک نوجوان کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم پر اعلیٰ درجے کا سوٹ تھا۔ بےحد خوبصورت نوجوان تھا لیکن ایک ہی نظر میں نائلہ نے بھانپ لیا کہ کچھ احمق معلوم ہوتا ہے۔

نوجوان نے ایک جگہ رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی نظروں میں الجھن کے آثار تھے۔ نہ جانے کس جذبے کے تحت نائلہ نے اپنا ہاتھ ہلایا اور نوجوان چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ نائلہ نے اسے پھر اشارہ کیا اور وہ سہمے ہوئے قدموں سے اس طرف بڑھ آیا۔

"آپ نے مجھے بلایا۔" اس نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ تشریف رکھیے۔" نائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ کو یقیناً وہم ہوئی ہے۔ وہی۔ ہم۔ میرا مطلب ہے لبس ہوگئی ہے۔ ضرور ہوگئی ہے اور جب وہ دور ہوگی تو آپ مجھے بھگا دیں گی۔"

"آپ شاید غلط فہمی کہنا چاہتے ہیں!" نائلہ نے بےساختہ مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ وہی۔ نوجوان خوش ہو کر بولا۔

"بالکل نہیں ہوئی۔ آپ تشریف تو رکھیے!" نائلہ نے اسی انداز میں مسکراتے

ہوئے کہا اور نوجوان بڑے ڈرے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

"ارے۔ بالکل آرام سے بیٹھئے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ضرور ہیں لیکن اجنبیت تو ملاقات سے ہی دور ہوتی ہے۔!"

"اچھا۔ !" نوجوان نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"آپ کیا پئیں گے۔!" نائلہ نوجوان کی شخصیت میں دلچسپی لیتی ہوئی بولی۔ اسکا اندازہ بالکل درست تھا وہ شخص بالکل گھامڑ معلوم ہو رہا تھا۔

"لل۔ لسی۔ چائے کے لئے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے۔!"

"اوہ۔ لسی تو شاید یہاں نہ مل سکے۔ آپ کوئی مشروب لے لیجئے۔" اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر اس کے لئے بھی نیک رونر کا آرڈر دے دیا۔

"آپ غالباً میز کے لئے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے یا کسی ساتھی کی تلاش تھی۔؟"

"نہیں۔ بس بیٹھنے کے لئے جگہ تلاش کر رہا تھا۔"

"خوب۔ میں بھی تنہائی محسوس کر رہی تھی۔ کیا میں آپ کا تعارف حاصل کر سکتی ہوں۔!"

"مم۔ میرے پاس نہیں ہے۔ خدا کی قسم!" نوجوان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا نہیں ہے!"

"وہی جو آپ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

نائلہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ پھر اس نے غور سے نوجوان کی شکل دیکھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیا وہ اسے بے وقوف بنانے کے لیے ایکٹنگ کر رہا ہے یا درحقیقت اسی قدر بیوقوف ہے لیکن نوجوان کی آنکھوں اور چہرے پر معصومیت

کے علاوہ اور کوئی تاثر نہیں تھا۔ اسے اس کی سادگی پر حیرت بھی ہوئی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"بھئی تعارف کا مطلب ہے کہ میں آپ کا نام معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ میرا نام گلو ہے!" وہ شرما کر بولا۔

"کیا۔" نائلہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"پورا نام شاہد علی ہے مگر سب پیار سے گلو کہتے ہیں۔" وہ انگلی مروڑتا ہوا بولا اور نائلہ قہقہہ نہ دبا سکی۔ اس کے قہقہے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ نائلہ کئی منٹ تک ہنستی رہی۔ اس کی آنکھوں سے پانی نکل آیا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے خاموش ہونے کے بعد وہ بولا۔

"شاید میں کوئی بے وقوفی کی بات کہہ گیا ہوں۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ میں بے وقوف ہوں۔ مگر مجھے بتایئے میں نے کونسی بے وقوفی کی بات کہی ہے۔"

"ارے کوئی نہیں۔ مجھے تو بس یونہی ہنسی آ گئی تھی۔" وہ ہنسی روکتی ہوئی بولی۔

"میرا نام نائلہ ہے۔"

"اچھا۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"شاہد صاحب۔ آپ کیا کرتے ہیں؟"

"پہلے پڑھتا تھا لیکن پڑھنے میں دل نہیں لگا تو جاسوسی شروع کر دی۔"

"جاسوسی۔!" نائلہ چونک پڑی۔

"ہاں۔ بے شمار ناول پڑھے ہیں۔ پڑوس میں شیخ خان رہتے ہیں جو پہلے سی آئی ڈی میں رہ چکے ہیں وہ میرے استاد ہیں۔"

"تو تم جاسوسی کرتے ہو!" نائلہ نے ایک گہری سانس لی۔

"ہاں۔ بہت سے کارنامے انجام دے چکا ہوں۔ ابھی ڈپٹی صاحب کا کتا رسی تڑا کر بھاگ گیا تھا پورے تین دن میں اسے تلاش کیا۔ ڈپٹی صاحب بہت خوش ہوئے کہنے لگے ایک دن تم بہت بڑے جاسوس بنو گے۔"

"خوب!"

اس نے نوجوان کے لباس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔

"والدین ہیں۔؟"

"ہاں۔!"

کیا کرتے ہیں۔؟"

"بس زمین ہے اور کاروبار بھی ہے۔ عیش سے گذر رہی ہے۔"

"یہ بات ہے۔"

اس نے گہری سانس لی۔ نوجوان کی گفتگو اس قدر دلچسپ تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے ان لوگوں کو بھول گئی۔ پھر اتفاق سے اس کی نگاہ ان دونوں پر جا پڑی اور وہ چونک پڑی۔

"شاہد۔"

اس نے نوجوان کو مخاطب کیا اور وہ اسے دیکھنے لگا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم جیسے ذہین جاسوس سے ملاقات ہو گئی۔ کیا تم میرے لئے کچھ کر سکتے ہو۔!"

"ضرور۔!" وہ خوش ہو کر بولا۔

"ان دونوں آدمیوں کو دیکھو۔ وہ جس میں سے ایک نے گہرے کلر کا سوٹ پہنا ہوا ہے اور دوسرا سفید سوٹ میں ہے! ادھر فوراً پلٹ کر مت دیکھنا۔ بس آہستہ سے گردن گھما کر دیکھو۔"

نوجوان نے گردن ہلائی اور پھر اس نے جیب سے رومال نکال کر نیچے گرا دیا اور اسے اٹھانے کے لیے جھکا اسی دوران اس نے پلٹ کر انہیں دیکھ لیا نائلہ نے اس کی اس حرکت کو حیرت سے دیکھا تھا۔

اور وہ بول پڑا۔

"ہاں۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔"

"ونڈر فل۔ اس معاملے میں تم واقعی ذہین ہو۔"

"ہر معاملے میں ذہین ہوں۔ بس لوگ مجھے گاؤدی سمجھتے ہیں۔ مگر میں خود انہیں گاؤدی سمجھتا ہوں۔"

"یہ لوگ کئی دن سے میرا تعاقب کر رہے ہیں۔ میں ان سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہو۔!"

"بہت معمولی سی بات ہے۔ ویسے اگر تم کہو تو ان سے پوچھ لوں کہ وہ تمہارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بس میں ان سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں۔"

"کیا یہاں بھی یہ تمہارے پیچھے آئے ہیں۔"

"ہاں۔"

"تم کار میں آئی ہو۔"

"نہیں ٹیکسی میں۔"

"ان کے پاس کار ہے۔"

"ہاں۔ سبز رنگ کی کار ہے۔"

"نمبر دیکھا۔!"

"اوہ نہیں۔ نمبر تو نہیں دیکھ سکی۔ مگر گہرے سبز رنگ کی کار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی آیا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

نائلہ نے اسے ایک دو آوازیں دیں مگر وہ اس کی بات سنے بغیر باہر نکل گیا۔ نہ جانے وہ کدھا کیا کرنے گیا ہے اس نے بے چینی سے سوچا۔ بہر حال دلچسپ آدمی ہے۔ وقت گزاری کے لیے اس سے عمدہ ساتھی ملنا مشکل ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے مستقل دوست بنائے گی۔ چند منٹ کے بعد وہ واپس آ گیا۔ نائلہ اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"کیا کر آئے۔؟" اس نے پوچھا۔

"یہ میرا بیشہ دارانہ راز ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ بیٹھا اپنے گر کسی کو مت بتانا۔" شاہد نے جواب دیا۔

"ہوں۔"

اس نے طویل سانس لی۔ پھر وہ شاہد سے اس کے بارے میں پوچھنے لگی۔ اس نے پوچھا کہ اس کی شادی ہوئی یا نہیں تو شاہد لڑکیوں کی طرح شرما گیا۔

بہت دنوں کے بعد اس نے اس طرح کھل کر قہقہے لگائے تھے۔ شاہد کی شخصیت اسے بے حد پسند آئی تھی۔ پھر اس نے گھڑی دیکھی اور ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کیا۔

بل ادا کر کے وہ اٹھ گئی۔ اس نے ان دونوں کو بھی اٹھتے ہوئے دیکھا تھا اور اسکا چہرہ سست گیا۔

شاہد اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹی اسپورٹ کے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے لاک کھول دیا۔

"ارے۔ یہ تمہاری کار ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔؟" چونک کر شاہد نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ یہ تو بہت عمدہ بات ہے۔ تم مجھے برج اسکوائر چھوڑ دو۔"

"بیٹھو۔"

اس نے کہا۔ اور خود دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیرنگ پر آ بیٹھا۔ پھر اس نے اسپورٹ اسٹارٹ کر کے نکال لی۔ نائلہ نے ان دونوں کو اپنی کار کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسپورٹ سڑک پر نکل آئی اور سست رفتاری سے چل پڑی۔

"تیز چلو۔ ورنہ وہ لوگ بھی نکل آئیں گے۔"

"اگر وہ میری گرد بھی پا سکے تو میں کار کسی درخت سے ٹکرا کر خودکشی کر لوں گا۔" اس نے کہا۔

اور اسپورٹ کی رفتار سست ہی رہنے دی۔ نائلہ بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ مگر سبز کار کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ کافی دور نکل آنے کے بعد اس نے حیرت سے ہونٹ سکوڑے۔

"کمال ہے۔ وہ تو واقعی نہیں ہیں۔ تم نے کیا چکر چلایا۔"

"میں کہہ چکا ہوں معمولی سی بات ہے۔ استاد کا سکھایا ہوا ایک گر۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گے۔"

وہ اس کے شانے پر تھوڑی رکھ کر بولی۔ اور کار نے ایک ہلکی لہر لی۔ وہ ایک دیوار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ وہ منہ سے پھوپھو کر رہا تھا اور نائلہ بھی بھونچکی رہ گئی تھی۔

"بابراہ کرم۔ مجھ سے ذرا الگ ہی رہو۔ لڑکیوں کا قرب میرا نروس بریک ڈاؤن کر دیتا ہے۔" وہ کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ اور نائلہ کھسک کر بیٹھ گئی۔ وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

چند منٹ خاموشی رہی پھر وہ بولی۔

"تم نے بتایا نہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں میرے اوپر اعتبار نہیں ہے۔"

"ارے نہیں۔ یہ بات نہیں۔ تم سے مل کر تو مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ بس معمولی سی بات تھی۔ میں نے ان کی کار کے ٹائروں کی ہوا نکال دی تھی۔ شاہد نے جواب دیا اور نائلہ متحیرانہ انداز میں ہنس پڑی۔ پھر چونک کر بولی۔

"مگر تم نے ان کی کار کیسے پہچانی۔"

"سبز رنگ کی صرف تین کاریں تھیں۔ میں نے تینوں کی ہوا نکال دی۔ کوئی نہ کوئی تو ان کی ہوگی۔"

شاہد نے جواب دیا۔ اور نائلہ پھر ہنس پڑی۔

"کمال کے آدمی ہو۔ بہت پیارے۔ بہت دلکش! کیا ہمیشہ تم میرے دوست رہ سکتے ہو۔"

"سو فیصدی۔"

"تب پھر ہاتھ ملاؤ۔ ہم روزانہ ملا کریں گے۔ میں ماڈل ٹاؤن کے بنگلہ نمبر چوبیس میں رہتی ہوں۔ اور تم۔؟"

"میرا پتہ معلوم کرنا بیکار ہے کیونکہ ڈیڈی بے حد خطرناک آدمی ہیں میرے بارے میں کبھی نہیں بتائیں گے۔ ویسے بھی تم سے روزانہ مل سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے سامنے برج اسکوائر کے چوراہے پر اتار دو۔" اس نے کہا اور شاہد نے تھوڑی دور چل کر کار میں بریک لگا دیئے۔

ے

منصور نے کار پورٹیکو میں کھڑی کر دی۔ اور نیچے اتر آیا۔ صدر گیٹ میں ساڑھی باندھے ہوئے ایک عورت نظر آ رہی تھی۔ دور سے کافی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ منصور نے ایک گہری سانس لی اور اسی طرف بڑھنے لگا۔ چند لمحات کے بعد وہ عورت کے قریب تھا۔ اب اس نے اسے غور سے دیکھا۔ عمر تیس سے زیادہ رہی ہو گی۔ مگر سترہ سالہ بننے کی کوشش کی تھی۔ جسم پر ساڑھی کس کر لپیٹی گئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ ناف سے کئی انچ نیچے بندھی ہوئی تھی اور پیٹ پر غازے کی تہہ صاف نظر آ رہی تھی۔ اوپری حصہ بھی انتہائی پیمانے پر سجایا گیا تھا۔ آنکھوں میں سیاہ لکیریں کھنچی تھیں جو کانوں کی طرف کھینچی گئی تھیں۔

منصور کو دیکھ کر وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ بلاشبہ اس کے دانت بہت خوبصورت تھے۔

"ہیلو۔!" اس نے دلکش انداز میں کہا اور اوپر سے نیچے تک منصور کو دیکھنے لگی۔

"ہیلو۔!" منصور بھی خوش اخلاقی سے مسکرایا۔

"میں پہچانی نہیں۔"

"میرا نام منصور ہے۔ پروفیسر عابد سے ملنے آیا ہوں۔"

"خوبصورت نام ہے۔ آپ کی طرح۔ مگر ذوق بہت گھٹیا ہے۔ آپ جیسے لوگوں کو صرف مجھ سے ملنے آنا چاہیئے۔ میرا نام عالیہ ہے اور بدقسمتی سے پروفیسر عابد کی بیوی ہوں۔"

"مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔" منصور نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا آپ مجھے مسرت کا موقع دیں گے۔؟"

"میں نہیں سمجھا!" منصور نے حیرانی کہا۔

"اگر آپ دس منٹ میں پروفیسر سے فارغ ہو جائیں تو میں آپ کا انتظار کر لوں گی اس کے بعد ہم ڈیمنز کلب چلیں گے! یقین کریں مسز ناظم اور مسز شیرازی آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر کوئلہ ہو جائیں گی۔ ان کے تصور میں بھی ایسا حسین دوست نہ آیا ہو گا۔"

منصور نے دل ہی دل میں لاحول پڑھی۔ عجیب بے ہودہ عورت تھی بہرحال وہ جلدی سے بولا۔

"مجھے افسوس ہے مسز عابدی۔ پھر سہی۔ میں کسی دن آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا اس وقت تو مصروف ہوں۔"

"کاش۔ اس حسین صورت کے ساتھ آپ حسین ذوق بھی رکھتے ۔ بہرحال آج ابتدا اچھی ہوئی ہے دروازے سے نکلتے ہی ایک اچھی شکل نظر آئی۔ اچھا۔ پھر وعدہ۔ کب آ رہے ہیں۔"

"کسی بھی دن۔ میں آپ کو رنگ کر لوں گا۔"

"او کے۔"

وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی اور منصور گہری سانس لینے لگا۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا تھوڑی دور پر اسے ایک ملازم نظر آیا اور اس نے کارڈ اس کے حوالے کر کے کہا کہ وہ پروفیسر عابدی سے ملنا چاہتا ہے۔

ملازم نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا اور باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر ایک خوبصورت گون تھا۔ چہرے سے خاصا بارعب نظر آتا تھا۔

"سہیلہ۔ اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ منصور نے کھڑے ہو کر اس سے مصافحہ کیا تھا۔

"بڑی مسرت ہوئی منصور میاں۔ شاید تمہیں یہ سنکر حیرت ہو کہ تمہارے والد میرے دوستوں میں سے تھے

"اوہ۔ حیرت کے ساتھ یہ بات میرے لئے باعث مسرت بھی ہے۔"

"بیٹھو۔"

عابدی نے کہا اور خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ منصور کو تعجب تھا کہ اتنے شریف آدمی کی بیوی کیسی تھی۔ ویسے ان دونوں کی عمروں کے تضاد نے منصور کو کسی حد تک بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

"ماشاء اللہ تم بہت مشہور آدمی ہو۔ انٹرپول کا چیف آفیسر معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال میرے لائق کوئی خدمت۔"

"جی ہاں آپ کو ایک تکلیف دینے حاضر ہوا ہوں۔"

"فرمایئے۔ عابدی نے تپاک سے کہا۔

"یہ بات میرے علم میں ہے کہ یہاں آپ سے بڑا ماہر نباتیات اور کوئی نہیں ہے آپ سرکاری طور پر محکمہ نباتات کے ڈائریکٹر بھی ہیں چنانچہ اس حیثیت سے آپ نے پورے ملک کا سروے بھی کیا ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔ یہ میری ڈیوٹی تھی۔"

"کیا ہمارے ملک کے کسی حصے میں ہیرے نکلتے ہیں!"

"ہاں سرحد کے کئی علاقوں میں ہیروں کی کانیں موجود ہیں۔"

"میں خاص طور سے الماس کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"الماس!"

پروفیسر عابد کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ کئی منٹ تک سوچتے رہے۔ پھر بولے۔" الماس ہمارے ایک سرحدی علاقے میں ملتے ہیں لیکن وہاں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ میرا خیال ہے اب سے چودہ سال قبل ہماری ایک ٹیم آزاد علاقے میں جانکلی تھی۔ مجھے ایک رات وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہاں الماس کا بڑا ذخیرہ موجود ہے ہم نے واپس آکر حکومت سے اس کا تذکرہ بھی کیا لیکن وہ علاقہ ہمیشہ سے آزاد ہے۔ حکومت کا وہاں کوئی دخل نہیں ہے مجھے علم ہے کہ آزاد علاقے کے حکمرانوں سے اس سلسلے میں بات بھی ہوئی تھی۔ لیکن پھر اس کے نتیجے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ میں بھی بھول گیا۔ اس کے بعد سے اب اس سلسلے میں گفتگو ہوئی ہے۔

"گڈ۔ وہ کونسا علاقہ تھا۔!"

"ہماری جنوبی سرحد کے دوسری طرف۔ اس ریاست کا نام شاید شارغانہ ہے چھوٹے چھوٹے قبائل ہیں۔ بہت پرفضا علاقہ ہے۔"

"کیا آپ مجھے اس علاقے کا نقشہ فراہم کر سکتے ہیں۔" منصور نے کہا۔

"ہاں۔ میرے پاس بہت سے نقشے موجود ہیں۔ مگر وہاں داخلہ آسان نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلہ میں معلومات کرنا چاہتا ہوں۔" منصور نے کہا اور عابدی نے اسے شارغانہ جانے والے راستے کا مکمل نقشہ فراہم کر دیا۔ منصور نقشے کو دیکھ کر ضروری معلومات حاصل کرتا رہا۔ اور پھر شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا۔

اس نے باقاعدہ کام شروع کر دیا تھا۔ بہر حال ابتداء بہت عمدہ ہوئی تھی۔

پروفیسر عابدی پر اس سلسلے میں مکمل اعتماد کیا جا سکتا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد اس کی کار واپس نکل آئی۔ دروازے سے نکلتے ہوئے اسے مسز عابدی یاد آ گئی۔ عجیب واہیات عورت تھی۔ اس نے ایک بار پھر لاحول پڑھی اور کار کی رفتار تیز کر دی۔

اب اسے شارغانہ میں داخل ہونے کے لئے پروگرام بنانا تھا۔ نیز یہ بھی فیصلہ کرنا تھا کہ وہاں اگر وہ داخل بھی ہو گیا تو کام کس انداز میں کرے گا۔ اور پھر ذہن میں عمران کا خیال آیا۔ اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔
عمران ان معاملات میں ضرور دلچسپی لے گا۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو بہت سے کام بن سکتے ہیں۔
اس نے کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ فلیٹ کے نیچے گاڑی کھڑی کر کے اترا گیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ کال بیل بجاتے ہی سلیمان نے دروازہ کھولا تھا۔
اس نے بتایا کہ عمران پورے ایک ہفتے سے غائب ہے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں بتا سکا کہ وہ کہاں گیا ہے اور کب تک واپس آئے گا۔
منصور واپس اتر آیا اور اس کی کار پھر چل پڑی۔ عمران بھی ملنا مشکل گیا ہے اور اب اسکا انتظار فضول ہے۔ ظاہر ہے زیادہ وقت نہیں ضائع کیا جا سکتا، چنانچہ اس نے تنہا ہی جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ویسے اسے پروفیسر عابدی کی فراہم کردہ معلومات پر بھروسہ تھا۔ یوں بھی کہیں نہ کہیں سے ابتدا کرنا ضروری تھا۔ اس لئے شارغانہ ہی سہی۔
لیکن شارغانہ کے علاقے میں داخل ہونے کا مسئلہ بھی ٹیڑھا تھا۔ بظاہر اس علاقے میں داخل ہونے پر کوئی پابندی نہیں تھی لیکن اسے معلوم تھا کہ

آزاد علاقوں میں حکومت کے جاسوسوں پر خاص طور سے نگرانی رکھی جاتی ہے اور منصور کو یہ بھی معلوم تھا کہ آزاد علاقوں کے مکین گہری سیاست کے قائل نہیں تھے وہاں مشتبہ شخص پر مقدمہ چلانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ بس ایک دھماکہ اور مصیبت کی جڑ ہی ختم۔

چنانچہ اس علاقے میں داخلے کے لئے کافی غور و خوض کی ضرورت تھی منصور نے کار کا رخ ایک کافی ہاؤس کی طرف موڑ دیا۔ وہ بیٹھ کر اس پورے مسئلے پر غور کرنا چاہتا تھا۔ ایک چھوٹے سے کافی ہاؤس کی ایک میز پر کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ اس موضوع پر سوچتا رہا۔

شارغانہ کا نقشہ اس کے پاس موجود تھا۔ اسے ٹرین سے سفر کرنا تھا۔ ائیر سروس ایک مخصوص علاقے تک تھی اس کے بعد آزاد علاقے میں جانے کے لئے ایک طویل سفر ٹرین سے کرنا ہوتا تھا تب اس علاقے میں پہنچا جا سکتا تھا۔

اسے ایک آسانی ضرور تھی۔ منصور نے اس علاقے میں بولی جانے والی زبانوں کی تھوڑی بہت مشق کر لی تھی گو وہ ان زبانوں پر قادر نہیں تھا لیکن کام چلانے کے لئے مناسب تھیں۔ آزاد علاقے کی زبان بھی بولنے اور سمجھنے میں اسے کوئی دقت نہیں تھی۔

وہ غور کرتا رہا۔

اور پھر اس نے اپنے طور پر ذہن میں ایک نقشہ تیار کیا۔ اس راستے سے شارغانہ تک پہنچنے میں گو طوالت ضرور تھی جیسا کہ عابدی نے بتایا تھا کہ پٹھانوں کا علاقوں ہے۔ پہلے وہ وہاں اپنے لئے راہ ہموار کرے گا اور اس کے بعد شارغانہ میں بحیثیت شارغانی داخل ہوگا۔ بہت سے فیصلے کرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گیا۔



ملکہ درغانہ کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ وہ اپنے چار مشیروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی کسی مسئلے پر گفتگو کر رہی تھی۔

"میرا بوڑھا تجربہ کہتا ہے کہ یہ بھی شادغانہ کے خلاف سازشوں کی کڑی ہے۔ یقیناً ان چتکبرے کتوں نے اس تنر خسانی کو قتل کیا تھا تاکہ الزام ہمارے سر آسکے!"

"اگر ایسا ہوا تو بہت بری بات ہوگی دارا خاں۔ تنر خسانی سیدھے سادے لوگ ہیں وہ ان کے دھوکے میں با آسانی آجائیں گے اور پھر دو پڑوسی قبائل جن میں سالہا سال سے دوستی چلی آرہی ہے دشمن بن جائیں گے۔ بڑا خون خرابہ ہوگا دارا خاں۔ اور وہ بے غیرت ہمیں آپس میں لڑا دیں گے۔"

"تنر خسانی ان کے دھوکے میں آچکے ہیں ملکہ درغانہ۔ اگر آپ اندازے سے حالات کا جائزہ لیں گی تو تمام کیفیت آپ پر منکشف ہو جائے گی" نوجوان ہیبت خاں نے کہا۔ جو شیر کے شکار میں ملکہ کے ساتھ تھا۔ ملکہ اور دوسرے لوگ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"سب سے پہلے چتکبرے کتوں کا وفد سرحد پار کرکے ہمارے پاس آیا۔ انہوں نے ہم سے شادغانہ میں رہنے کے لئے تھوڑی سی جگہ مانگی لیکن ان کی تاریخ غداری سے بھرپور رہی ہے۔ انہوں نے ہر جگہ پہلے اسی قسم کے جال پھیلائے اور بعد میں اسی جگہ قابض ہو گئے یہ چتکبرے کتوں کی پرانی چال تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ہمیں زراعت کے نئے جدید ترین طریقے سکھائیں گے۔ لیکن ہمیں معلوم تھا کہ وہ ہمارے شیروں کے خون میں گیدڑوں کا خون شامل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں سرحد سے نکال دیا"

گیا۔ ظاہر ہے ان جنگجو کتوں کے لئے دوسری پناہ گاہ شرخسان تھی۔ لیکن اب وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ اب پہاڑیوں میں رہنے والے اتنے احمق نہیں رہ گئے جتنے کبھی تھے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں نوّے فیصد آبادی اب بھی توہم پرست ہے۔ چنانچہ انہوں نے خفیہ پروگرام بنایا۔ اور پھر ــــ شرخسان کے مشرقی حصے میں راتوں رات ایک قبرستان ابھر آیا۔ جس میں عجیب سی ہوئی اونچی اونچی قبریں تھیں۔ اور اس قبرستان کا ایک محافظ بھی تھا۔ ایک زندہ محافظ۔ جس نے انہیں بتایا کہ وہ قبرستان صدیوں پرانا ہے۔ ان قبروں میں شرخسانیوں کے آباؤ اجداد کی لاشیں دفن ہیں اور قبرستان اس لئے نمودار ہوا ہے کہ شرخسانیوں کے آباؤ اجداد اب شرخسان کی شہرت اور طاقت کو بلندی پر پہنچا دیں۔"

"کیا تم بابا ہامان کا ذکر کر رہے ہو ہیبت خاں۔ تم پوشیدہ قبرستان کی روحوں کو اپنا مخالف بنا رہے ہو۔ جس چیز کے بارے میں ثبوت نہ ملے اس کے سلسلے میں الفاظ کی احتیاط ضروری ہے۔"

" میں جانتا تھا کہ ملکہ بھی اس بوڑھے سے مرعوب ہیں۔ میری زبان آج تک اسی وجہ سے بند تھی۔ لیکن آج میں دیکھ رہا ہوں کہ شارغانہ کے خلاف ان کی سازش مکمل ہو گئی ہے اور کوئی وقت جا رہا ہے کہ شرخسانی جنگجو شارغانہ کے مقابلے پر جمے ہوں گے۔"

" اگر ایسا ہوا تو شارغانہ کے جوان بھی کمزور ثابت نہیں ہوں گے۔" ملکہ درغانہ نے جوش میں کہا۔ اور پھر بوڑھے دارا خاں کی طرف رخ کر کے بولی۔

" آپ کا کیا خیال ہے۔؟"

" میرا خیال ۔ بوڑھے نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہیبت خاں نے جوانی کے جوش میں بابا ہامان پر جو الزامات لگائے ہیں اگر درست نہیں ہیں۔ تو کیا یہ شہیدہ قبرستان کی روحوں نے اس کو معاف کر دیا ہو گا۔ کیا ہیبت خاں کے یہ الفاظ شارغانہ پر مصیبت نہیں نازل کریں گے۔!"

ہیبت خاں کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی " ٹھیک ہے۔ داراخاں اگر تمہارا یہ خیال ہے تو ہیبت خاں کو قتل گاہ لیجا کر ذبح کر دو۔ لیکن اتنا یاد رکھو اگر تو ہمان پر اسی طرح بھروسہ کرتے رہے تو ایک دن شارغانہ بھی شہر خساں کہلائے گا۔"

" جذبات پر قابو رکھو ہیبت خاں۔ ہمیں آپس میں الجھنے کے بجائے مسئلے کا حل تلاش کرنا ہے۔!"

" میری کمزور عقل میں جو کچھ آیا تھا میں نے کہہ دیا۔ اس سے زیادہ میں کیا عرض کر سکتا ہوں ملکہ مجھے جو حکم دیا جائے گا اسے بروقت بجالانے کے لئے تیار رہوں گا۔"

" اگر ان معاملات سے بابا ہامان کو نکال دو تو کیا حرج ہے۔"

" میں عرض کر چکا ہوں کہ میں نے ایک خیال پیش کیا تھا۔ یہ میرا اپنا خیال ہے اگر اس سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے تو میں شرمندہ ہوں۔ لیکن میری اپنی رائے اٹل ہے۔ ہیبت خاں نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر ایک سپاہی نظر آیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر گردن ہلا دی تھی۔

"کیا بات ہے!"

درغانہ نے پوچھا۔

" خنجروں کا ایک وفد آپ کی اجازت چاہتا ہے ان کی تعداد چار ہے

اور وہ سفید رنگ کے گھوڑوں پر شمار غانہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہے اور ان کے پاس امان کا جھنڈا موجود ہے۔"

"اوہ۔! درغانہ کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی اور پھر اس نے اپنے مشیروں کی طرف جھک کر کہا۔

"کیا خیال ہے۔!"

"ملاقات مناسب رہے گی۔!" دارا خاں نے کہا۔

"میری بھی یہی رائے ہے۔"

ہیبت خاں بولا اور دوسرے لوگوں نے بھی یہی رائے دی۔

"ٹھیک ہے۔ ان لوگوں کو بٹھاؤ۔ ہم آرہے ہیں۔!" اور درغانہ نے کہا اور سپاہی باہر نکل گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر درغانہ نے کہا:" اس وقت یہ لوگ کہاں سے اور کیوں آئے ہیں!"

"ملکہ عالیہ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔!" ہیبت خاں بولا۔

"کیا۔؟"

"جنجرے دور دور تک اس علاقے میں نہیں ہیں۔ لیکن وہ کتنی جلدی یہاں پہنچ گئے۔ کیا ملکہ اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتیں۔"

"اوہ۔ تمہارا خیال ہے کہ کہیں قریب ہی ان کا پڑاؤ ہے۔ ہمارے نکالنے کے بعد وہ یہاں سے نہیں گئے۔"

"میرا یہی خیال ہے ملکہ عالیہ۔"

"خیر۔ دیکھ لیتے ہیں۔" درغانہ نے کہا اور اٹھ گئی۔" بس ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔"

وہ چاروں ملکہ کا انتظار کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس

کے عقب میں چلتے ہوئے اس خوبصورت ہال میں داخل ہوگئے جس کی سج دھج نرالی تھی۔

صندل کی لکڑی کی کرسیوں پر وفد کے چاروں ارکان بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے لمبے لمبے کوٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کی تلمیں واڑھیوں کی شکل کی تھیں۔ درغانہ کو دیکھ کر سب اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے سر جھکا کر اسے تعظیم دی۔

ملکہ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی ایک زرنگار کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے۔ تم کون لوگ ہو اور کیوں آئے ہو۔؟"

" ملکہ کا اقبال بلند ہو۔ ہم غریب الوطن وہی درخواست لیکر آئے ہیں جو اس سے قبل لا چکے ہیں۔ ہمارے سردار نے درخواست کی ہے کہ شارغانہ کا جنوبی علاقہ وہاں تک جہاں دو پہاڑیاں سر جوڑے کھڑی ہیں ہمیں دیدیا جائے تاکہ ہم وہاں کاشت وغیرہ کرکے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ اس علاقے سے ملکہ کو کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اس کے عوض ہم ملکہ کے وفادار رہیں گے اور ضرورت کے وقت ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔ ہم جدید انداز میں کھیتی باڑی کریں گے۔ ہم زمین کے سینے میں سوراخ کرکے اس سے سونا، تانبہ اور دوسری دھاتیں نکالیں گے۔ شارغانہ ایک جدید ریاست بن جائے گی اور یقیناً اسے ہماری دوستی پسند آئے گی۔"

ملکہ کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ داراخان بھی خاموش تھا البتہ ہیبت خان کی آنکھوں میں غصے کے تاثرات نظر آرہے تھے۔

" اگر تمہارے سردار کی یہ بات قبول نہ کروں تو۔ " ملکہ نے کہا۔

" تب ملکہ کو ایک بری خبر سنائی جائے گی!" وفد کے لیڈر نے جواب دیا۔

"وہ بری خبر کیا ہے ؟"

"شنرخسان کے سردار کے بیٹے کو شارغانیوں نے قتل کر دیا ہے۔ پورا شنرخسان شارغانہ کا خون پینے کے لئے بے چین ہے۔ اگر ہمیں جگہ نہ ملی تو ہم شنرخسانیوں سے درخواست کریں گے اور پھر ہم ان کی مدد کرنے کے لئے مجبور ہوں گے۔

ہیبت خاں غصّے سے تلملا رہا تھا۔ اسکا ہاتھ بار بار کلہاڑی کے دستے پر پہنچ جاتا۔ ملکہ نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اسکا شانا دبایا اور بولی۔

بصورت دیگر اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو تم شنرخسانیوں کو کیسے روکو گے۔؟"

"یہ ہمارے سردار کا کام ہے۔ وہ پوری کوشش کرکے شنرخسانیوں کو شارغانہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے روک دیگا۔ اور اگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا تب پھر۔ ہم شارغانیوں کے شانہ بشانہ لڑیں گے اور شنرخسانی ہمارے مقابلے میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ ٹک سکیں گے۔!"

"مجھے اجازت دو ملکہ۔ میں ان کتوں کے سر کاٹ کر شنرخسانی بھجوا دوں۔"

ہیبت خاں غصّے سے دیوانہ ہو چکا تھا۔

"بیٹھ جاؤ ہیبت خاں۔ یہ لوگ نہتے ہیں اور پھر قاصد ہیں۔ ہم ان سے کچھ نہیں کہیں گے۔"

ملکہ ودغانہ نے سکون سے کہا اور پھر وفد کے لیڈر سے بولی۔

"تمہارا سردار کون ہے !"

"ہماری طرح ایک عام انسان۔!"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم واپس جا سکتے ہو۔ تمہارے سوال کے جواب میں صرف یہ الفاظ کافی ہیں کہ شارغانہ شنرخسان کا دوست ہے لیکن اگر

شر خسانی ایک ہزار عفریتی قوتوں کو لے کر ہماری دشمنی پر اتر آئے۔ تب بھی وہ شار غانہ کے پہاڑوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔"

"بہتر ہے ملکہ عالیہ۔ ہم یہ جواب اپنے سردار کو دے دیں گے۔" وفد کے لیڈر نے کہا اور پھر وہ وہاں سے اٹھ گئے۔

ہیبت خاں خونخوار نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے نکل جانے کے بعد اس نے داراخاں اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیا اب بھی میری بات پر شبہ ہے ملکہ عالیہ۔"

"کیا مطلب ہیبت خاں۔ ان لوگوں کی گفتگو سے یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی کہ بابا ہاران ہی ان کا سردار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ واقعی ان لوگوں کی گفتگو سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔"

"اس ذکر کو چھوڑو۔ ہمیں اب بہت جلد فیصلے کرنے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ ہمیں ان لوگوں نے شر خسانیوں کے ارادے سے آگاہ کر دیا۔"

"میری ایک رائے ہے۔ اگر مناسب سمجھی جائے۔" داراخاں نے داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔

"ہم فوری طور پر ایک وفد شر خسان بھیجیں اور شر خسان کے سردار کو اس بات سے آگاہ کریں کہ چنگیرے ہم لوگوں کو آپس میں لڑانے کے لئے سازش کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ شر خسان کے ولی عہد کو کسی شار غانی نے قتل نہیں کیا بلکہ یہ بھی انہی چنگیروں کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ شر خسان کے سردار کو چنگیروں کے ورغلانے میں آ کر جنگ کی تیاریاں نہیں کرنی چاہئیں۔ بلکہ عقل سے کام لیکر شار غان کے ساتھ مل کر چنگیروں کی سازش کو ناکام بنانا چاہیئے۔"

"بہت عمدہ تجویز ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔" ہیبت خاں

نے کہا۔

"بیشک عمدہ تجویز ہے۔"

"لیکن سوچنا یہ ہے کہ یہ کام جشن سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔"

"صرف جشن منانی قوموں نے ہمیشہ تباہی کا سامنا کیا ہے داراخاں۔ کل صرف بشیر کو ہلاک کرنے کی رسم ادا کی جائے گی۔ ہم جشن نہیں منائیں گے"، درغانہ نے کہا۔

"ہمارے وفد کا سربراہ شرخسانی سردار سے کہے گا کہ ولی عہد خارا کی موت کے سوگ میں ہم نے اپنا جشن ملتوی کر دیا ہے!"، ہیبت خاں نے کہا اور درغانہ مسکرانے لگی۔

"ہمیشہ دور کی کوڑی لاتے ہو ہیبت خاں۔ ویسے وفد کی سربراہی کے لئے میں داراخاں کا نام پیش کرتی ہوں۔"

"بلاشبہ داراخاں زیرک اور تجربہ کار ہے۔ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

سب نے کہا۔ اور یہ بات طے ہو گئی۔

- :: -

۹

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بظاہر وہ اس انداز میں آگے بڑھا تھا جیسے وہاں سے جا رہا ہے۔ لیکن جونہی نظروں سے نائلہ اوجھل ہوئی اس نے کار سڑک سے اتار کر روک دی۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریڈی میڈ میک اپ نکال کر چہرے پر فٹ کیا۔ اور پھرتی سے کار سے نیچے اتر آیا۔ اس نے دوڑتے ہوئے کوٹ الٹ کر پہنا تھا۔ کوٹ دونوں طرف سے استعمال ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے دیر بعد نائلہ اس کی نگاہوں میں آگئی اور اس نے رفتار سست کر دی۔ اب وہ اطمینان سے اس کے تعاقب میں چل رہا تھا۔ نائلہ خاصی چوکنی تھی لیکن:۔

عمران کے انداز سے ذرا برابر شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ یوں بھی ان کا فاصلہ بہت کافی تھا۔

وہ کئی دن سے اس لڑکی کے چکر میں تھا۔ شبہ کی وجہ معمولی تھی بس اس کی چھٹی حس ہی تھی جس نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ لڑکی کسی چکر میں ملوث ہے۔ اس کا رہن سہن۔ اسکا انداز مشکوک تھا۔ کئی دن تک لڑکی کا تعاقب کرنے کے بعد اس نے اس سے مل بیٹھنے کا فیصلہ کیا اور پھر خاور اور چوہان علی الاعلان اس کا تعاقب کرنے لگے۔ اگر عمران نہ چاہتا تو لڑکی کو تعاقب کا علم نہ ہوتا۔ لیکن اس نے بحیثیت ایکسٹو ان دونوں کو یہی ہدایت دی تھی کہ اس کو تعاقب کا علم ہو جانا چاہیئے۔

مقصد یہی تھا جو آج پورا ہو گیا۔

لڑکی اس سے مل چکی تھی اور عمران نے جو کچھ باور کرایا تھا وہ عمران کا کام بنا دینے کے لئے کافی تھا۔ آج اس سے مل کر عمران اسے برج اسکوائر تک لے آیا تھا۔ اور اب اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

وہ لڑکی کی رہائش گاہ سے بخوبی واقف تھا۔ برج اسکوائر میں یقیناً وہ کسی سے ملنے آئی تھی۔

وہ تعاقب کرتا رہا۔

اور پھر لڑکی ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی۔ عمران جلدی سے آڑ میں ہو گیا تھا۔ لڑکی اندر داخل ہو گئی تو وہ باہر نکل آیا اور ٹہلنے کے سے انداز میں بنگلے کی طرف چل پڑا۔ پھاٹک کے باہر بنگلے کے مکین کی نیم پلیٹ موجود تھی۔ جس پر اے۔ کے زیدی۔ ایئر پورٹ منیجر لکھا ہوا تھا۔

" ایئر پورٹ منیجر۔ "

عمران نے زیر لب کہا۔ اور پھر گردن ہلاتا ہوا واپس چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی اسپورٹس رانا پیلس کی طرف دوڑ رہی تھی۔ رانا پیلس میں داخل ہو کر وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں بلیک زیرو موجود تھا۔

بلیک زیرو جلدی سے تعظیماً کھڑا ہو گیا تھا۔

عمران نے اس سے رسمی گفتگو کی اور پھر ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ رسیور اٹھا کر اس نے صفدر کے نمبر ڈائل کئے۔ اور چند منٹ کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

" میں صفدر بول رہا ہوں۔ "

"ایکسٹو۔ عمران بھرائی ہوئی انداز میں بولا
"یس سر۔ کیا حکم ہے۔"
"برج اسکوائر بنگلہ نمبر ۲۲ اے کے زیبری۔ ایرپورٹ منیجر۔ اس شخص کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں اس کے علاوہ نعمانی اور صدیقی کو اس کے بنگلے کی مستقل نگرانی پر لگا دو۔"

"بہت بہتر جناب۔ صفدر نے جواب دیا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بلیک زیرو اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔
"کوئی خاص بات نہیں۔ ایک لڑکی کو چیک کر رہا ہوں مجھے شبہ ہے کہ وہ کسی قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔"
"جی۔" بلیک زیرو نے گردن ہلادی تھوڑی دیر کے بعد عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ اور پھر ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر اونگھنے لگا۔ تقریباً بارہ دن سے وہ رانا پیلس میں مقیم تھا۔ کوئی خاص وجہ نہیں تھی بس تبدیلی مقصود تھی۔ کافی دیر تک وہ آرام کرسی میں دراز رہا۔ پھر نہ جانے اسے کیا خیال آیا کہ وہ چونک پڑا۔
اس نے جیبوں میں کچھ تلاش کیا اور ایک پرچہ نکال لیا۔ یہ صوفی کے فون نمبر تھے انٹیلیجنس سروس کے اسپیشل ڈپارٹمنٹ کے چیف کی حیثیت سے صوفی کو جو بنگلہ رہائش کے لئے ملا تھا اس میں فون بھی موجود تھا۔ ویسے صوفی کی جون بدل گئی تھی اور عمران کو اس پر خوشی تھی۔ ایک مستحق آدمی کو صحیح مقام مل گیا تھا۔ اور فیاض کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے صوفی کے نمبر ڈائل کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔
"درویش رحم کریں۔" رسیور پر صوفی کی آواز سنائی دی۔
"ضرور کریں گے۔ بلکہ کر دیا۔" عمران نے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں۔ درویشوں کی دعا ہے۔"

"میں پیر انڈے شاہ بول رہا ہوں۔"

"درویش کرم کریں۔ میں پہچانا نہیں۔"

"کمال ہے گنڈیری والے انڈے شاہ کو نہیں پہچانتے۔ ہم دونوں نے مل کر گنڈیریوں کا بزنس کیا تھا۔"

"ارے۔ افوہ، ا[illegible]کم۔ آپ ہیں عمران صاحب درویشوں کی دعا ہے۔"

"کیا حال ہے! بہت دن سے تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔"

"بس آج درویشوں نے کرم کر دیا۔" صوفی نے جواب دیا۔

"خوب۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ مگر کیا کرم کیا۔"

"آج میں نے اپنی ڈیوٹی کا چارج سنبھال لیا ہے۔ آفس گیا تھا وہاں سپرنٹنڈنٹ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔"

"بہت خوب۔ کیا ری ایکشن دیا۔"

"بڑے کٹھن حالات تھے جناب۔" صوفی نے کہا اور پھر اس نے فیاض سے ملاقات کی مکمل تفصیل بتائی۔ عمران بہت دلچسپی سے سن رہا تھا۔ صوفی کے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دلچسپ سچویشن پر مسکراتا رہا۔ پھر اسے صوفی کی آواز سنائی دی۔ "ویسے بڑی الجھن ہے جناب۔ کپتان صاحب مجھے سلوٹ کرتے ہیں اور میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سلسلے میں کیا کروں۔؟"

"فیاض کے سلوٹ کا جواب دیکر الٹے کھڑے ہو جایا کرو۔ چند دن کے بعد دماغ درست ہو جائے گا۔"

"ہو ہو۔ آپ مذاق فرما رہے ہیں درویشوں کی دعا سے!"، صوفی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی کیس ملا۔؟"

"جی۔ سب ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔"

"کسی سلسلے میں میری ضرورت پیش آئے تو تکلف مت کرنا۔"

"آپ کے احسانات کے بوجھ نے میری کمر جھکا دی ہے درویشوں کی دعا سے۔ میں کس زبان سے۔۔۔"

"کمر پر روغن بادام اور عرق گاؤ زبان ملا کر مالش کرو۔ سیدھی ہو جائے گی"، عمران نے درمیان سے صوفی کی بات کاٹ دی اور ٹیلی فون بند کر کے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر ابھی تک مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور دوبارہ ریسیور اٹھا کر فیاض کی کوٹھی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

وہاں بھی فون رسیو ہونے میں دیر نہیں لگی۔ دوسری طرف فیاض ہی تھا۔

"ہیلو۔ اس کی غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے سبحان اللہ۔ کیا رعب دار آواز پائی ہے کپتان صاحب۔"، عمران چہکدار آواز میں بولا۔

"کیا بکواس ہے۔ کون بول رہا ہے۔!"

"آپ کا خادم عمران ولد رحمان قوم پٹھان ساکن محلہ آتش بازاں۔"، عمران بدستور اسی انداز میں بولا۔

"کیا ہیجڑوں کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا ہے۔!"، فیاض جل کر بولا۔

"ارے کہاں۔ دل تو بہت چاہتا ہے مگر تم سے ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ عمران نے برجستہ کہا اور فیاض جھینپ گیا۔ پھر چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"کہاں مر گئے ہو نظر ہی نہیں آتے۔"

"مرنے کے بعد کون نظر آتا ہے۔ بہر حال تم سناؤ کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں۔ میں ملازمت چھوڑ رہا ہوں۔"

"ارے کیوں۔!" عمران نے حیرت حیرت زدہ لہجہ بنا کر پوچھا۔

"رحمان صاحب بیٹھ گئے ہیں۔ محکمہ سراغرسانی مسخروں کا اڈہ بنتا جا رہا ہے چند دن کے بعد لوگ دیاں تفریح کرنے آنے لگیں گے۔"

"مگر ہوا کیا۔" عمران ہنسی ضبط کر کے بولا۔

"آپ کے صوتی صاحب چیف آف اسپیشل ڈپارٹمنٹ بنکر نازل ہوئے ہیں۔ باقی تم خود سمجھ لو۔"

"ارے واہ۔ یہ تو بہر مسرت کی بات ہے۔ یار فیاض تم مجھے اپنی ماتحتی میں لے لو۔ تمہارے ماتحتوں کو بڑے بڑے عہدے مل جاتے ہیں میرا بھی کام بن جائیگا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں جانتا ہوں یہ سب کچھ مجھے ذلیل کرنے کے لئے کیا گیا ہے میں نے ایک ماہ کی رخصت کی درخواست بھیجدی ہے اس کے بعد ریزائن کر دوں گا۔"

"یہ بھی بہت اچھی بات ہے ویسے ملازمت چھوڑنے کے بعد مجھ سے ملنے ضرور رجوع کرنا۔ ہم دونوں مل کر بزنس کریں گے۔ میرا خیال ہے تمہیں گنڈیریوں کا ٹھیلا لگانے میں کوئی عار نہ ہو گا۔"

چند لمحے کے لئے فیاض سکتے میں رہ گیا اور پھر اس کی غراہٹ سنائی دی۔ "ہوں تو یہ تمہاری کوششیں ہیں۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا لیکن۔۔۔"

"ٹاٹا!" عمران نے اس کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی اور فون بند کر دیا۔ پھر وہ بلیک زیرو کو تفصیل بتاتے ہوئے کافی دیر تک مسکراتا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے

بعد اسے صفدر کا فون ملا۔

"ایم کے زیدی کے بارے میں مختصر معلومات مل گئی ہیں جناب۔ ایئر پورٹ منیجر ہونے سے قبل وہ ایک فرم میں ڈائریکٹر تھا۔ جلد ہی وہ فرم بند ہو گئی۔ عیاش طبع آدمی ہے کوٹھی میں تنہا رہتا ہے۔ لڑکیاں ہر دور میں اس کے پاس آتی رہی ہیں اور ان کے معاملے میں بہت گھٹیا انسان ہے۔"

"ہوں۔ اور کچھ۔"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"ٹھیک ہے نگرانی جاری رکھو۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

○

ایرینا میں ہزاروں تماشائی موجود تھے۔ ایک طرف ملکہ درغانہ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے قریب ہیبت خاں اور داراخاں بیٹھے ہوئے تھے نیچے ایرینا میں قوی ہیکل چار آدمی ہاتھوں میں مڑے ہوئے چاقو لئے تیار کھڑے تھے۔ ان کی نظریں اس آہنی دروازے پر لگی ہوئی تھیں جو آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ آہنی جنگلہ اوپر غائب ہو گیا۔ وہ سرنگ صاف نظر آ رہی تھی جس میں زخمی شیر موجود تھا۔ اوپر بیٹھے ہوئے تمام لوگ دلچسپی سے سرنگ کے دہانے کو دیکھ رہے تھے جہاں سے شیر برآمد ہونے والا تھا۔

دفعتاً شیر کی خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ اسے شاید دروازہ کھلے ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ دہاڑتا ہوا آندھی اور طوفان کی طرح باہر نکل آیا۔ تاریکی سے روشنی میں آیا تھا اس لئے چند سکنڈ تو کچھ نظر نہ آیا۔ پھر اس نے اپنے

سامنے کھڑے ہوئے انسانوں کو دیکھ لیا۔ اسکا غیض و غضب انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ یہی انسان اس کی اس حالت کا باعث بنے تھے۔

وہ پوری قوت سے دہاڑا اور اس نے سامنے کھڑے ہوئے ایک شخص پر چھلانگ لگا دی لیکن اسکے مقابل اس سے قبل سات شیروں کو ہلاک کر چکے تھے انہیں اس چھلانگ کا پورا تجربہ تھا چنانچہ جس شخص پر چھلانگ لگائی گئی تھی۔ وہ صاف نکل گیا۔ اس کی طرف شیر کی توجہ سے دوسرے تین آدمیوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور شیر کے جسم میں تین زخم بن گئے جن سے خون ابلنے لگا۔

طاقتور درندے نے زخموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمنوں کو موقع نہ دینے کا فیصلہ کیا اور ایک اور آدمی پر چھلانگ لگا دی۔ ایک وقت میں وہ ایک ہی کام کر سکتا تھا۔ لیکن وہ چھلاوے تھے۔ شیر کی جست سے بچ نکلنے کی جتنی انہیں مہارت تھی دوسروں کو نہیں ہوگی۔ شیر پنجوں کے بل پر زمین پر گرا اور زمین سے زخم کھا کر کھڑا رہ گیا۔

ویسے خون کافی بہہ جانے کی وجہ سے وہ نقاہت محسوس کر رہا تھا چنانچہ اس بار وہ جست کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اور بھوکی نظروں سے انہیں گھورتا رہا۔ بڑا کے اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ پھر پیچھے سے ایک لڑاکے نے وار کیا اور شیر اچھل کر پلٹا وہ اس کی طرف متوجہ ہی ہوا تھا کہ دوسرے نے ایک اور چاقو گھونپ دیا۔ وہ اس طرف گھوما تو تیسرے نے اور پھر اس پر تابڑ توڑ حملے ہونے لگے اور شیر نڈھال ہو کر گر گیا۔ اب وہ بے بسی سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ چند منٹ کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔

شیر کے دم توڑتے ہی فضا نعروں سے گونج اٹھی۔ لوگ چیخ رہے تھے تالیاں بجا رہے تھے۔ ملکہ کی زندگی کا شکر ادا کر رہے تھے پھر داراخان نے کھڑے

ہو کر کہا۔ آٹھویں دورِ حکومت کی دلی مبارک باد قبول کریں ملکہ عالیہ اور خادم کو اجازت دیں۔"

"شکریہ داراخاں۔ جاؤ۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے مشن میں کامیاب لوٹو۔ اور شاسغانہ ایک خوفناک تصادم سے بچ جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا ملکہ عالیہ۔ میں قنرخسان سے امن کا پیغام لیکر لوٹوں گا۔" داراخاں نے کہا اور پھر وہ ملکہ کے سامنے جھک کر ایریا سے نکل آیا۔ باہر آٹھ گھوڑے تیار کھڑے تھے جن میں سات کے سوار گھوڑوں کے نزدیک مستعد کھڑے تھے۔ آٹھواں گھوڑا خود داراخاں کیلئے تھا۔ داراخاں کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی دوسرے سوار بھی گھوڑوں پر بیٹھ گئے اور گھوڑے مناسب رفتار سے چل پڑے۔

شہر سے نکل کر وہ پکی سڑک پر آئے اور گھوڑوں کی رفتار تیز ہو گئی۔ تھوڑے دیر کے بعد وہ شاسغانہ کا آخری نشان بھی پیچھے چھوڑ آئے اب وہ ایک ہموار میدان میں دوڑ رہے تھے۔ گھوڑوں کی رفتار طوفانی تھی۔ داراخاں بوڑھا آدمی تھا۔ مگر اس کے چوڑے اور مضبوط سینے کے آگے بڑے بڑے جوان مات کھاتے تھے۔ اسکا گھوڑا سب سے آگے تھا میدان کے بعد وہ ایک ناہموار راستے پر آگئے۔ یہاں گھوڑوں کی رفتار سست ضرور ہو گئی تھی لیکن انہیں چلنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ ان راستوں سے واقف تھے۔

طویل فاصلہ طے ہوتا رہا۔

بڑے بڑے پہاڑوں سے گزر کر وہ اونچی اونچی چٹانوں والے علاقوں میں پہنچ گئے جن کے دوسری طرف قنرخسان آباد تھے۔ پھر وہ چٹانوں کے دوسری طرف پہنچ گئے تو ان کے کانوں میں لکڑی کے لٹھے بجنے کی آواز آئی۔ یہ قنرخسانیوں کا طریقہ پیغام رسانی تھا۔ گویا ان کے آنے کی خبر دور تک پھیلائی جا رہی ہے۔ پھر جب وہ قنرخسان کے دارالحکومت میں داخل ہوتے تو بستی کے باہر ایک بڑے ہجوم نے ان کا استقبال کیا۔

شر خسانی جوان دور تک پھیلے ہوئے خونخوار نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے سب سے
آگے قوی ہیکل سردار کھڑا ہوا تھا اس کی نظروں میں ایک خوفناک سکوت تھا۔ شر خسانی بھی
خلاف معمول خاموش کھڑے تھے۔

دارا خاں گھوڑے سے اتر آیا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی وہی ردعمل
دہرایا۔ پھر دارا خاں نے اپنی کلاشنکوف کھول کر ایک طرف ڈال دی اور چند لمحات کے اندر وہ
سب نہتے ہو گئے یہ اظہار خیر سگالی تھا۔ پھر باقی لوگ وہیں کھڑے رہے اور دارا خاں آہستہ
قدموں سے آگے بڑھ کر سردار کے نزدیک پہنچ گیا۔ سردار کے نزدیک پہنچکر وہ جھکا اور پھر
سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"میں ملکہ درغانہ کا قاصد ہوں۔"

"کیوں آئے ہو۔؟" سردار نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

"پیغام ہمدردی لیکر ہم اپنی سالانہ رسم مناکر واپس آرہے تھے کہ راستے میں ہم نے
نوجوان شر خسانی کی لاش دیکھی ہمیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ شر خسان کا ہونیوالا سردار ہے۔
ہم لوگ حیرت سے وہ لاش دیکھ ہی رہے تھے کہ چند شر خسانی وہاں پہنچے اور خاموشی سے لاش
اٹھاکر واپس آگئے۔ ملکہ درغانہ کو اندیشہ تھا کہ کہیں شر خسانی اس نوجوان کا قاتل ہمیں نہ سمجھ لیں
اس نے ہمیں اسلیئے بھیجا ہے کہ ہم یہ غلط فہمی دور کر دیں۔"

" ان فلک بوس پہاڑوں میں حکومت کرنیوالوں نے آج تک دلیری اور سچائی
سے حکومت کی ہے۔ ہم اگر کسی کے دشمن ہوتے ہیں تو کھل کر اور اگر دوستی کرتے ہیں تو وہ بھی
بھرپور لیکن افسوس۔ تنار غانہ کی قسمت کا چراغ گل ہو گیا۔ اسے ایک مکار اور جھوٹی ملکہ ملی
ہے۔ کیا خارا کو قتل کرنے والے آسمان سے اترے ہیں!" سردار نے گرج کر پوچھا۔

دارا خاں اور اس کے ساتھیوں کے چہرے خون کی طرح سرخ ہو گئے۔ ان کے
جبڑے کھنچ گئے اور جبڑوں کے مسلز ابھرنے لگے۔ چند منٹ دارا خاں اپنے غصے پر
قابو پاتا رہا۔
آواز میں بولا۔

"ہم قاصد ہیں۔ براہ کرم ہمارے سامنے ہماری ملکہ کی شان میں ایسے الفاظ نہ ادا کریں ہم بتانے آئے تھے کہ اب سے تھوڑے عرصے پہلے کچھ چنگیرے ہمارے پاس آئے تھے۔ وہ ہم سے ہمارے علاقے کا تھوڑا سا حصہ لیکر وہاں آباد ہونا چاہتے تھے لیکن ملکہ درغانہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ کیونکہ ان کی نسل خراب ہوتی ہے اور وہ دوسروں کو بھی خراب کرتی ہے۔ چنگیرے سارنشی اس بات سے ناراض ہو گئے ہم نے انہیں اپنی سرحد سے نکال دیا تھا۔ وہ کہیں جانے کی بجائے ان پہاڑوں میں چھپ گئے اور کارروائی کرنے لگے ہمیں شبہ ہے کہ شہزادہ خارا کو ان لوگوں نے قتل کر کے اسکی موت کا الزام ہمارے سر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بات کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ رات کو چنگیرے ہمارے پاس آئے تھے انہوں نے ہمیں دھمکی دی اور کہا کہ اگر اب بھی ہم نے ان سے تعاون نہ کیا تو شرخسان اور شارغانہ میں جنگ ہوگی اور اسکا نتیجہ شارغانہ کے حق میں برا نکلے گا۔ ملکہ درغانہ کی خواہش ہے کہ اس سلسلے میں ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور تحقیقات کی جائے کہ شہزادہ خارا کو کس نے قتل کیا ہے ہم خارا کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ہم نے اپنا جشن بھی اس کے غم میں ملتوی کر دیا ہے۔"

"غیرت۔ غیرت۔ شرم۔ شرم۔ شارغانہ کے بے غیرتو۔ جو ڈھونگ تم رچا کر آئے ہو وہ چلنے والا نہیں ہے یہ سنکر شاید تمہیں اپنی بے غیرتی کا احساس ہو جائے کہ ہمارے مقدس بزرگ بابا ہامان نے تیروں کے شہزادہ خارا کی موت کی اطلاع ہمیں دی تھی انہوں نے ہمیں بتایا کہ جاؤ۔ شرخسان کے چراغ کو شارغانیوں نے بزدلی سے گل کر دیا ہے۔ شارخانی کتو۔ اگر تم خارا پر پیچھے سے وار نہ کرتے اگر تمہارا پورا گروہ اس کا سامنے سے مقابلہ کرتا تو دیوِ عظیم کی قسم شارغانہ کے بہت سے گھروں میں ماتم ہو رہا ہوتا۔

سردار کے منہ سے جوشِ غضب سے جھاگ نکل رہے تھے۔ داراخان اور اس کے ساتھیوں کا غصے کے مارے برا حال تھا لیکن وہ قاصد تھے ان کے ہتھیار ان سے دور

پڑے تھے اور وہ درندوں کی جھپٹ میں تھے ایسی حالت میں جوش و خروش خودکشی کی کوشش ہوتا۔ لیکن داراخان کو اس بات پر حیرت تھی کہ خارا کی موت کا الزام بابا ہامان نے شارغانیوں کے سر رکھا ہے۔

اور پہلی بار اس کو ہیبت خان کے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ "ہم نے اپنا فرض انجام دے دیا ہے قنرخسان کے سردار۔ آگے آپ کی مرضی۔"

"جاؤ۔ واپس جاؤ۔ اور اپنی ملکہ کو اطلاع دے دو کہ اپنی تباہی کا انتظار کرے اس وقت کا انتظار کرے جب قنرخسان سے اٹھنے والا طوفان شارغانہ کے ایک ایک مکان ایک ایک جھونپڑی کو خس و خاشاک بنا دے۔ ملکہ سے کہہ دو کہ خارا کے خون کے ایک ایک قطرے کا انتقام لیا جائے گا۔ شارغانہ کا دور ختم ہو گیا اس نے قنرخسان کا چراغ بجھا کر شارغانہ میں تاریکی پھیلا دی ہے۔ ہاں۔ ویرانی اور تاریکی شارغانہ کا مقدر بن گئی ہے اور بہت جلد شارغانہ "صرف قبرستان ہو گا۔"

"قنرخسانی سردار۔ ہم قاصد ہیں۔ ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم تمہاری باتوں کا جواب دیں لیکن "ناظر و رسن لو۔ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اور سازشیوں کی سازش کا شکار ہو کر برسوں کی دوستی و اقدار نہ کرو۔ اس سازشی کی تلاش کرو اور اصل مجرموں کو پکڑو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں لیکن۔ اگر جوش انتقام میں اندھے ہو کر تم نے شارغانہ کا رخ کیا۔ تو ایک بھی قنرخسانی زندہ واپس نہ آئے گا۔"

سردار کے پیچھے کھڑے ہوئے مجمع نے ہتھیار نکال لئے۔ جوش سے وہ دیوانے ہو رہے تھے۔

"چلے جا آ آ ؤ۔" سردار کی آواز کئی حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کر رکھے تھے "چلے جاؤ شارغانہ کے کتو چلے جاؤ۔ کاش تم قاصد نہ ہوتے۔ کاش تم نے ہتھیار نہ کھولے ہوتے تو یہاں سے تمہارے سروں کے

تحفے شنا زغانہ جاتے۔ جاؤ۔ اس سے پہلے کہ میرے قبیلے کے لوگ خار کے انتقام میں اندھے ہو کر مجھ سے باغی ہو جائیں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔" سردار کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

دارا خاں اسے خونی نظروں سے گھورتا ہوا واپس مڑ گیا۔ ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور گھوڑوں کی طرف بڑھ گئے۔ پھر ان کے گھوڑے سست روی سے آگے بڑھنے لگے۔ کئی طرف سے ان پر پتھر برسے تھے لیکن وہ مڑے بغیر آگے بڑھتے رہے اور تھوڑی دیر بعد وہ قزخسان کی آخری چٹان بھی پیچھے چھوڑ آئے۔

دارا خاں کا خون کھول رہا تھا۔ مصلحت مانع نہ ہوتی تو وہ سردار کی زبان کھینچ لیتا۔ پھر جو کچھ حشر ہوتا اسے زندگی کی پرواہ نہ تھی لیکن وہ سفارت کے مشن پر آیا ہوا تھا۔ اور اس کی اہمیت بخوبی جانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ملکہ درغانہ اس گفتگو کی تفصیل سنے گی تو اپنے جوش پر قابو نہ پا سکے گی اور پھر ممکن ہے قزخسان کے حملہ کرنے سے قبل شنازغانی شیر قزخسانیوں پر چڑھ دوڑیں۔

وہ سوچتا رہا اور گھوڑے دوڑتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ اس درے میں نکل آئے جہاں خار کی لاش ملی تھی۔ خار کے سوکھے ہوئے خون کے چھینٹے اب بھی نظر آ رہے تھے۔ دفعتاً اس کا گھوڑا ہنہنا کر الف ہو گیا۔ اور دارا خاں چونکی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گھوڑے کا یہ کنایہ مقصد نہیں تھا۔ اس کی نظریں ایک چٹان کی طرف اٹھیں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

۱۱

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ شاید ابھی تک نہیں آیا تھا۔ کیا وہ نہیں آئے گا۔ اس نے سوچا اور جانے کیوں اسکا دل دھڑکنے لگا۔ اسے یکلخت

سے غم کا احساس ہوا تھا۔ اور پھر وہ خود ہنسنے لگی۔

کیا وہ شاہد سے محبت کرنے لگی ہے۔ وہ۔ ایک آبرو باختہ عورت طوائف کی اولاد۔ اسے محبت کرنے کا کیا حق ہے۔ ہونہہ۔ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی۔

وہ خود پر لعنتیں کرنے لگی۔ اسکی نظریں اب بھی دروازے کا طواف کر رہی تھیں پھر یکبارگی اسکا دل دھڑک اٹھا۔ شاہد دروازے پر نظر آیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں تلاش تھی اور پھر نائلہ کو دیکھ کر شاہد کے چہرے پر شگفتگی پھیل گئی۔ وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا کیسی سادگی تھی اس کی مسکراہٹ میں کیسی معصومیت تھی اس چہرے پر۔

"ہیلو۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"ہیلو۔ تمہیں بہت دیر ہو گئی۔"

"بہت تیز رفتاری سے آ رہا ہوں دو دفعہ حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔"

"ارے کیوں۔؟"

"بس۔ ڈیڈی کے سامنے گھر سے نہیں نکل سکتا۔ وہ موجود تھے ان کے جانے کی دعائیں مانگتا رہا اور جونہی وہ گھر سے نکلے میں چل پڑا۔" اس نے معصومیت سے بتایا

"کیا تمہیں مجھ سے ملنے کی جلدی تھی۔"

"میں نے وعدہ جو کیا تھا۔!" وہ متحیر انداز میں بولا۔

"کیا تم وعدے کے بہت پکے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں ڈیڈی کے سامنے بھی آ سکتا ہوں لیکن اگر وہ مجھ سے پوچھ بیٹھتے کہ میں کہاں جا رہا ہوں تو میں جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور پھر ظاہر ہے مجھے نہیں آنے دیا جاتا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ وہ غور سے شاہد کی شکل دیکھتی ہوئی بولی۔

پھر اس نے ویٹر کو بلا کر مشروبات کا آرڈر دے دیا اور کرسی سے ٹیک لگا کر اسے دیکھنے

لگی شاہد کی نظریں اس سے ملیں اور اس نے اسکا چہرہ سرخ ہوتے دیکھا۔ مردوں کو اس طرح شرماتے اس نے پہلی بار دیکھا تھا آج تک اسکا سابقہ ہوس کی نگاہوں سے پڑا تھا جو لباس کی دیوار کو توڑتی ہوئی جسم میں چبھتی تھیں نہ جانے کیوں اسے یہ شرم بہت دلکش لگی۔

"کیا بات ہے شاہد۔؟" وہ دلآویز انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔

"کک کچھ نہیں۔"

"کیا تم مجھ سے اکتاہٹ محسوس کر رہے ہو۔؟"

"اکتاہٹ۔ وہ حیرت سے بولا۔ نہیں تو۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ تم کتنی اچھی ہو کتنے اخلاق سے مجھ سے پیش آتی ہو۔ آج تک کوئی مجھ سے اسطرح پیش نہیں آیا۔ میں سوچ رہا ہوں اگر تمہارا رویہ بدل گیا تو کیا ہوگا۔!"

"کیوں۔ میرا رویہ بدل گیا تو کیا ہوجائیگا۔!"

"بس ایسے ہی۔ ڈر لگتا ہے۔ کوئی قیمتی چیز مل جاتی ہے تو اس کے کھو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔"

"اوہ۔ بہت فلسفیانہ بات کہی ہے تم نے۔ میں بھی تمہیں پسند کرتی ہوں شاہد۔ دوسری ہی ملاقات میں تم نے میرا دل موہ لیا ہے۔ اطمینان رکھو ہم لوگ ہمیشہ دوست رہیں گے۔"

"کیا میں ہر وقت تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔" اسنے بدستور معصومانہ انداز میں کہا۔

"ہر وقت۔ وہ پرخیال انداز میں بولی۔" رہ سکتے ہیں شاہد۔ تمہیں رد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ میری وجہ سے تمہیں بھی حقارت بھری نظروں سے دیکھا جائے گا۔"

"کیوں۔!" اس نے بھولپن سے پوچھا۔



"میں تمہیں کیسے بتاؤں شاہد۔ میں تمہیں دل سے چاہنے لگی ہوں۔ مگر تم ایک معصوم انسان ہو۔ اور میں۔ میری تو ابتدا ہی غلط ہے۔ اس کی آواز میں درد تھا۔

"اس سے پہلے میں کبھی کسی لڑکی سے نہیں ملا ہوں۔ میری ماں سوتیلی ہے باپ کی کوئی توجہ میری طرف نہیں ہے۔ بس محبت کا بھوکا ہوں تم جیسی بھی ہو ہمیشہ میری دوست رہ سکتی ہو۔ اگر تم مجھے اپنے بارے میں بتا دو۔ تو...

"ہاں۔ میں بتا رہی شاہد۔ تم فیصلہ کر لو۔ اگر اس کے بعد تم مجھ سے علیحدہ ہو گئے تو میرے دل پر بوجھ نہیں رہے گا۔ میں سمجھوں گی میں نے ایک نیک کام کیا ہے اور اگر تم نے مجھے بے گناہ سمجھ لیا تو اس سے بڑھ کر میری خوش قسمتی اور کیا ہو گی۔ سنو۔ میں ایک طوائف کی لڑکی ہوں۔ بچپن سے لے کر جوانی تک مجھے گناہ کی تربیت ملی۔ میرے خون میں حرام کی کمائی شامل ہے۔ میری ماں نے مجھے ایک اعلیٰ درجے کی طوائف بنانے کے لئے تعلیم دلوائی۔ لیکن تعلیم نے مجھے اپنے ماحول سے باغی کر دیا میں طوائف کے نام سے نفرت کرنے لگی۔ اور اسی نفرت کی وجہ سے میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا میں باعزت زندگی چاہتی تھی لیکن اس زندگی کے حصول میں مجھے ناکامی ہوئی۔ ہر جگہ مجھے طوائف بنانے کی کوشش کی گئی میں نے ان کوششوں کو ناکام تو بنا دیا لیکن بہرحال عورت تھی ایک جگہ پھنس گئی۔ میں ایک فرم میں ملازم تھی فرم کے مینجر نے مجھے ایک ایسی ملازمت کی پیشکش کی جو مجھے عیش و آرام کی زندگی مہیا کر سکتی تھی لیکن اس زندگی میں آنے کے بعد مجھے علم ہوا کہ میں ہار گئی۔ انہوں نے مجھے بری طرح اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ اور جب میرے سپرد کام کیا گیا تو مجھے علم ہوا کہ طوائف کی بیٹی طوائف تو بن سکتی ہے شریف زادی بننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں ماڈرن طوائف بن گئی مجھے کوٹھے پر تو نہیں بیٹھنا پڑتا لیکن ان لوگوں میں کھلونا ضرور بننا پڑتا ہے ان میں میری نہ صرف اپنی صلاحیتیں بلکہ جسم بھی استعمال ہوتا ہے اور اگر میں یہ دونوں چیزیں نہ استعمال کروں تو

میری زندگی مشکل ہے۔!"

"کیوں۔ مشکل کیوں ہے؟"

"ان لوگوں نے مجھے پھانسنے کے لئے ایسے کام کئے ہیں کہ میں ان کے پھندے سے نکل نہیں سکتی۔"

"تمہیں علم ہے کہ مجھے جاسوسی کا شوق ہے۔"

"ایں۔ ہاں تم نے کہا تھا۔"

"مجھے ان لوگوں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔ میں تمہیں ان کے پھندے سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

"نہیں میرے بھولے جاسوس! وہ اٹھائی گیر نہیں ہیں۔ تمہیں کیسے بتاؤں یوں سمجھ لو کہ میں ان کے لئے کئی ماہ سے کام کر رہی ہوں لیکن نہ تو ان میں سے کسی کو جانتی ہوں اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

شاہد نے حیرت سے کہا۔

"تمہیں اپنا کام بھی نہیں معلوم۔؟"

"ہاں۔ یہی تو مزے کی بات ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"اوہ۔ میرا خیال ہے تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتیں کہ مجھے اپنے راز میں شریک کرو۔" شاہد نے مایوسی سے کہا۔

"تمہیں میں جس قابل سمجھتی ہوں میرا دل ہی جانتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ صرف دو ملاقاتوں میں میں نے جس شدت سے تمہیں چاہا ہے اس پر خود مجھے حیرت ہے اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ معلومات میں نے تمہیں دی ہیں تو نہ جانے میرا کیا حشر ہو۔"

"کسی کو نہیں معلوم ہو سکے گا۔ تم سے کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں تمہارا

عزیز ہوں۔"

"کیا تم ایک طوائف کو اپنا عزیز کہلانا پسند کرو گے۔؟"

"ہاں۔ تم میرے لئے قابل احترام ہو۔ کیونکہ تم نے برے ماحول سے بغاوت کی ہے۔ طوائف کی لڑکی خدا کے ہاں سے طوائف تیار نہیں اترتی۔ میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔ اور خود کو تمہارا عزیز کہلا کر پھولا نہ سماؤں گا۔"

"شناہد۔!"

اس نے لرزتا ہوا ہاتھ شناہد کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اگر تنہائی ہوتی تو شاید وہ اس سے لپٹ جاتی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرات تیر رہے تھے۔

"چھوڑو ان باتوں کو مجھے بتاؤ۔ وہ تم سے کیا کام لیتے ہیں۔؟"

وہ کئی منٹ خاموش رہی۔ پھر بولی۔

"میں تمہارا دل توڑنا نہیں چاہتی۔ مگر تم ان کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکو گے۔ بہر حال سنو۔ مجھے ہدایت ملی تھی کہ میں ایک شخص سے ربط وضبط بڑھاؤں۔ وہ ائیر پورٹ نیجر ہے میں نے اسے شیشے میں اتار لیا۔ اور شناہد۔ اس کے لئے مجھے اپنا جسم بھی پیش کرنا پڑا۔ وہ میرا دلیوانہ ہو گیا۔ بہر حال میرے جسم کے عوض اسے جو کام کرنا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے ایک سوٹ کیس ہفتے میں کسی دن بھی ملتا ہے۔ زیدی کو وہ سوٹ کیس ایک مخصوص طیارے میں کسٹم کی تلاشی سے بچا کر پہنچانا ہوتا ہے۔ سوٹ کیس بند ہوتا ہے نہ تو مجھے اور نہ زیدی کو معلوم ہے کہ سوٹ کیس میں کیا ہوتا ہے۔ بس میں یہی کام کر رہی ہوں۔"

"ہوں۔ سوٹ تمہارے پاس کیسے پہنچتا ہے۔؟"

"میرے مکان پر آجاتا ہے۔ اس کے آنے سے قبل مجھے ہدایت ملتی ہے کہ میں

مکان سے ہٹ جاؤں۔ اور دروازے وغیرہ کھلے چھوڑ جاؤں۔ اور پھر جب میں آتی ہوں
سوٹ کیس مجھے مکان میں ملتا ہے۔!"
"تم نے کبھی سوٹ کیس لانے والوں کو نہیں دیکھا۔"
"نہیں۔ مجھے خاص طور سے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ایسے وقت میں مکان سے
دور رہ سکوں رہوں اور سوٹ کیس لانے والوں کو دیکھنے کی کوشش نہ کروں۔"
"خوب۔"
شاہد نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ کئی منٹ تک خیالات میں ڈوبا رہا اور
اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ یہ پہلا مرد تھا جس کے سامنے اس نے اپنا
کھول کر رکھ دیا تھا اور جس نے اس کے بارے میں تفصیل جاننے کے باوجود اس سے
کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ اس کے جواب میں جو الفاظ اس نے ادا کئے تھے ان الفاظ نے
کو نئی زندگی دے دی تھی اس کے ذہن پر احساس کمتری کا بوجھ ہر وقت سوار رہتا
وہ اس وقت اتر گیا تھا۔ اور اپنا وجود بے حد ہلکا محسوس کر رہی تھی۔
یہ حقیقت ہے طوائف کی لڑکی طوائف نہیں پیدا ہوتی اگر اسے اچھا ماحول
تو وہ بھی فرشتہ سیرت گھریلو خاتون بن کر زندگی گذار سکتی ہے۔ چند منٹ وہ
کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر اسے نہ بولتے دیکھ کر خود ہی بولی" چھوڑو بھی۔
میں پڑ گئے شاہد۔ ان معاملات کو میرے لئے چھوڑ دو۔ تم تو صرف اچھی باتیں
رہو۔ مجھے تمہاری سادہ باتیں بے حد پسند ہیں۔"
" ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں نائلہ۔" شاہد نے سنجیدگی سے کہا۔
" ہاں۔ بالکل گہرے دوست۔ زندگی کی آخری سانس تک جدا نہ ہونے والے۔"
" اگر میرے اوپر کوئی مصیبت آجائے تو میرا ساتھ دو گی۔!"
" جان کی بازی لگا کر بھی۔" نائلہ نے پورے خلوص سے کہا۔

"پھر۔ مجھے اتنا گھٹیا کیوں سمجھتی ہو۔" شاہد اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب !؟" نائلہ چونک پڑی۔

"کیا تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے نکالنے کے لیے میں کوئی جدوجہد نہیں کر سکتا!

"اوہ۔ ڈیئر شاہد۔ میرے لیے یہی بہت ہے کہ کوئی میرے بارے میں اسقدر ہمدردی کے جذبات رکھتا ہے۔ مجھے دنیا کی انمول خوشی مل گئی ہے مجھے محبت کہیں نہیں ملی شاہد اپنی ماں سے بھی نہیں۔ کیسی عجیب بات ہے۔ دنیا میں میرا ہر دوست، ہر ہمدرد میرے سے محبت رکھتا ہے میری ماں بھی میرے سے محبت کرتی تھی۔ وہ میرے سڈول جسم کو دیکھ کر پھولی نہ سماتی اسے یقین تھا کہ یہ نوٹ بنانے کی مشین ثابت ہوگا۔ اس کے بعد بھی مجھے جو کوئی ملا اس نے میرے کو ہی دیکھا۔ لیکن۔ تم میری زندگی میری شخصیت کی بات کر رہے ہو۔ مجھے اسی محبت کی تلاش تھی۔ شاہد میری التجا ہے کہ میرے جسم کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنا۔ لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کی خواہش مت کرنا۔ میری روح محبت کی پیاسی ہے۔ تم صرف اس کی پیاس بجھا دو۔"

شاہد نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔ اگر کبھی تمہارے ذہن میں ایسا خیال جاگا تو مجھے حق ہوگا کہ تمہیں روک دوں۔"

"مجھے منظور ہے۔!" نائلہ نے اسکا ہاتھ تھام لیا اور نہ جانے کیوں شاہد کے چہرے پر سکون کے آثار پھیل گئے۔

چند سکنڈ خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بہر حال۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ اب تم اس معاملے میں دخل نہیں دو گی سب مجھے تم سے ایک بات اور معلوم کرنی ہے۔!"

"کیا۔ ؟"

"وہ فرم کونسی ہے جس کے جنرل منیجر نے تمہیں اس کام پر لگایا تھا!"

"شاہد۔ شاہد ڈیر۔ مان جاؤ۔ تم جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر جاسوس نبے ہو۔ یہ بات حقیقت سے بہت قریب ہے۔ اور..."

"تم اس کی فکر مت کرو۔ اگر میری کسی حرکت کی وجہ سے تمہارے اوپر آنچ آئی تو تمہاری حفاظت کے لیئے جان کی بازی لگا دوں گا یہ میرا قول ہے۔"

"بڑے ضدی ہو۔" وہ ہنسنے لگی۔

"ہاں۔ بے حد ضدی ... میری ضد کا خیال رکھو۔"

"اس فرم کا نام جیمس اینڈ میکلین ہے۔"

"گرانٹ روڈ پر۔"

"ہاں۔"

"شکریہ۔ اب ایک کام اور۔"

"وہ بھی کہو۔!" نائلہ نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

"میرا فون نمبر لکھ لو۔ اور غور سے سنو۔ جس دن سوٹ کیس تمہارے پاس آئے اس دن فون پہ مجھے اس کے بارے میں اطلاع دینا۔"

"کیوں۔ کیا کرو گے۔؟"

"نائلہ پلیز۔ اس سلسلے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔" شاہد نے لجاجت سے کہا۔ اور نائلہ کی زبان بند ہو گئی۔ پھر اس نے شاہد کے بتائے ہوئے نمبر لکھ لیئے۔ "اگر فون ریسو کرنے کے لیئے میں موجود نہ ہوں تو تمہیں ایک آواز سنائی دیگی۔ پلیز ڈکٹیٹ۔ تم رپورٹ ڈکٹیٹ کرا دینا۔ میں سن لوں گا۔"

"کیا مطلب۔ کیا آواز ٹیپ ہو جاتی ہے۔؟"

"ہاں بھئی کیا سمجھتی ہو۔ جاسوسی کرتا ہوں گھاس نہیں کاٹتا۔" شاہد نے کہا اور نائلہ ہنسنے لگی۔

۱۲

چٹان پر انہیں ایک چنگیز نظر آیا تھا جس کے ہاتھ میں عجیب ساخت کی رائفل دبی ہوئی تھی۔

رائفلیں تارغان میں بھی تھیں اور تارغانی ان ہتھیاروں پر بھروسے نہیں سمجھتے تھے کیونکہ قرب و جوار کے کسی قبیلے کے پاس یہ ہتھیار نہیں تھے۔ ویسے رائفلوں کی تعداد تارغانہ میں محدود تھی اور انہیں چلانے والے فوج میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے لیکن یہ عجیب رائفل ان رائفلوں سے کس قدر مختلف تھی۔

چنگیزے کا لباس بھی مختلف تھا ان چنگیزوں سے بالکل مختلف جو ملکہ درغانہ کے پاس آئے تھے۔

مگر یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ داراخاں نے گردن گھما کر دوسری طرف دیکھا وہاں بھی ایک چٹان پر ایسے ویسا ہی ایک آدمی نظر آرہا تھا اس کے ہاتھ میں بھی رائفل تھی جس کی نال کا رخ انہیں کی طرف تھا اور پھر داراخاں نے جلدی جلدی چاروں طرف دیکھا۔ اور اس کے ذہن میں خطرے کا احساس جاگ اٹھا۔

چنگیزوں نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تھا۔

داراخاں نے گھوڑوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان چنگیزوں کے نرغے سے نکلنا چاہتا تھا۔ گھوڑے رک گئے۔ داراخاں کے ساتھیوں نے بھی ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا۔

"ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے داراخاں۔!" داراخاں کے ایک ساتھی نے سرگوشی کی۔

"ہاں۔"، داراخاں سرد آواز میں بولا۔

"اور ان کے پاس آگ اگلنے والے ہتھیار بھی موجود ہیں۔"، دوسرے ساتھی نے کہا لیکن اس سے قبل کہ داراخاں کوئی جواب دے اچانک پہاڑ کھٹ کھٹ کی بھیانک آواز سے گونج اٹھے۔ داراخاں کے ساتھیوں کے گھوڑے بری طرح بھڑک گئے تھے۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔

لیکن جو جس طرف جاتا گولیاں اس کا تعاقب کرتیں۔ آن کی آن میں داراخاں اور اس کے ساتھی ڈھیر ہو گئے۔ ان کے جسموں میں ان گنت سوراخ ہو گئے تھے۔ ان کے گھوڑے بری طرح بھڑک کر بھاگ نکلے۔

چند منٹ تک زمین پر ان کے جسم تڑپتے رہے اور پھر سرد ہو گئے۔ چٹانوں پر کھڑے ہوئے آدمی چٹانوں سے نیچے اتر گئے اور پھر چھ گھوڑے اس طرف دوڑتے نظر آئے جہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ آن کی آن میں وہ ان کے قریب پہنچ گئے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ سب نیچے اتر آئے۔ گھوڑے ایک سوار نے سنبھال لئے تھے۔ باقی پانچ آدمی لاشوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے لگے۔

"چلو زلیفر۔ تم ان کے سر کاٹ لو۔"، ایک آدمی نے دوسرے کو حکم دیا۔

"لیس سر۔"

ایک کریہہ شکل کا آدمی بولا۔ اور اس نے اپنے لباس سے ایک لمبا اور چمکدار خنجر نکال لیا۔ اور پھر مہذب لباس والے آدمی نے دنیا کے سب سے بھیانک فعل کا ارتکاب کیا۔ اس نے ان لاشوں سے سر علیحدہ کر لئے تھے۔ کٹے ہوئے سر ایک طرف ڈال دیئے گئے۔ تازہ جسم تھے اس لئے سر کٹنے کے بعد ان سے خون کے فوارے ابل پڑے اور گاڑھا خون بہنے لگا۔

"لاؤ۔ وہ لاؤ۔"

اسی آدمی نے پھر کہا اور وہ گھوڑے کی زین میں نیچے کی سمت تنی ہوئی
ین نکال لیا۔ یہ چار چار فٹ اونچی لکڑیاں تھیں جن کے اوپری سرے نوکیلے تھے لکڑیاں
یہ گاڑ دی گئیں اور پھر کٹے ہوئے سر ان لکڑیوں پر لٹکا دیئے گئے۔ اس کے بعد تنون
ہوئے بے سر کے جسم ایک جگہ جمع کئے گئے اور ایک ڈبے سے ان پر پٹرول
ک کر ماچس دکھا دی گئی۔

دنیا کے کسی فرد نے لاشوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا ہوگا لیکن وہ لوگ
یہ کام انجام دیکر بڑے مطمئن نظر آرہے تھے۔

"اوکے ڈیر۔ اب آخری کام کرو!" اسی شخص نے کہا جو ان لیڈر ول کا لیڈر
یم ہوتا تھا۔ اور وہ آخری کام بھی کر لیا گیا۔

انہوں نے ایک بانس میں لگا ہوا ایک اونچا جھنڈا وہاں گاڑ دیا تھا جس کے
کا رنگ سفید تھا اور اوپر نیلی پٹی لگی ہوئی تھی درمیان میں مور کے تین پر ٹنکے
ے تھے۔ یہ جھنڈا نثر حسان کا حتمی نشان تھا۔

"اوکے! کام مکمل ہوگیا اب واپس چلو۔!"

تمام لوگ گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ اور پھر انہوں نے بھاگتے ہوئے ان
ڑوں کی طرف رخ کر کے دو ہمین فائر کئے جو اپنے سواروں کا انجام دیکھ کر
ز دہ ہوگئے تھے اور بھاگ کر دور کھڑے ہوگئے تھے۔ گھوڑے ایک بار پھر
ز دہ ہوگئے۔ اور پھر مزید فائروں پر وہ بھاگ نکلے۔

-:o:-

۱۳

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ اور پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ایکسٹو!"

"میں کیپٹن شہزاد بول رہا ہوں جناب!"

"کیا رپورٹ ہے شہزاد۔؟"

"جیمس اینڈ میکلین ایک غیر ملکی فرم ہے جناب۔ تقریباً نو سال سے قائم ہے یہ فرم امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتی ہے۔ اس سے قبل اس کے مالکان ملک سے باہر تھے لیکن تقریباً ایک سال سے اس کا ایک ڈائریکٹر جیمس یہیں آگیا ہے۔ اس کے آنے کے بعد سے فرم کا کاروبار خوب چمک گیا ہے۔ فرم کی رپورٹ بھی بہت اچھی ہے وہ ہمارے ملک سے چمڑے کا سامان خرید کر ایکسپورٹ کرتی ہے۔ ملک سے ایکسپورٹ ہونے والا چالیس فیصد سامان وہ فرم خرید لیتی ہے۔ عمدہ ادائیگی میں مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ فرم کا ڈائریکٹر جیمس ماربل اسٹریٹ کے ایک خوبصورت بنگلے میں رہتا ہے اس کی فیملی بھی ساتھ ہے۔"

"تم نے اسے دیکھا ہے شہزاد۔؟"

"جی ہاں۔ ایک متناسب جسامت کا ادھیڑ عمر آدمی ہے۔ چہرے سے

خوش اخلاق معلوم ہوتا ہے۔"

"یہ مار بل اسٹریٹ کی کونسی عمارت ہے۔!"

"پرنس اسکوائر کے چوراہے کی طرف سے مڑتے ہوئے آٹھویں عمارت ہے۔ رنگ نیلا اور سفید ہے باہر تختی پر بھی جیمس اینڈ میکلین لکھا ہوا ہے۔"

"شکریہ شہزاد۔ صفدر کہاں ہے۔!"

"وہ عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں جناب۔ میں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک فون بوتھ سے آپ کو کال کر رہا ہوں۔"

"ویری گڈ۔ مجھے تم لوگوں کی ذہانت پر فخر ہے۔ نگرانی جاری رکھو۔ ضرورت پڑنے پر تمہیں ہدایات مل جائیں گی۔"

"بہت بہتر۔"

شہزاد نے جواب دیا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ آرام کرسی پر دراز ہو کر اونگھنے لگا۔

اسے اچھی طرح جاننے والے اس کی کیفیت کو سمجھتے تھے۔ وہ بظاہر اونگھ رہا تھا لیکن اس کے ذہن میں نہ جانے کونسے خیالات گھوم رہے تھے۔ کافی دیر تک اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعد اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ اور پھر بلیک زیرو کو آواز دی۔

دوسرے لمحے بلیک زیرو کمرے میں آگیا۔

"مجھے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر انہیں مہیا کر دو۔"

"جی۔!"

بلیک زیرو نے کہا اور عمران اسے فہرست سمجھانے لگا۔ بلیک زیرو گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔ عمران پھر اسی طرح اونگھتا رہا۔

تقریباً پون گھنٹے تک وہ اسی طرح اونگھتا رہا۔ اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

دوسرے کمرے میں جا کر اس نے الماری سے ایک سوٹ نکالا۔ اسے ایک طرف رکھ کر اس نے الماری کے نچلے خانے سے میک اپ بکس نکالا اور اسے لیکر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔

پندرہ منٹ تک وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا۔

اب اس کا رنگ سانولا اور چہرے پر جھریاں نظر آرہی تھیں آنکھوں کے ڈھیلے سفید اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی سی ہو گئی تھیں۔ بالوں میں جگہ جگہ سفیدی نظر آنے لگی تھی اس طرح اسکا حلیہ بدل گیا تھا۔

میک اپ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بلیک زیرو پہنچ گیا۔ اس نے عمران کی مطلوبہ چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ اور عمران اس سفید کارڈ کو دیکھنے لگا جس کی پرنٹنگ ابھی کی گئی تھی۔ بہرحال تمام سامان سے مطمئن ہو کر وہ باہر نکل آیا۔ اس کی چال تک بدل گئی تھی اور بلیک زیرو دل ہی دل میں اس شخص کی بے پناہ صلاحیتوں پر عش عش کر رہا تھا۔

رانا ہیلس کے طویل گیراج میں بہت سی کاریں موجود تھیں۔ عمران ضرورت کے تحت ان میں سے کاریں استعمال کرتا رہتا تھا۔ اس نے ایک پرانے طرز کی کار نکالی اور اس کا پیٹرول وغیرہ چیک کرنے لگا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا چرمی بیگ اس نے پچھلی سیٹ پر رکھا اور کار کا دروازہ کھول کر اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ کار رانا ہیلس سے نکل آئی اور مناسب رفتار سے دوڑنے لگی۔

تقریباً بیس منٹ میں وہ جیمس اینڈ میکلین کے سامنے پہنچ گئی اور عمران دروازے لاک کر کے نیچے اتر آیا۔ چرمی بیگ اس کے ہاتھ میں تھا۔

فرم کے دفاتر بہت خوبصورت تھے۔ ایک نازک سی ریسپشنسٹ لڑکی کو اس نے اپنا کارڈ دیا۔ اور لڑکی اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"تشریف رکھئے۔ کس سے ملاقات کریں گے۔!"

"مسٹر جیمس سے ملنا چاہتا ہوں۔" عمران بوڑھی آواز میں بولا۔

"ہمارا پرچیز سیکشن الگ ہے۔ اگر آپ اپنا مال فروخت کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے پرچیز آفیسر سے ملاقات کریں۔"

"میں تمہاری فرم خریدنا چاہتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت۔!" عمران بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اوہ۔ معاف کیجئے گا۔ شاید آپ میرے الفاظ سے برا مان گئے۔ دراصل خرید و فروخت۔۔۔۔"

"میں جیمس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

عمران میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ اور لڑکی سہم گئی۔ اس نے جلدی سے انٹرکام آن کیا اور جیمس سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

رابطہ قائم ہو جانے کے بعد بولی۔

"سر۔ مسٹر کیا ڈیا آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی چمڑے کی بہت بڑی فیکٹری ہے۔"

"کیا چاہتے ہیں۔"

"یہ میں نہیں معلوم کر سکی۔"

"پرچیز آفیسر سے ملا دو۔"

"میں نے عرض کیا تھا۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ وہ یہ فرم خریدنا چاہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ ناراض ہو گئے۔ وہ صرف آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ہوں بھیجدو۔"

آواز نے کہا۔ اور لڑکی نے انٹر کام آف کر دیا۔ پھر اس نے گھنٹی بجا کر ایک اردلی کو بلایا۔

"بڑے صاحب کے کمرے میں پہنچا دو۔"

اس نے اردلی سے کہا اور عمران اردلی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک خوبصورت ایرکنڈیشنڈ کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک ملبی میز کے پیچھے ایک مناسب خدوخال کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں ایک فائل پر تھیں اور عمران کے اندر داخل ہونے پر بھی اس نے نظریں اٹھا کر نہ دیکھا۔

عمران اس کے قریب پہنچا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا بیگ کافی زور سے میز پر رکھا تھا جس پر جیسے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

چند سکنڈ اس کی نظریں عمران کے چہرے پر جمی رہیں۔ بظاہر سادہ سے چہرے کے اس آدمی کی نظروں میں عمران نے کافی گہرائی محسوس کی۔ لیکن۔ وہ خود عمران کے چہرے سے کوئی اندازہ نہ لگا سکا تھا اس بات کا عمران کو یقین تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ بولا۔

"فرمائیے۔"

"میرا کارڈ تمہاری ریسپشنسٹ کے پاس ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر کیا ڈیا۔"

"اندرون ملک میری چمڑے کی فیکٹریاں ہیں۔ ملک کی ستر فیصد کھالیں میں خریدتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے دو ہزار آدمی مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں مچھلی کے شکاری سے لے کر ہاتھی تک کے شکاری ہیں وہ لوگ ان جانوروں کی کھالیں نکال کر فیکٹری کو بھیجتے ہیں۔"

"خوب۔ ویسے مچھلی کی کھال کے بارے میں میں نے پہلی بار ہی سنا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں آپ کو مچھر تک کی کھال مہیا کر سکتا ہوں۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں آپ کی کمپنی سے کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر میں نے تو سنا تھا کہ آپ کمپنی خریدنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ اگر میری جیسی شخصیت کے لوگوں کو ہر چیز آفیسر کے حوالے کر دیا جاتا ہے تو میرے خیال میں تم یہ فرم چلانے کے قابل نہیں ہو۔ رقم بتاؤ۔ دو گھنٹے کے اندر چیک کیش کرا سکتے ہو۔"

"خوب۔!"

وہ عمران کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بہرحال مجھے افسوس ہے۔ دراصل ہمارے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں سب سے ملاقات کی فرصت نہیں ہوتی۔ تاہم میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کیا آپ کے پاس چمڑے کے نمونے ہیں؟"

"ضرور موجود ہیں۔"

عمران نے بیگ کھولتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے چمڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس کے سامنے کر دیئے۔

جمیس دو ٹکڑے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"بہت خوب۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ ہمارے پاس بہت سے لوگ موجود ہیں اور وہ ہماری ضروریات پوری کر دیتے ہیں۔ اگر ان میں گنجائش نکلی تو ہم آپ کو ضرور تکلیف دیں گے۔ آپ ریٹ کارڈ وغیرہ بھجوا دیجئے اور اپنا نمبر بھی دیدیجئے ہم آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

عمران بیگ بند کر کے کھڑا ہو گیا۔

"ارے ہو تشریف رکھیئے۔ کچھ چائے یا کولڈ ڈرنک وغیرہ۔"

"نہیں شکریہ۔"

عمران نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔ اور واپس مڑ کر دروازے سے نکل آیا۔

بہر حال اسکا کام ہو گیا تھا۔

وہ اس جنرل منیجر کو صرف دیکھنا چاہتا تھا جس کے بارے میں ٹائگر نے اسے بتایا تھا۔ اور منیجر کے بارے میں اس نے اندازہ لگایا کہ وہ ایک گہرا آدمی ہے۔ بظاہر اخلاق کی نقاب اوڑھے ہوئے مگر اندر سے کچھ اور؟ بہر حال اس شخص کو خاص طور سے چیک کرنا ہو گا۔

اس نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ مختلف سڑکوں پر چکراتا رہا۔

وہ اندازہ کر رہا تھا کہ اس کا تعاقب تو نہیں ہو رہا۔ لیکن پھر اسے اطمینان ہو گیا اور اس نے کار کا رخ رانا پیلس کی طرف کر دیا۔

....

۱۴

شارغانہ کے باشندوں کو اس سال جشن نہ ہونے سے بڑی مایوسی ہوئی تھی لیکن حالات ایسے تھے کہ جشن منانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اور اب آئندہ اقدام کا دارومدار داراخاں کی واپسی پر تھا۔ وہ بے چینی سے داراخاں کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

خود ملکہ درغانہ اپنے مشیروں کے ساتھ دربار ہال میں موجود تھی۔ سب کے سب خاموش تھے اور یہ خاموشی عجیب سے ماحول کو جنم دے رہی تھی۔

"کیا خیال ہے ہیبت خاں۔ داراخاں واپس چل پڑا ہو گا۔"

"اگر اس کی گفتگو مناسب ماحول میں ہوئی ہے تو اب تک اسے شارغانہ میں داخل ہو جانا چاہئے تھا ملکہ عالیہ۔" ہیبت خاں نے جواب دیا۔

"میں اس کے لئے فکرمند ہوں۔ شرخسانی بدگمانی کا شکار ہیں اور چنگیزے اس بدگمانی کو ہوا دے رہے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا ڈالیں۔ رات کی گفتگو کے بعد سے میں اور پریشان ہو گئی ہوں۔"

"میں اگر کچھ کہتا ہوں تو اسے بدگمانی خیال کیا جاتا ہے ملکہ عالیہ۔۔۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ چنگیزوں کا سردار بابا ہامان ہے۔ انہیں ہامان کے پاس پناہ ملی ہوئی ہے۔ پہلے ہامان نے ہم سے ساز باز کرنا چاہی اور جب وہ

یہاں سے مایوس ہو گیا تو اس نے شر خسانیوں پر ڈورے ڈالے۔ اور شر خسانی اس کے دھوکے میں آ گئے۔

"ہیبت خاں۔ میں جانتی ہوں۔ تم ایک ذہین اور دلیر انسان ہو۔ لیکن ہم روحانی قوتوں کے مالکوں کے احترام کے لئے مجبور ہیں۔ ابھی تک بابا ہامان کی کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو ہمیں مشکوک کر دے۔ پھر ہم ان کے بارے میں بری رائے کیسے قائم کر سکتے ہیں۔"

"تب پھر مجھے بتایئے ملکہ عالیہ۔ کہ چنگیز والوں نے کہاں پناہ لی ہوئی ہے اور وہ یہاں کیوں قدم جمانا چاہتے ہیں۔"

"ہم یہ سب کچھ نہیں جانتے۔ تم راتوں رات نمودار ہونے والے قبرستان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اور پھر اس قبرستان کے متعلق روایتیں۔ شرخسانہ کے معتبر لوگوں نے گواہی دی ہے کہ راتوں کو اس قبرستان میں پراسرار روشنیاں جگمگاتی ہیں۔ روحوں کے رنگین سائے قبروں کے درمیان رقص کرتے ہیں انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے!"

"چنگیز بہت ذہین ہیں ملکہ عالیہ۔ وہ بھی جدید علوم سے واقف ہیں اس لئے یہ سب کچھ کر لیتا۔"

ابھی ہیبت خاں جملہ پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اچانک دو آدمی دوڑتے ہوئے آئے۔

ان کے سانس بری طرح پھولے ہوئے تھے۔ درغانہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

"جلدی بتاؤ۔ کیا خبر لائے ہو!" درغانہ نے بے چینی سے آنے والوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔

داراخاں اور دوسرے لوگوں کے گھوڑے واپس آگئے ہیں۔
ان کے جسموں پر خون کے نشان ہیں۔"
آنے والوں نے ہانپتے ہوئے بتایا۔ اور سب لوگ سکتے میں رہ
گئے۔ کئی منٹ تک مہیب خاموشی رہی۔
پھر درغانہ نے کہا۔
"کیا تمام گھوڑوں کی پشت ننگی ہے۔؟"
"ہاں۔"
"انہیں پکڑ لیا گیا۔؟"
"ہاں ملکہ عالیہ۔؟"
"چلو۔ میں دیکھوں گی۔"
درغانہ نے کہا۔
اور چند منٹ کے بعد وہ ان گھوڑوں کو دیکھ رہی تھی جو خود
بھی زخمی تھے۔ اس کی آنکھوں میں خون کے سائے لہرا رہے تھے۔ کافی دیر
تک وہ گھوڑوں کو دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔
"ہیبت خاں۔!"
"ملکہ عالیہ۔!"
ہیبت خاں نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔
"محافظ دستہ تیار کرو۔ ہم اپنی سرحدوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔
ہم جاننا چاہتے ہیں کہ ان بہادروں کا خون کہاں بہایا گیا ہے"
ہیبت خاں نے سر جھکایا اور واپس مڑ گیا۔!

"ان گھوڑوں کو اصطبل لے جاؤ اور ان کا علاج کرو۔" درغانہ نے دوسرا حکم دیا۔

اس کا چہرہ اب پرسکون تھا لیکن اس مخصوص تناہٹ کو صاف محسوس کیا جا سکتا تھا جو اس کے اندرونی جذبات کی غماز تھی۔

آن کی آن میں محافظ دستہ تیار ہو گیا۔ ملکہ کے لیے بگھی گاڑی تیار کر لی گئی تھی لیکن وہ اندر گئی اور جب واپس آئی تو اسی سیاہ لباس میں تھی جو اس نے شیر کا شکار کرتے وقت پہنا ہوا تھا اور اس کے جسم پر ہتھیار سجے ہوئے تھے۔ گاڑی واپس کر دی گئی اور اس کے لیے قوی ہیکل سفید براق گھوڑا لایا گیا تھا۔

سیت خان سیاہ رنگ کے دوسرے گھوڑے پر سوار اس کے داہنے ہاتھ پر تھا۔

بایاں ہاتھ دارا خان کے لیے تھا لیکن وہ خالی تھی اور اس وقت تک دوسرا آدمی اس ہاتھ پر نہ آ سکتا تھا جب تک اسے دارا خان کی جگہ منتخب نہ کر لیا جائے۔

اور پھر یہ طوفانی دستہ چل پڑا۔

گھوڑے کی رفتار بہت تیز تھی۔ آن کی آن میں شہر سے دور نکل آئے۔

اور اب وہ پہاڑی راستے پر دوڑ رہے تھے۔

درغانہ کے چہرے سے اس کے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ البتہ گھوڑے کی رفتاری سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جلد از جلد دور نکل جانا چاہتی ہے۔

وہ طویل فاصلہ جو عام حالات میں کافی دیر میں طے ہوتا بہت جلد طے

ہو گیا۔ اور پھر دور سے انہوں نے وہ جگہ دیکھی جو خون سے سرخ تھی۔ اور جہاں اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا۔

درغانہ کے گھوڑے کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ اس کا پیٹ زمین سے لگا جا رہا تھا اور پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں داراخان اور اس کے سر لٹکے ہوئے تھے۔

درغانہ گھوڑے سے اتر گئی۔

فضا میں گوشت اور چربی جلنے کی چراند پھیلی ہوئی تھی۔

انہوں نے جلتی ہوئی لاشوں کو دیکھا اور پھر ان کی نظریں لٹکے ہوئے سروں سے گزرتی ہوئی اس جھنڈے پر گئیں جو شرخستان کا تھا۔

ہیبت خاں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس نے اس جھنڈے کو اکھاڑ کر لاشوں پر ڈال دیا۔ کپڑے نے آگ پکڑ لی۔ اور درغانہ آگے بڑھ آئی۔ اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔ پھر اس کی بھیانک آواز ابھری۔

"شرخستان کے درندو۔ تم نے سفارتی آداب نظر انداز کر کے جو درندگی کی ہے اس کی تمہیں ایسی عبرتناک سزا ملے گی کہ تمہارے آباؤاجداد کی روحیں کانپ اٹھیں گی۔"

یہ درغانہ کا عہد تھا۔

پھر وہ ہیبت خاں کی طرف رخ کر کے بولی۔

"ہیبت خاں۔!"

اور ہیبت خاں آگے بڑھ آیا۔

"ان جانبازوں کے بھسم شدہ جسم اور کٹے ہوئے سر زمین میں دفن

کردو۔ یہی میدان میدانِ کارزار بنے گا۔ اور اسی جگہ ان لوگوں کا انتقام بھی لیا جائے گا۔!"

ہیبت خان نے دوسرے لوگوں کو ہدایات دیں۔ اور گڑھا تیار کیا جانے لگا۔

۱۵

طیارے میں زیادہ تر مقامی لوگ تھے کیونکہ یہ اندرونی سروس تھی۔ سفر بھی سوا گھنٹے کا تھا۔

منصور نے طیارے میں موجود افراد کا جائزہ لیا اور پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے ذہن میں روشیار گھس آئی جو اسے ائرپورٹ چھوڑنے آئی تھی۔ روشیار کے ایک ایک انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ منصور کی جدائی ایک لمحے بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے دبی زبان سے کہا بھی تھا کہ اگر اس بار وہ بھی منصور کی مہم میں شریک ہو جائے تو کیا حرج ہے۔

لیکن منصور، روشیار کو کسی قیمت پر ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ اول تو یہ مہم عام مہمات کے مقابلے میں کافی تکلیف دہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ روشیار مقامی طور پر تو کام کر سکتی تھی لیکن وہ سو فیصدی عورت تھی

نڈر ضرور تھی لیکن نسوانیت سے لئے ہوئے۔
چنانچہ کسی مہم میں اسے ساتھ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کی بھی حفاظت کی جائے۔ اور بہرحال یہ کام مشکل ہوتا... منصور نے یہ کہہ کر روک دیا تھا اور اب وہ روشبار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
اس لڑکی کا کیا کیا جائے؟
خود منصور ایک آزاد فطرت انسان تھا۔ شادی جیسی چیز اس کے خیال میں اس کی آزادی کی قاتل ثابت ہو سکتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ شادی کے بعد اسے گوشہ نشین ہونا پڑے گا اور وہ یہ بات کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا تھا۔
لیکن...!
روشبار سے ملاپ کا بھی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا۔ منصور عورت کے معاملے میں بھوکا نہیں تھا۔ درجنوں لڑکیاں اس کی دوست رہ چکی تھیں۔ وہ پارسا بھی نہیں تھا۔ ان میں سے بہت سی اس کی بن چکی تھیں۔ لیکن ان میں زیادہ لڑکیاں ایسی تھیں جن کے نزدیک جنس کے اس پہلو میں کوئی عار نہیں تھی...!
روشبار کی بات اس سے مختلف تھی۔ وہ مقامی باشندہ نہ ہوتے ہوئے بھی پوری طرح مشرقی تھی۔
اس کے ایک ایک انداز میں مشرقیت گھلی ہوئی تھی۔ اس کے نزدیک بغیر کسی مذہبی رشتے کے یہ تعلقات گناہ تھے اور منصور بھی اس کا ارادہ تک نہیں کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ اس کے لئے عام مردوں سے زیادہ کشش رکھتا تھا۔ وہ روشبار کی عزت کرتا تھا۔ اس سے محبت کرتا تھا۔
لیکن...!

اس سے آگے اسکے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔!

وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ اگر روشنیا رکو اہمیت نہ دیتا اور اس طرف مائل نہ کرتا تو روشنیا زندگی بھر اس کے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن منصور کی تھوڑی سی توجہ سے وہ پوری طرح منصور کے قدموں میں آگری تھی۔ اور منصور کو اس کی معصومیت پر بھروسہ تھا۔

وہ جانتا تھا کہ روشنیا اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ مگر اس محبت کے بدلے میں وہ اسے کیا دے۔!

اگر وہ چاہتا تو کسی بھی وقت روشنیا بنا سب کچھ اس پر نچھاور کر دیتی صرف اعتماد کے سہارے۔ لیکن منصور کے لئے یہ تصور بھی محال تھا پھر وہ اس لڑکی کا کیا کرے۔؟

اگر وہ اس سے شادی کرنے کی خواہش کرتا تو کسی بھی فرد کو اس سے اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن شادی۔

شادی اور اس کے بعد کی ذمہ داریوں کا تصور بھی منصور کے لئے عجیب تھا۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور گردن جھٹک دی۔ نہ جانے کیسے کیسے خیالات نے اس پر یلغار کر دی تھی۔ حالانکہ اسے اس وقت صرف اپنی مہم کے بارے میں سوچنا چاہیئے تھا۔

پراسرار اور خطرناک مہم۔!

یس باس۔ ہوسٹس اس کے سامنے جھکی۔ اتنی کہ اس کی سانس منصور کے چہرے سے ٹکرانے لگی۔

"خیریت۔!"

منصور نے اپنا چہرہ تھوڑا سا پیچھے کر کے پوچھا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا۔؟"

ہوسٹس منصور کے رویے سے جھینپ کر سیدھی ہو گئی۔

"جی نہیں۔"

منصور نے گہری سانس لی۔

"سوری۔"

ہوسٹس مایوس نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی پلٹ پڑی۔ منصور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

یہ ہوسٹس اس وقت سے ہی اس کی طرف متوجہ تھی جب سے وہ طیارے میں سوار ہوا تھا۔ اس وقت منصور نے خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لیے گردن جھٹکی تھی لیکن وہ سمجھی کہ اس نے اسے بلایا ہے۔

خاصی خوبصورت اور نوجوان لڑکی تھی۔ لیکن منصور کو اپنی مہم عزیز تھی چنانچہ اس نے آگے جاتی ہوئی لڑکی کی لچکتی ہوئی کمر سے نظریں ہٹا لیں اور گھڑی دیکھنے لگا۔

سفر کے صرف سترہ منٹ باقی تھے۔

وہ اپنے بال درست کرنے لگا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد پائلٹ کیبن سے طیارے کے اترنے کا اعلان ہوا۔ مسافروں سے بیلٹ کس لینے کی درخواست کی گئی اور لوگ حفاظتی پیٹیاں کستے لگے۔ ائیر ہوسٹس ادھر آ رہی تھی۔

"مس۔!"

منصور نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور ہوسٹس رک گئی۔ وہ

ستائشی نظروں سے منصور کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا طیارہ واقعی اترنے والا ہے۔؟"

"آپ پائلٹ کیبن سے اعلان سن رہے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کیا آپ قریب ہو کر گفتگو نہیں کر سکتیں۔ میرا مطلب ہے۔ میں چیخ نہیں سکتا۔"

منصور نے لجاجت سے کہا اور ہوسٹس پھر جھک گئی۔

"شکریہ۔ میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔" منصور شرارت سے بولا اور ہوسٹس چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں۔ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔!" وہ منصور کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔

"پلیز! بتا دیجیے نا۔!"

منصور نے لجاجت سے کہا۔

"مونا۔ میں ہوٹل پارس کے روم نمبر گیارہ میں ٹھہرتی ہوں اب سے دو گھنٹے کے بعد تم مجھ سے مل سکتے ہو۔"

"شکریہ۔ دراصل میں ٹیلرنگ کا کام کرتا ہوں۔ مجھے آپ کے لباس کی تراش بہت پسند آئی ہے۔ میں اس کی کاپی کروں گی۔"

منصور نے اس کے کھلے ہوئے گلے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور ہوسٹس جھک کر گریبان دیکھنے لگی۔ اور پھر وہ اس طرح سیدھی ہوئی جیسے جھکی ہوئی اسپرنگ کا ہک کھول دیا گیا ہو۔ اور تیر کی طرح پائلٹ کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

منصور نے بمشکل قہقہہ ضبط کیا تھا۔

طیارہ رن وے پر اتر گیا۔

اور چند منٹ کے بعد کسٹم وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے منصور باہر نکل آیا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔

سات بج رہے تھے۔

اس شہر سے آزاد علاقے میں جانے والی ٹرین پکڑنی تھی۔ باہر نکل کر اس نے ایک تانگے کو اشارہ کیا۔ اور تانگہ جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ تانگے والے نے اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس جھپٹ لیا تھا۔ منصور نے اسے اسٹیشن چلنے کے لئے کہا اور تانگہ چل پڑا۔

راستے میں منصور خالی الذہن رہا۔ اسٹیشن زیادہ دور نہیں تھا کیونکہ چھوٹا سا شہر تھا۔ اسٹیشن پر اتر کر اس نے تانگے والے کو پانچ کا نوٹ دیا اور تانگے والا عاجزی سے بولا۔

"کھلے پیسے نہیں ہیں بابو جی۔!"

"اچھا۔!"

منصور نے دوسرا نوٹ نکالا اور دونوں نوٹ تانگے والے کی طرف بڑھا دیئے۔ تانگے والا منہ پھاڑ کر ان نوٹوں کو دیکھنے لگا۔

منصور نے دونوں نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے اور سوٹ کیس لے کر آگے بڑھ گیا۔

اس نے تانگے والے کی پھٹی ہوئی آنکھوں کو دیکھا اور مسکراتا ہوا اسٹیشن میں داخل ہو گیا۔

اس کے ذہن میں ایک خوشگوار تاثر تھا۔ اور دل خود بخود شرارت پر

آمادہ تھا۔ تانگے والے کو دیئے جانے والے نوٹ بھی شرارت ہی تھے۔ وہ تانگے والے کی حیرت سے کافی محفوظ ہوا تھا۔ ویسے ان بزرگوں کے لیے اس کا دل بھی کڑھتا تھا۔ جو دن بھر کی محنت کے بعد بمشکل دو ڈھائی روپے لیکر گھر میں داخل ہوتے تھے۔ اور گھر میں داخل ہوتے ہی مسائل ان کے سامنے آکھڑے ہوتے

ونڈو پر پہنچ کر اس نے بکنگ کلرک کو آواز دی۔ جو اونگھ رہا تھا۔ اس کی آواز پر وہ چونک پڑا۔

"آزاد علاقے میں کونسی ٹرین کس وقت جائے گی۔؟"

"جی۔ اس وقت تو کوئی ٹرین نہیں ہے۔ صبح سات بجے سرحد ایکسپریس جائے گی۔"

کلرک نے بتایا اور منصور کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"نک ٹولہ کے لیے بس ملے گی اس وقت۔؟"

"نک ٹولہ تو بس ہی نہیں جاتی بابو جی۔ وہاں کے لئے پکی سڑک نہیں ہے۔"

"ہوں۔!"

منصور نے ایک گہری سانس لی اور اسٹیشن سے باہر نکل آیا۔ یہ رات اسے اسی جگہ گزارنی ہے۔

اس نے سوچا اور پھر وہ باہر نکل آیا۔

وہی تانگے والا موجود تھا۔

منصور اس کی طرف بڑھ گیا۔ منصور کو دیکھ کر تانگے والے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ منصور نے سوٹ کیس تانگے میں رکھا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ تانگے والا خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ اسٹیشن سے جا چکا ہوتا۔

"کسی ہوٹل چلو۔"

منصور نے اس سے کہا اور تانگے والا جلدی سے حرکت میں آگیا۔ دفعتاً منصور کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ جلدی سے بولا۔

"ہوٹل پارس چلو!"

"جی صاحب۔"

تانگے والے نے کہا اور تانگے کی رفتار مزید تیز ہوگئی۔ تنگ سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ یہاں ٹیکسی وغیرہ نہیں تھی کیونکہ چھوٹا سا شہر تھا۔

تانگہ دوڑتا رہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پارس کا نیون سائن نظر آنے لگا۔ اس چھوٹے سے شہر میں اس سلیقے کے ہوٹل کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ہوٹل غیر معمولی طور پر صاف ستھرا تھا۔

کاؤنٹر کلرک سے اس نے کمرہ طلب کیا اور جلدی سے بولا۔

"اگر روم نمبر بارہ خالی ہو تو دیدو۔"

"بہت بہتر جناب!"

کاؤنٹر کلرک نے کمرہ نمبر بارہ اس کے نام الاٹ کر دیا اور ایک بیرا اس کا سوٹ کیس اٹھا کر اس کے ساتھ چل دیا۔

"بیرا۔"

راستے میں منصور نے پوچھا۔

"جی صاحب۔!"

"کیا روم نمبر ۱۱ خالی ہے۔!"

"نہیں صاحب۔ وہ تو کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک میم صاحب ٹھہرتی ہیں۔ وہ جہاز میں کام کرتی ہیں۔"

"وہ کمرہ مستقل ان کے پاس رہتا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیا وہ آگئیں۔!"

"آنے والی ہوں گی صاحب۔ نو بجے تک آتی ہیں۔"

"ہوں۔"

منصور نے گردن ہلائی۔

بیرہ کمرہ نمبر بارہ کا تالا کھولنے لگا۔ پورے ہوٹل کی طرح صاف ستھرا کمرہ تھا۔ منصور کو اس ماحول میں یہ ہوٹل بہت پسند آیا۔ اس نے بیرے کو مناسب ٹپ دیا اور بولا۔

"اگر کافی مل جائے تو کافی۔ ورنہ گرم چائے عمدہ سی بنا لاؤ۔"

"کافی بھی مل جائے گی جناب۔"

بیرے نے اسے سلام کر کے کہا۔ اور باہر نکل گیا۔ منصور نے لباس تبدیل کیا اور پھر ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بیرا کافی لے آیا اور لذیز کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ ہوسٹس کے بارے میں سوچنے لگا۔

کافی ختم ہو گئی۔ اور وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اسے برابر والے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ اسے ہوسٹس کی آواز بھی سنائی دی تھی۔

مزید کچھ دیر گذر گئی۔!

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔
راہداری میں چکر لگاتے ہوئے وہ ہوسٹس کے کمرے کے سامنے سے بھی گزرا اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر وہ دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے کی ہول سے اندر جھانکا سامنے ہی ایک کرسی پر وہ نیم دراز تھی۔ منصور ایک گہری سانس لیکر سیدھا ہو گیا۔ پھر وہ اپنے کمرے میں آیا اور بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ چند منٹ میں بیرا آموجود ہوا۔
"برابر والے کمرے کی میم صاحبہ کھانا کمرے میں کھاتی ہیں یا ڈائننگ ہال میں۔"
"کبھی کمرے میں، کبھی ڈائننگ ہال میں صاحب۔!" بیرے کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ٹھیک ہے۔ اگر وہ ڈائننگ ہال میں جائیں تو مجھے اطلاع دیدینا۔"
"بہت بہتر۔"
بیرے نے گردن جھکا کر کہا اور واپس چلا گیا۔ پھر تقریباً دس منٹ کے بعد ہی اس نے اطلاع دی کہ لڑکی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئی ہے۔ منصور نے اسے ٹپ دی اور اٹھ کر نیچے جانے کی تیاری کرنے لگا۔
اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور کمرے سے نکل آیا۔ دروازے کو تالا لگا کر وہ ہال کی طرف بڑھ گیا۔ اور چند لمحات کے بعد وہ ہال میں داخل ہو رہا تھا۔
لڑکی بالکل سامنے کی میز پر گردن جھکائے بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ ہال میں بہت سی میزیں بھری ہوئی تھیں۔
منصور آہستہ قدموں سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔!"

اس نے نرم لہجے میں پوچھا اور لڑکی چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی اس کے چہرے پر پہلے حیرت اور پھر غصے کے نقوش ابھر آئے۔

"ہاں میں دوسری میزیں بھی خالی ہیں۔" اس نے درشت لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری۔!"

منصور نے معذرت آمیز انداز میں گردن جھکائی اور واپس پلٹ پڑا۔ لڑکی کا منہ کھل گیا تھا۔

شاید وہ متوقع تھی کہ منصور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے گا اس کی دو ایک جلی کٹی سنے گا اور وہاں بیٹھ ہی جائے گا۔ لیکن اس کا اندازہ غلط نکلا۔

منصور اس سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ذرا بھی کدورت کے آثار نہیں تھے۔ آنکھوں میں وہی چمک اور چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی۔

کرسی پر بیٹھ کر اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور ڈنر آرڈر بک کرانے لگا۔ لیکن اس نے دو ڈنر بک کرائے تھے اور ایک گھنٹے کے بعد کا وقت دیا گیا تھا اس کے ساتھ ہی اس نے ایک مشروب بھی طلب کر لیا۔ مشروب کا گلاس آ گیا۔ اور وہ اسٹرا ڈال کر سپ لینے لگا۔

اسی دوران اس نے ایک بار بھی لڑکی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اور چند منٹ کے بعد اس نے کسی کو اپنے سامنے محسوس کیا۔

اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہی تھی۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں"، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تشریف رکھیے۔"

منصور نے گردن خم کر کے کہا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے کپکپا رہے تھے۔

"کیا پئیں گی آپ۔" منصور نے پوچھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

"کیوں پریشان کر رہے ہو مجھے۔ کیوں ذلیل کر رہے ہو۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا۔؟"

وہ روتی ہوئی آواز میں بولی اور منصور اچھل پڑا۔ اگر وہ یہاں اس کی میز پر بیٹھ کر رونا شروع کر دے تو خود اس کی کیا پوزیشن ہوگی۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور جلدی سے بولا۔

"ارے۔ آپ برا مان گئیں مس ہونا۔ ہم.. میں تو مذاق کر رہا تھا۔؟"

"اچھا مذاق ہے۔ دوسروں کا دل توڑ کر خوش ہونا انسانیت تو نہیں ہے۔"

وہ اسی انداز میں بولی۔

"اوہ۔ میں معذرت خواہ ہوں۔ بیرا۔!"

منصور نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بیرے کو بلایا اور اسے اسی مشروب کا آرڈر دے دیا جو وہ خود پی رہا تھا۔ لڑکی رومال سے آنسو خشک کرنے لگی تھی۔

چند منٹ خاموشی رہی پھر وہ بولی۔ "میں نے تم سے بدتمیزی کی تھی اس کے لئے شرمندہ ہوں۔"

"کونسی بدتمیزی۔؟" منصور نے حیرت سے کہا۔

فہرست کتب

مکرمی سلام مسنون۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہم ایس قریشی کے لکھے ہوئے جاسوسی نا
شائع کرتے ہیں اور فکشن کی دنیا میں ایس قریشی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے جو لوگ
ایس قریشی کے ناول پڑھتے ہیں ان میں سے بہت سے ایس قریشی کو ابن صفی بی اے
کا جانشین کہتے ہیں یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔؟ اس کیلئے ہم آپ کو ایس قریشی کے لکھے ہوئے
ناول پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں پڑھیئے اور اس بات کی صداقت دیکھئے۔ ایس قریشی
ناول درج ذیل سیریزوں میں شائع ہوتے ہیں ہر ناول آفسٹ پر اور آٹھ رنگوں کے خوبصو
دیدہ زیب اور پُرکشش سرورق سے مزین ہو کر شائع ہوتا ہے۔

۱۔ عمران سیریز :۔ عمران۔ جولیا۔ صفدر اور بلیک زیرو کی ٹیم کے سنسنی سسپنس ایکشن
ہنگاموں اور قہقہوں سے بھرپور ناول۔ ہر ماہ۔

۲۔ سیکرٹ سروس :۔ کیپٹن پرمود کے سنسنی ایکشن سسپنس اور موت و زندگی
کی کشمکش سے بھرپور دلیری جانبازی اور شجاعت کے انوکھے
کارنامے۔ بھرپور ایڈونچر ناول

بلیک سیریز :۔ کیپٹن پرمود کی منگیتر اور سیکرٹ سروس کی لیڈیز سیکشن کی دل
اور ذہین سیکرٹ ایجنٹ کے سنسنی خیز ایکشن سے بھرپور کارنامے۔

تینوں سیریزوں میں ایس قریشی کے ابتک پونے دوسو کے لگ بھگ ناول شائع ہو چکے
ہیں جنکی مختصر سی فہرست پیش خدمت ہے ہر ماہ ایس قریشی کے درج بالا سیریزوں
میں چار سے چھ ناول شائع کئے جاتے ہیں اب ایس قریشی کا ہر ناول مکمل شائع ہو رہا ہے
ہم ایس قریشی صاحب کے علاوہ گلہے گاہے۔ نغمہ صفی۔ ابن کلیم۔ اظہر کلیم۔ ایچ اقبال
رحمن اقبال۔ حمید اقبال) اور ایم اے راحت کے عمران سیریز پر لکھے ہوئے جاسوسی

ایم اے راحت

کی

عمران سیریز

رنگین سائے

(حصہ دوئم)

مصنف

ایم اے راحت

قیمت

[illegible] روپے ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ | ایوب اکیڈمی | لیاقت آباد۔ کراچی ۱۹

پیش رس :-

ایم۔ اے راحت صاحب کا ایکشن اور ہنگاموں سے بھرپور ناول "رنگین سائے" آپ کے ہاتھوں میں ہے کیسا ہے یہ تو آپ پڑھنے کے بعد ہی بتا سکیں گے مگر میں صرف اتنا کہوں گا کہ راحت صاحب نے اسے بڑی محنت اور لگن سے لکھا ہے اور اسے لکھتے ہوئے وہ سب کچھ سامنے رکھا ہے جو آپ پسند کرتے ہیں اور جس کی آپ توقع کرتے ہیں ایکشن ہنگامے سسپنس اور قہقہے اس ناول کی جان ہیں۔

ناول پڑھیئے اور رائے سے مطلع فرمایئے

شکریہ

ادارہ

دروازہ کھولنے والی ایک ملازمہ تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے عمران کو دیکھا۔

"نائلہ سے ملنا ہے۔" عمران نے جواب دیا اور ملازمہ اسے لئے ہوئے اندر آگئی پھر اس نے عمران کو ڈرائنگ روم میں بیٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف رکھیئے میں بی بی کو اطلاع دیتی ہوں۔" اور عمران نے گردن ہلادی اور وہ باہر نکل گئی اور چند لمحات کے بعد نائلہ کمرے کے دروازے میں نظر آئی عمران کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ پھر اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات پھیل گئے۔

"ارے شاہد تم۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ تم ہوگے۔"

"کل تم سے ملاقات جو نہیں ہوئی تھی۔"

"ہاں۔ بس آج تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ٹیلی فون کرنے والی تھی۔ ویسے تم مجھ سے ملاقات نہ ہونے سے ایسے ہی بے چین ہوگئے کہ یہاں دوڑے چلے آئے۔"

"پھر دوستی کیسی۔" عمران نے کہا

"مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے۔" نائلہ نے محبت سے کہا۔ اور پھر بولی۔ "کل مجھے طلب کیا گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"جب سے میں اس ملازمت میں آئی ہوں یہ میری تیسری طلبی ہے۔ بیٹھے بیٹھے حکم ملتا ہے کہ اتنے منٹ کے اندر اندر فلاں جگہ پہنچ جاؤ۔ کل بھی میں تمہارے پاس آنے کی تیاری کر رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی اور مجھے

براہ راست ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے لئے کہا گیا اور پھر وہاں سے ایک فلیٹ نمبر دس میں لے جایا گیا جہاں دوسرے چند لوگ موجود تھے۔ میں بھی اس میٹنگ میں شریک ہوئی۔ وہ لوگ اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے دراصل ان کے کچھ کیسز پکڑے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ طریقہ کار بدلنے پر غور کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ ملکوں میں ہمارے روانہ کئے ہوئے سوٹ کیس پکڑے گئے ہیں اور وہ ملک باقاعدہ ہمارے ملک کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں اس کی اطلاع ہیڈ کوارٹر سے ملی ہے چنانچہ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا جانا تھا کہ آئندہ اقدامات کیا ہوں گے۔ سوٹ کیس بھیجنے کا طریقہ فیل ہو گیا ہے اس لئے اب کوئی نئی اسکیم سوچنی ہو گی۔"

"اوہ۔!" عمران نے ہونٹ سکوڑے۔ "پھر کیا فیصلہ ہوا۔؟"

"کوئی رائے قائم نہ ہو سکی۔!"

"اس کا مقصد ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری بھی بڑی اہمیت ہے جو انہوں نے تمہیں اس میٹنگ میں شریک کیا۔"

"ہاں۔ میں ابھی تک ان لوگوں کے لئے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہی ہوں۔ لیکن مجھے وہاں بلانے کا کچھ اور مقصد بھی تھا۔!"

"وہ کیا۔؟"

"مجھے کچھ اطلاعات براہ راست ملی تھیں۔" نائلہ نے پراسرار انداز میں کہا۔ "نمبر ایک۔ آج آخری سوٹ کیس زیدی کی مدد سے بھیجا جائے گا اور اس کے بعد زیدی کو ختم کر دیا جائے گا! یہ کام میرے ہی سپرد کیا گیا ہے یعنی جس وقت زیدی کام کر کے واپس آجائے میں ایکس

زہریلی سوئی سے اسے ختم کر دوں۔"

"اوہ۔!" عمران چونک پڑا۔

"اس کے بعد سے مجھے گوشہ نشین ہو جانا ہے۔ اور ٹھیک ایک ہفتے کے بعد میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گی۔"

"کہاں۔؟"

"یہ مجھے بھی نہیں معلوم اس کی اطلاع مجھے بروقت دی جائے گی۔ بہرحال چونکہ یہاں میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب مجھے کوئی اور کام دیا جائے گا۔"

"ہوں۔ عمران ایک گہری سانس لے کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر چند لمحات کے بعد بولا۔" وہ لوگ جو تمہیں ہانگ میں ملے تھے مقامی تھے۔!"

"نہیں سب غیر ملکی۔"

"پہلے بھی ان سے مل چکی ہوں۔"

"نہیں سب کے سب اجنبی تھے۔!" نائلہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک: سوٹ کیس کب ملے گا۔"

"تقریباً پانچ بجے۔ ساڑھے چھ بجے میں اسے زبدی کے حوالے کر دوں گی۔ اور سوا آٹھ بجے کی فلائٹ سے وہ روانہ ہو جائے گا۔"

"خوب! عمران نے گردن ہلا دی۔ نائلہ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے عمران کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ مگر تم اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہو خاہد۔"

"دیکھوں گا کیا کر سکتا ہوں۔"

"پلیز۔ اس چکر میں مت کرو۔ وہ خطرناک لوگ ہیں ان سے

براہ راست ٹکر مناسب نہیں ہوگی۔!"

"پرواہ مت کرو۔ میں پیچھے سے ٹکر ماردوں گا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ اور نائلہ پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"میں تمہیں کسی بھی سلسلے میں مجبور نہیں کروں گی شاہد۔ لیکن اتنا یاد رکھو اگر تمہیں کچھ ہوا تو میں بھی خودکشی کرلوں گی۔ مجھے اتنے عرصے کے بعد کوئی سچا ہمدرد دوست ملا ہے۔ میں اسے اس طرح نہیں کھودوں گی۔"

"کمال ہے۔ تم مجھے سچا اور ہمدرد تو سمجھتی ہو۔ لیکن ایسے کاموں سے باز رکھنا چاہتی ہو جن سے میں تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے نکال سکوں۔"

"میں تمہاری اس محبت اور خلوص کی کوئی قیمت ادا نہیں کرسکتی شاہد۔ بس میری درخواست ہے کہ تم اپنی زندگی خطرے میں مت ڈالو۔"

"اگر میں تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے نہ نکال سکا تو کسی گندے نالے میں ڈوب کر مرجاؤں گا! سمجھیں۔ اس بارے میں مجھ سے گفتگو مت کرو۔ اور جس طرح میں کہوں میری مدد کرو۔ جب تم میرے لئے خودکشی کرسکتی ہو تو میری مدد کیوں نہیں کرتیں۔ ممکن ہے ہم دونوں کو ہی خودکشی کی ضرورت پیش آجائے یا پھر۔ یہ لوگ خودکشی کے لئے مجبور ہوجائیں۔"

"کاش ایسا ہو۔ مگر اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ کمبخت بہت مضبوط آرگنائزیشن رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی روزانہ صبح کو سر پر اصلی گھی کی مالش کرتا ہوں۔" عمران نے کہا اور نائلہ کھلکے کھلکے انداز میں ہنس پڑی۔ پھر چونک کر بولی۔

"ارے۔ میں بھی کیسی بے وقوف ہوں۔ تمہیں کچھ پینے کے لئے بھی نہیں پوچھا۔

"بس اس وقت صرف تمہارے دشمنوں کا خون پیوں گا اور وہ تم مہیا نہیں کر سکتیں اس لئے اجازت دو۔" عمران کھڑا ہو گیا۔

"ارے نہیں سنو۔ بیٹھو تو سہی۔ مجھے بہت رنج ہو گا! اگر تم کچھ پی کر نہ گئے۔"

"اور اگر مجھے دشمنوں کا خون نہ ملا تو میں غم سے مر جاؤں گا۔ اس لئے مجبور نہ کرو اگر میں نے انکے خون کے علاوہ کچھ اور پی لیا تو میرا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور مجھے دوبارہ غصہ لانے کے لئے ایک ہزار ڈنڈ بیٹھکیں لگانی پڑیں گی ٹاٹا۔"
اس نے ہاتھ ہلایا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ درحقیقت اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ اسے اس نئی اطلاع کے بعد بہت سے کام کرنے تھے۔ اور یہاں رکنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔ نائلہ اسے آوازیں دیتی رہی مگر عمران باہر نکل آیا۔ چند منٹ کے بعد اس کی ٹو سیٹر رانا پیلس کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ آج کل اس نے فلیٹ کا رخ کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

رانا پیلس میں داخل ہو کر اس نے جولیا کو رنگ کیا۔ اور رابطہ قائم ہو جانے کے بعد بولا۔ صفدر، خاور، چوہان اور صدیقی کو جیمس اینڈ مکلین نامی فرم کی نگرانی پر لگا دو۔ فرم کے ہر مشکوک شخص پر نگاہ رکھی جائے اور کسی بھی مشکوک آدمی کا تعاقب کیا جائے۔

"بہت بہتر جناب!"، جولیا نے مستعدی سے کہا

"دوسری بات، شہزاد، نعمانی اور تنویر کو ایئرپورٹ منیجر زبیدی

کی نگرانی پر لگا دو۔ انتہائی ہوشیاری سے نگرانی کریں اسے شبہ نہ ہونے پائے اور نہ ہی کسی دوسرے آدمی کی نگاہوں میں آیا جائے۔!“

”میں ہدایت کر دوں گی جناب۔“

”اوکے۔!“ عمران نے ایکسٹو کے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر اس نے بلیک زیرو کو آواز دی۔ اور بلیک زیرو اس کے قریب پہنچ گیا۔ ”تم جیمس اینڈ میکلنس کے منیجنگ ڈائریکٹر جیمس پر نگاہ رکھو گے خصوصی طور پر اور جس وقت میں ہدایت دوں اسے اغوا کر لو گے یہ کام تمہارے سپرد ہے۔“

”یس سر۔!“ بلیک زیرو نے ادب سے کہا اور عمران ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر اونگھنے لگا۔

۱۷

شارغانہ کے جیالوں کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی۔ بچہ بچہ شرخسانیوں کا خون پینے کو بیتاب تھا۔ پوری رات اور دن جنگ کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ وہ سب ہتھیاروں سے لیس ہو گئے تھے۔ نیدو قبیلوں کو بڑی اہمیت تھی۔ کل بیس نیدو قبیں تھیں اور ان لوگوں کو سب سے آگے رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ شارغانہ والے بڑے پرامید تھے کہ نیدو قبیلوں کے جنگ شروع کرتے ہی شرخسانیوں کے قدم اکھڑ جائیں گے اور پھر ہم شرخسانیوں سے اپنے لوگوں کے خون کا بدلہ لے سکیں گے۔!

خود درغانہ تیار نہیں ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی اس وقت بھی وہ اپنے مشیروں میں بیٹھی تھی اور جنگ کے بارے میں مشورے

ہو رہے تھے۔

ایک مشیر نے کہا۔

"کیا حکم ہے ملکہ درغانہ۔ کیا ہم خود آگے بڑھ کر شرخسان پر ٹوٹ پڑیں یا ان کی طرف سے کارروائی کا انتظار کریں۔"

"انتظار کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دلاور خاں۔ شرجستان کے درندوں نے ہماری غیرت کو للکارا ہے انہوں نے قاصدوں کو ہلاک کر کے صدیوں پرانی روایت کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ ہم انہیں اپنے علاقے میں جنگ کرنے کی دعوت کیوں دیں۔ ہمیں آگے بڑھ کر ان کے علاقے کو تحس نحس کر دینا چاہیے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ انہوں نے شارغانہ کے شیروں سے ٹکرا کر دنیا کی سب سے بڑی نادانی کی ہے۔" ایک دوسرے مشیر نے پرجوش لہجے میں کہا اور دوسروں نے اس کی تائید کی۔

ملکہ درغانہ خاموش تھی۔ دوسری طرف نوجوان ہیبت خاں بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ملکہ درغانہ نے ایک ایک مشیر کی شکل دیکھی اور پھر اس کی نظریں ہیبت خاں پر جم گئیں۔

"میں ہیبت خاں کی رائے سننے کی منتظر ہوں۔" اس کی آواز گونجی اور ہیبت خاں چونک پڑا۔ اس نے ملکہ درغانہ کو دیکھا اور پھر نظریں جھکائے جھکائے بولا۔

"میں دوسرے لوگوں کی رائے سے اختلاف نہیں کروں گا ملکہ درغانہ۔"

"گویا تم آگے بڑھ کر جنگ کرنے کے حق میں ہو۔"

"ہاں۔ ہمیں کم از کم پیلوسا تک جانا چاہیے۔ پیلوسا کی وادی جنگ کا عمدہ میدان ہے اور پھر وہ شرخسان اور شارغانہ کا درمیانی علاقہ ہے

وہاں فوجوں کو اپنی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اگر ہم انہیں ڈھکیلتے ہوئے شر خسان تک لے گئے تو انہیں اپنی کمزوری کا اندازہ ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد شر خسان میں ہماری مزاحمت نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس اگر ہم نے شر خسان پر براہ راست حملہ کیا تو ہمیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

" ٹھیک ہے میں ہیبت خاں سے متفق ہوں۔ رات کے آخری پہر میں ہم آگے بڑھ کر بیلوسا کی وادی تک پہنچ جائیں گے اس کے بعد ہم ایک اور قاصد بھیجیں گے کہ شر خسان ہم سے جنگ کرے۔ ہم شر خسان کے سردار سے کہیں گے کہ ہمارے قاصدوں کا خون بہا ادا کرے اور ہم سے معافی مانگے ورنہ جنگ کے لئے آگے بڑھے۔ اگر بارہ گھنٹے میں شر خسانی فوجیں جنگ کے لئے نہ آئیں تو ہم شر خسان پر ٹوٹ پڑیں گے!" ملکہ درغانہ نے کہا۔ اور تمام مشیروں نے تائید کے نعرے لگائے۔ اس کے بعد درغانہ نے فوجی تیاریوں کے بارے میں دوسروں کی رائے لی۔ اب تک جو تیاریاں ہوئی تھیں ان پر غور کیا گیا اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر نشست برخاست ہو گئی۔ تمام مشیر ایک ایک کر کے چلے گئے۔ ہیبت خاں بھی اٹھنے لگا تو ملکہ درغانہ نے کہا۔

" ہیبت خاں۔!"

" ملکہ عالیہ۔" ہیبت خاں جھک کر بولا۔

" میں تمہارے چہرے پر ایک کشمکش دیکھ رہا ہوں۔ کچھ کہنا چاہتے ہو۔!"

" جی ملکہ عالیہ۔ میں ایک بات کی اجازت چاہتا ہوں۔" ہیبت خاں نے کہا۔

" ضرور۔ کہو۔ ہم تمہاری رائے کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔"

"ملکہ عالیہ۔ میں اپنے شبہ کا اظہار پہلے بھی کر چکا ہوں۔ اب بھی میں اسی شبہ میں مبتلا ہوں۔ بابا ہامان کو میں جنبکروں کا استاد سمجھتا ہوں۔ جنبکرے یقیناً اس کی پناہ میں ہیں مجھے خطرہ ہے کہ وہ شر خسانیوں کی مدد کریں گے۔ اور ان کی مدد شارغانہ کے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔

"شارغانہ کے شیر سر طوفان کا منہ موڑ سکتے ہیں ہیبت خاں۔"

"مجھے اپنے امیروں پر بھروسہ ہے۔ مگر مکاری سے کیا جانے والا حملہ خطرناک ہوتا ہے۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو ہیبت خاں صاف صاف کہو۔"

"اگر ملکہ عالیہ کو میری بات ناگوار گزرے تو میں معافی کا خواستگار ہوں میں چاہتا ہوں کہ اس جنگ میں میں شریک نہ ہوں۔"

"کیا مطلب۔" ملکہ حیرت سے بولی۔

"ہاں ملکہ درغانہ۔ سو جوانوں کے ایک دستے کے ساتھ میں راتوں رات کالے پہاڑوں کے عقب سے نکل کر بابا ہامان کے قبرستان میں پہنچ جاؤں اور اس سے قبل کہ جنبکرے شر خسانیوں کی مدد کے لیے تیار ہوں میں ان پر حملہ کر دوں اور بوڑھے ہامان کو گرفتار کر کے شارغانہ لے آؤں۔

ملکہ درغانہ کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔ اور وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا کہتے ہو ہیبت خاں۔ تم طلسمی قبرستان پر حملہ کرو گے۔ بوڑھے بزرگ کو گرفتار کرو گے۔ کیا تمہارا یہ خیال گناہ عظیم نہیں ہے۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں ملکہ عالیہ۔ ہامان وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہی ہیں جنبکرے ہمیں ضرور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ ہامان کے چیلے ہیں ہامان

ہم پر ننگر خسانیوں کو مسلط کرنا چاہتا ہے تو وہ ان کی مدد ضرور کرے گا تاکہ ہم پر غلبہ حاصل کر کے اس علاقہ پر اپنا راج قائم کرے۔

"اگر ایسا بھی ہوتا ہے تب بھی ہم مقدس قبرستان کی بے حرمتی نہیں کریں گے تم نہیں سمجھتے ہیبت خاں مقدس روحوں سے جھگڑا کبھی سود مند نہیں ہوتا براہ کرم اب اس سلسلہ میں کوئی بات مت کرو۔"

"جو حکم ملکہ عالیہ۔ ہیبت خاں نے سر جھکا دیا۔

"آؤ۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ ہم شہریوں کا جوش و خروش دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم فکر مت کرو دیکھنا شارغانہ کے بانکے ننگر خسانیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے اور بزدل ننگر خسانی جب شارغانہ کے شیر دل کی یلغار دیکھیں گے تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے مجھے تو امید ہے کہ وہ جنگ ہی نہیں کریں گے اور جون بہادینے کو تیار ہو جائیں گے۔"

"ہیبت خاں نے کوئی جواب نہیں دیا اس سے زیادہ بولنا کھلی گستاخی تھی۔ چنانچہ وہ خاموشی سے ملکہ کے ساتھ باہر نکل آیا پورا شارغانہ جنگی جنون کا شکار تھا جگہ جگہ میلے لگے ہوئے تھے۔ لوگ دھات کے ہتھیاروں پر دھار رکھ رہے تھے پتھر کے ہتھیاروں کو کھال کی زادیوں سے کس کر مضبوط بنا رہے تھے ہر شخص کے چہرے پر درندگی پھیلی ہوئی تھی وہ اس طرح دانت پیس رہے تھے جیسے جنگ میں دانتوں کو بھی استعمال کرنا چاہتے ہوں۔

ملکہ درغانہ اور ہیبت خاں گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے شہر کا چکر لگاتے رہے اور پھر محل واپس چل پڑے۔

اس رات شارغانہ کا ایک بچہ بھی ایک لمحے نہیں سو یا تھا۔ ٹھیک ساڑھے چار بجے یہ خوفناک لشکر نہایت خاموشی سے چل پڑا۔ سب سے

آگے بیس گھوڑوں پر بندوقچی تھے گھوڑوں کی زینوں سے بارود اور گولیوں کے تھیلے لٹکے ہوئے تھے بھری ہوئی بندوقیں ان کے کندھوں سے لگی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے گھوڑے سوار تھے جو تلواروں، کلہاڑیوں اور چوڑے کھانڈوں سے مسلح تھی۔ اس کے بعد نیزہ دار فوج تھی یہ بھی گھوڑوں پر سوار تھے اور سب سے پیچھے پیدل فوج تھی۔ جو پتھر اور دھات کے ہتھیاروں سے لیس تھی۔ ان میں باقاعدہ فوجی ایک بھی نہیں تھا۔ ملکہ درغانہ کے جیالے شہری تھے جو جنگ کے جوش میں لیس ہو کر آئے تھے۔

فوج کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی تیز تھی۔ درغانہ جنگی لباس میں برق کی طرح کوندرہی تھی اور ہیبت خاں لوہے میں غرق اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ فوج آگے بڑھتی رہی۔ اور ابھی سورج کی پہلی کرن نمودار بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس وادی میں پہنچ گئے جو میدان جنگ بننے والی تھی وادی میں پہنچ کر فوج کی پیش قدمی رک گئی اور ہیبت خاں اور دوسرے جنگی تجربے کار نوجوں کو درست کرنے لگے۔ تیر اندازوں کو چٹانوں پر بٹھا دیا گیا۔ نیزہ برداروں کو بھی ایسی جگہوں پر چھپا دیا گیا جہاں سے وہ دشمن پر کاری ضرب لگا سکیں بندوق بردار فوج گھوڑوں سے اتر گئی اور چٹانوں کی آڑ میں مورچے سنبھال کر بیٹھ گئی۔ بڑے بڑے پتھروں کو لڑھکا کر سامنے لایا گیا اور لائن سے مورچے بنا دیئے گئے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ساتھ وہ سب منظم ہو چکے تھے۔ اور پھر ملکہ درغانہ نے قاصدوں کا انتظام کیا۔ صرف دو آدمی ملکہ کا پیغام لے کر چل پڑے۔ ان دونوں کو مردہ سمجھ لیا گیا تھا۔

۱۸

واچ ٹرانسمیٹر کا ڈائل آن ہو گیا اور عمران نے جلدی سے چابی کھینچ کر اسے منہ کے نزدیک کر لیا۔

"ایکسٹو۔" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں بلیک زیرو بول رہا ہوں۔"

"کیا رپورٹ ہے۔؟"

"میں جمیس کا تعاقب کر رہا ہوں ایک آدمی نے ایک سیاہ رنگ کا سوٹ کیس اس کی کار کی ڈکی میں رکھا اور جمیس خود کار ڈرائیو کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ وہ اپنے مکان میں گیا میں اس کے پیچھے تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہی کار پھر باہر نکل آئی۔ اس بار اس میں تین آدمی تھے ان میں جمیس بھی تھا اور کار وہی ڈرائیور کر رہا تھا۔ کار ایک مکان کے سامنے رکی اور دو آدمی سوٹ کیس لے کر اندر چلے گئے۔ ان کی واپسی کے بعد جمیس بھی واپس چلا گیا۔"

"کہاں ہے اس وقت۔؟"

"اپنے مکان میں۔"

"ہوں۔ سیکرٹ سروس کے آدمیوں نے تو تعاقب نہیں کیا تھا۔؟"

"جی ہاں سب اس کے پیچھے تھے۔ اور بڑی ہوشیاری سے تعاقب کر رہے تھے۔"

"گڈ۔ ظاہر ہے وہ صفدر کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ کیا وہ لوگ اب بھی جمیس کے مکان پر ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"او کے بلیک زیرو۔ تم بحیثیت ایجنٹوں ان سے کام لے سکتے ہو جیسے
واس کے مکان سے نکال لاؤ اور دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں
پہنچا دو۔"

"بہت بہتر جناب! بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔
وہ کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور
اٹھالیا۔ عام فون کی گھنٹی تھی اس لئے وہ اصل آواز میں بولا۔

"ہیلو۔"

"میں شاہد سے بات کرنا چاہتی ہوں۔!" دوسری طرف سے ایک نسوانی
آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ نائلہ۔ میں شاہد ہی بول رہا ہوں۔ عمران نے جلدی سے کہا۔

"وہ پہنچ گیا ہے شاہد۔ حسب پروگرام انہوں نے مجھ سے گھر سے ہٹ
جانے کے لئے کہا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد جب میں واپس پہنچی تو سوٹ کیس موجود تھا۔"

"خوب۔ اب کیا پروگرام ہے۔؟"

"بس میں اسے زبیدی کے پاس لے جا رہی ہوں۔"

"او کے بے دھڑک جاؤ۔ زبیدی کے پاس سے سیدھی گھر میں آ ؤ گی۔!"

"ہاں۔"

"بے فکر رہو نائلہ تمہارے اوپر ذرہ برابر آنچ نہیں آئیگی یہ میری ذمہ داری ہے"

"مگر اب تم کیا کرو گے۔!"

"جو کچھ کروں گا اس کی اطلاع ضرور تمہیں دوں گا او کے۔"

"سنو تو سہی۔ ان لوگوں سے ہوشیار رہنا اگر تمہیں کچھ ہوا تو میں۔"

"اوکے اوکے! عمران نے فون بند کر دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنا کام شروع کرنا تھا۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر میک اپ کیس نکالا اور چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی شکل تبدیل ہو گئی۔ اب اس کے چہرے پر بھورے رنگ کی داڑھی تھی آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک اور بائیں گال پر بڑا سا تل۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جدید تراش کا سوٹ پہنا۔ سر پر چوڑے ہاؤلر کا فلیٹ لگا کر آئینے میں جائزہ لیا اور باہر نکل آیا۔ رانا پیلس کے گیراج سے ایک سی کار نکالی اور چل پڑا۔ اس کا رخ ایئرپورٹ کی طرف تھا۔ کار کی رفتار بہت سست تھی۔ کافی دیر میں وہ ایئرپورٹ پہنچا۔ اور پھر ایئرپورٹ کے باہر ہی اس نے کار پارک کی اور نیچے اتر آیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک پبلک کال بوتھ لگا ہوا تھا۔ بوتھ میں داخل ہو کر اس نے سکے ڈالے اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند منٹ کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس ماسٹر!"

"مسٹر لودھی سے بات کرائیے" عمران نے بھاری آواز میں کہا۔

"بہت بہتر۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور چند منٹ کے بعد دوسری آواز سنائی دی۔

"لودھی اسپیکنگ"

"میں چیف آف ریڈ رو ڈیپارٹمنٹ بول رہا ہوں"

"یس سر! دوسری طرف سے لہجہ مودب ہو گیا۔

"انتظامات کیسے ہیں۔؟"

"بالکل مکمل جناب۔ ہم آپ کے احکامات کے منتظر ہیں" جواب ملا۔

"تھوڑی دیر کے بعد وہ پہنچنے والا ہے۔ میں آپ کے آفس آ رہا ہوں۔ براہ کرم صرف ضرورت کے لوگوں کو وہاں رہنے دیا جائے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔ تشریف لے آیئے!"، دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہو کر وہ پہلے ہال میں آیا۔ یہاں موجود لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ٹہلتا ہوا دوسری جانب جا نکلا اور پھر ایک لمبا چکر لگا کر ایک اور عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ عمارت کے باہر داخلہ ممنوع ہے کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ عمران آگے بڑھ کے گیٹ کے نزدیک پہنچ گیا اور مسلح سنتری اسے گھورنے لگا۔

"مسٹر لودھی نے تمہیں میرے بارے میں اطلاع دی ہو گی۔"، اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"یس سر!" سنتری اٹینشن ہو گیا۔ اور عمران سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ایک راہداری سے گذر کر وہ ایک آفس کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی ایک بھاری بھرکم آدمی نے دروازہ کھولا۔ اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ، تشریف لایئے۔ اس نے کہا اور پیچھے ہٹ گیا "مجھے لودھی کہتے ہیں۔"، اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"شکریہ مسٹر لودھی۔ عمران نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا پیش کروں جناب۔ کافی چائے یا ......

"کچھ نہیں مسٹر لودھی تشریف رکھیے، کچھ کام کی گفتگو ہو جائے" عمران

نے کہا وہ اس وقت بجید پر وقار نظر آرہا تھا۔ لودھی بھی بہت مرعوب نظر آرہا تھا۔ وہ بیٹھ گیا۔

"طیارے کے عملے کے بارے میں مجھے تفصیلات بتایئے۔"

"پائلیٹ جانسن ایک انیگلو افریقی ہے۔ اسکا اسسٹنٹ چارلس ہے۔ باقی دو اور معاون ہیں اس کے ان کی تعداد چار ہے۔ چار ایر ہوسٹس ہیں جو سب مقامی ہیں۔"

"ہوں۔ اگر طیارے کو وقتی طور پر رد کیا جائے تو اس کے مسافروں کے لئے متبادل انتظام ہو سکتا ہے۔"

"میں اس سلسلہ میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔ لیکن ہم کمپنی سے رابطہ قائم کرکے دوسرے عملے کا انتظام کرا سکتے ہیں طیارہ کچھ دیر لیٹ ہو جائے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک رہے گا لیکن کمپنی کو اس وقت اطلاع دیں گے جب طیارے پر قبضہ کر لیں گے۔!"

"بہت بہتر جناب۔"

"اب میں آپ سے ذاتی سوالات کروں گا۔"

"مجھے جواب دیکر خوشی ہوگی۔"

"شکریہ۔ کیا آپ کی نظروں میں ایسی کچھ مشکوک شخصیتیں ہیں جنھیں یہاں اہمیت بھی حاصل ہو۔ اور آپ ان پر شک بھی کر سکتے ہوں کہ وہ کچھ ناجائز کام کر سکتے ہیں۔ عمران نے پوچھا اور لودھی کسی گہری سوچ میں پڑ گیا پھر چند منٹ کے بعد بولا۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔ میں ایسے کسی آدمی کا نام یقینی طور پر نہیں لے سکتا

"میں آپ کی مشکل آسان کئے دیتا ہوں" عمران نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ خاص طور سے ایئرپورٹ منیجر زیدی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

لودھی اچھل پڑا۔ کئی منٹ تک وہ عمران کی شکل دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

خدا کی قسم میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کیونکہ مسٹر زیدی معمولی آدمی نہیں ہیں لیکن مجھے ان پر شبہ ہے۔ وہ عورت کے معاملے میں بہت کچے ہیں۔ اکثر غیر ملکی عورتیں جو یہاں کسی وجہ سے رک جاتی ہیں زیدی صاحب کی مہمان ہوتی ہیں ان کے بنگلے پر رہتی ہیں اور انہیں ایسی ایسی مراعات مل جاتی ہیں جو غیر قانونی ہوتی ہیں۔"

"گویا میرا اندازہ درست ہے۔؟"

"جی ہاں۔ مگر کیا اس سلسلہ میں۔؟"

"جو صورت حال سامنے آجائے گی۔ میرا خیال ہے بہت کم وقت باقی ہے۔ طیارہ کس وقت روانہ ہوگا۔"

"نو بجکر ۴۰ منٹ پر ابھی ۲۰ منٹ باقی ہیں۔"

"لوڈنگ شروع ہو چکی ہے۔"

"جی ہاں۔ آیئے دیکھیں۔ لودھی نے کہا۔ اور ایک کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ عمران بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ دونوں کھڑکی کے قریب آکھڑے ہوئے۔ یہاں سے رن وے کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ سامنے ہی طیارہ کھڑا تھا اور اس پر سامان رکھا جارہا تھا عمران اسے دیکھتا رہا۔ دفعتاً لودھی چونک پڑا اور اس نے جلدی سے عمران سے کہا" وہ۔ وہ دیکھئے جناب۔ وہ کار یقیناً مسٹر زیدی کی ہے۔ اس دوربین سے دیکھئے۔ اس نے کہا۔ اور عمران نے جلدی سے دوربین سنبھال لی۔ کار میں زیدی ہی تھا عمران اسے پہچان گیا ظاہر ہے وہ ایئرپورٹ منیجر تھا اسے رن وے پر جانے سے کون روک سکتا تھا اس کے علاوہ وہ کسی بھی جہاز کی چیکنگ

کر سکتا تھا۔ اس نے کار جہاز کے نزدیک روک دی اور نیچے اتر کر لوگوں سے گفتگو کرنے لگا۔ عمران کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں لیکن وہ دوسرے لمحے چونک پڑا۔ وہ لوڈرس اس کی کار کی ڈکی کھول رہے تھے اور انہوں نے احتیاط سے وہ سیاہ سوٹ کیس نکال لیا اور اسے بھی دوسرے سامان میں شامل کر لیا گیا۔

عمران نے ایک گہری سانس لیکر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"تو یوں خاموشی سے کام ہو جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں نے بھی سوٹ کیس دیکھ لیا ہے۔" بوڑھی نے جواب دیا۔

"آپ کے آدمی طیارے سے کتنے دور ہیں۔؟"

"بالکل قریب ہیں آپ فکر نہ کریں جب آپ حکم دیں گے طیارہ کو قبضہ میں لے لیا جائے گا۔"

"مسٹر زیدی کو وہاں سے ہٹ آنے دیجئے۔ عمران نے کہا۔ اور بوڑھی نے گردن ہلا دی۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ چند منٹ کے بعد زیدی اپنی کار میں بیٹھا اور واپس چل دیا۔ عمران نے واچ ٹرانسمیٹر آن کیا اور اسے منہ کے نزدیک کر کے بولا۔ "ہیلو شہزادہ۔"

"یس سر! کیپٹن شہزادہ سپیکنگ۔!"

"کیا تم نے مسٹر زیدی کی کار کو رن وے پر جاتے ہوئے دیکھا ہے!"

"جی ہاں جناب۔ ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے ہی یہاں تک آتے ہیں۔"

"وہ واپس آ رہے ہیں انہیں لیکر بلیک ہاؤس چلے جاؤ۔ اور وہاں ان کی نگرانی کرو۔ زیدی کو بچ کر نہیں جانا چاہیئے۔"

"بہت بہتر جناب! شہزادے نے جواب دیا اور عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ بوڑھی حیرت سے یہ کاروائی دیکھ رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد وہ عمران کی

کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا اور بولا۔

"بیحد نفیس ٹرانسمیٹر ہے جناب۔!"

"ہاں۔ عمران نے جواب دیا اور پھر وقت دیکھتا ہوا بولا" میرا خیال ہے اب کام شروع کر دیا جائے۔ ان دونوں لوڈرز کو بھی خاص طور سے گرفتار کرنا ہے۔"

"یقیناً۔ لودھی نے جواب دیا اور اپنی میز کے نزدیک واپس پہنچ گیا پھر اس نے انٹرکام سوئچ آن کر کے کہا۔" ہیلو طارق۔"

"یس سر۔!"

"کام شروع کر دو۔ ہم بھی پہنچ رہے ہیں۔ فی الحال سب کو لاک اپ کر لو۔ اس کے بعد ہم چھانٹ لیں گے۔"

"آل رائٹ سر۔! جواب ملا اور لودھی نے انٹرکام بند کر دیا۔ پھر عمران سے بولا" آیئے چلیں۔ اور عمران نے گردن ہلا دی۔ لودھی اپنے آفس سے نکل آیا اور پھر باہر کھڑی ہوئی کار میں بیٹھ کر رن وے کی طرف چل دیا۔ اسکا رخ طیارے کی طرف تھا۔ دوسری طرف طیارے کے نزدیک ڈرامہ شروع ہو گیا تھا۔ تقریباً دو درجن افراد طیارے کو گھیرے کھڑے تھے اور ان کے سامنے جو لوگ کھڑے تھے ان کے ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ لودھی وہاں پہنچ گیا۔

"ان سب کو گرفتار کر لو۔ اس نے کہا اور گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔

"ہمارا قصور کیا ہے؟ غیر ملکی پائلٹ نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور لودھی مسکرانے لگا! پھر اس نے اپنے ایک آدمی سے کہا" سیاہ رنگ کا وہ سوٹ کیس اتار لو حامد تاکہ ہم انہیں ان کا قصور بتا سکیں۔ اور پائلٹ کا سیاہ چہرہ اور سیاہ ہو گیا۔ گرفتار شدہ لوگوں کو لیکر وہ لوگ واپس چل پڑے۔ سیاہ سوٹ کیس عمران کی تحویل میں دیدیا گیا تھا۔ عمران کے ایما پر لودھی نے کمپنی کو

اس واقعہ کی اطلاع دیدی اور کہا کہ اگر طیارے کو لے جانے کے لئے وہ دوسرے عملے کا انتظام کر دے تو طیارے کو فوری کلیرنس دیا جا سکتا ہے۔"

"او کے مسٹر لودھی۔ آپکے بہترین تعاون کا شکریہ۔ ان لوگوں کو آپ اپنی تحویل میں رکھیں گے۔ ہیڈ ڈپارٹمنٹ ان کے سلسلہ میں فوری فیصلہ کر کے آپ کو مطلع کر دیگا۔"

"بہت بہتر۔" لودھی نے کہا اور عمران اس سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آیا۔ سیاہ سوٹ کیس اب اس کے پاس تھا۔

۱۹

سرحدی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ ٹمک ٹولہ کا راستہ صرف ساڑھے تین گھنٹے کا تھا اور سفر کے ڈیڑھ گھنٹے پورے ہو چکے تھے۔ منصور اس ایئر ہوسٹس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جاگنے کے بعد اسے کیسا ذہنی دھچکا لگا ہو گا۔ ویسے عجیب لڑکی تھی اس نے منصور سے کچھ نہیں طلب کیا تھا اور اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دیا تھا۔ کیوں۔؟ منصور اس کی نفسیات سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ موجودہ معاشرے کی بدعنوانیوں کا شکار تھی۔ یقیناً کسی وقت وہ معصوم تھی۔ نہ جانے یہ ملازمت حاصل کرنے کے لئے اسے کیا کیا جتن کرنے پڑے ہوں گے اور پھر نہ جانے وہ کون لوگ ہوں گے جنہوں نے اسے اس راستے پر گامزن کیا۔ منصور تو صرف اس کی بدنما شکل دیکھ سکا تھا۔

لڑکی کی حقیقت کا تصور قائم کرنے کے بعد اسے خود پر افسوس ہونے لگا۔ کم از کم اسے یہ گھناؤنا قدم نہیں اٹھانا چاہئے تھا۔ مصیبت تو یہی تھی کہ معاشرے کا ہر فرد اس کی برائیوں کا مبلغ تو بن سکتا ہے لیکن اگر اسے ان برائیوں میں داخل ہونے کا موقع ملے تو وہ نہیں چوکتا اور خود بھی بخوشی وہی گندگی اوڑھ لیتا ہے۔

ایسی شکل میں معاشرے کی اصلاح کیسے ہو اور مصلح کون بنے۔ وہ اپنے کئے پر نادم ہوتا رہا۔ اور ٹرین شور مچاتی دوڑتی رہی۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی اسٹیشن آرہے تھے۔ کسی پر ٹرین رکتی کسی پر نہ رکتی یہاں تک کہ ٹک نوٹلہ اسٹیشن آ گیا۔ بہت چھوٹا اسٹیشن تھا اور کافی چڑھائی پر تھا۔ منصور اپنا سامان لیکر نیچے اتر گیا۔ یہاں آنے کے لئے اس نے خاصے انتظامات کئے تھے یہ انتظامات مختصر مگر جدید ترین تھے۔ اور ان میں سے بعض چیزیں انکل ڈنکی کی عطا کردہ تھیں۔

وہ اسٹیشن سے نکل آیا۔ سرحدی علاقہ تھا لوگ سرخ و سفید تھے لیکن غربت و افلاس کا شکار۔ ان کے توانا جسموں سے مشقت کی عادت کا تو احساس ہوتا تھا لیکن چہروں پر خوش حالی کی چمک نہیں تھی۔ اسٹیشن سے باہر کسی سواری کا وجود نہیں تھا۔ اس نے ایک آدمی کو روک کر سرحدی زبان میں اس سے کسی سرائے کے بارے میں پوچھا۔

"یہاں سرائے نہیں ہوتی۔ آپ میرے مہمان رہیں گے!" اس نے کہا۔

"ارے نہیں۔ بس مجھے تھوڑی دیر بیٹھنا ہے۔"

"یہ ہماری توہین ہے۔ آپ نے مجھ سے سرائے کے بارے میں پوچھا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ مہمان ہیں آپ کو میرا مہمان بننا ہوگا!"

"میں تمہاری خلوص و مہمان نوازی کی قدر کرتا ہوں مگر مجھے روانہ ہو جانا ہے اس لئے!" منصور نے کہا لیکن دوسرے لمحے اس شخص نے ایک لمبا چاقو نکال لیا اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر منصور کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تمہیں مجھے ذلیل کرنیکا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ تمہیں میرے ساتھ کھانا کھانا ہوگا ورنہ ہم دونوں میں سے ایک کی لاش یہاں تڑپتی نظر آئیگی!" منصور ہنس پڑا۔ یہ لوگ روایتی قسم کے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ اور مہمان کی بے اعتنائی ان کیلئے

گالی ہوتی ہے۔ اس نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ غریب لیکن دل کے امیر انسان نے خوش ہو کر اس کی اٹیچی اٹھائی اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔ انکی منزل ایک کچا مکان تھا۔ میزبان نے اندر جا کر پردہ کر دیا اور پھر منصور کو مکان کے اندر لے گیا۔ موٹے اناج کی روٹی آدھا پکا ہوا گوشت اور پیاز کی مرلی گنٹھیوں کے ساتھ اس کی تواضع کی گئی۔ کھانے کے دوران اس نے اپنا نام زرین خاں بتایا تھا۔

”میں شنار غانہ کی طرف جانا چاہتا ہوں زرین خاں۔ کیا تم مجھے مناسب پتہ بتا سکتے ہو۔

”شنار غانہ۔ زرین خاں چونک پڑا۔ مگر ادھر کیوں جانا چاہتے ہو۔ وہ علاقہ بہت خطرناک ہے۔“

”ایسا ہی کام ہے۔ سنو کیا یہاں کرائے کے گھوڑے مل جاتے ہیں یا پھر قیمتاً مل جائیں گے گھوڑے کی فروخت ہے۔ !“

”خان درجان گھوڑے فروخت کرتا ہے میں اس کے پاس لے چلوں گا۔“

”ٹھیک ہے منصور نے کہا۔ کھانا کھانے کے بعد منصور کی درخواست پر زرین خاں اسے لے کر درجان کے پاس پہنچا درحقیقت۔ گھوڑوں کا بہت بڑا تاجر تھا۔ انتہائی مناسب قیمت پر منصور کو ایک گھوڑا مل گیا۔ اس نے فوراً قیمت ادا کر دی اور گھوڑے لیکر زرین خاں کے گھر واپس آگیا۔

پھر تقریباً تین گھنٹے اس کے ساتھ گذارنے کے بعد منصور نے اجازت چاہی اور زرین خاں اس کو کافی دور تک چھوڑنے آیا روانگی سے قبل وہ منصور سے اس طرح گلے ملا تھا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ قدرت نے ان لوگوں کو کتنا بڑا دل عطا کیا ہے۔ ہمارے مذہب نے جس قدر اخوت کا سبق دیا ہے کسی اور مذہب میں

نہیں ہے۔ اگر انسان اس مذہب پر عمل پیرا رہے تو آج کوئی دکھ نہ ہوتا دل کی ویرانیاں۔ نہ ہوتیں اور ہر شخص خوش ہوتا۔ لیکن افسوس۔ ہم مذہب اور انسانیت سے کس قدر دور نکل آئے ہیں۔

سدھایا ہوا قوی ہیکل گھوڑا سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اور منصور کا ذہن انہیں خیالات میں بھٹک رہا تھا۔ اس کا اٹیچی گھوڑے کے ایک سمت لٹکا ہوا تھا دوسری طرف ایک کٹ بیگ تھا جس میں کھانے کا سامان اور پانی کی بوتلیں تھیں۔ غرض وہ پوری طرح لیس تھا۔

نہ جانے کب تک گھوڑا سست رفتاری سے چلتا رہا۔ اور پھر وہ بستی سے کافی دور نکل آیا۔ تک ٹولہ کا علاقہ دو میل تھا اس کے بعد آزاد سرحدی علاقہ شروع ہو جاتا تھا جہاں دو میل کے ایک ٹکڑے کو کراس کرنے کے بعد شازمانہ کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ منصور کے پاس وہاں کا مکمل نقشہ موجود تھا۔ اس نے گھوڑے کی رفتار اب بھی تیز نہیں کی۔ اور جب تک ٹولہ کا آخری درخت بھی پیچھے رہ گیا تو ایک جگہ اس نے گھوڑا روک دیا۔ اور نیچے اتر آیا۔ گھوڑے کی لگام اس نے ایک پتھر کے نیچے دبا دی اور اٹیچی اتار کر کھول لیا۔ اٹیچی سے اس نے ایک لباس نکالا۔ یہ بڑے بالوں والی ٹوپی سمور کے کوٹ اور چست پتلون پر مشتمل تھا۔ اس نے اپنے کپڑے اتار کر یہ لباس پہنا اور وہ خالص سرحدی معلوم ہونے لگا۔ پھر اس نے اٹیچی کی ڈبل تہہ کو کھولا اور اس میں سے لوہے کی ایک موٹی نال ایک بٹ ایک ٹریگر اور دوسرے کئی پنیں نکالے اور انہیں جوڑنے لگا۔ چند لمحات کے بعد ایک عمدہ قسم کی گن تیار تھی۔ ویسے اس کی ساخت بجد عجیب تھی یہ بھی انکل ڈیکی کا عطیہ تھا انہیں کی طرح بے ڈھب اس سے بہت سے کام لئے جا سکتے تھے۔ رائفل فٹ کرنے کے بعد اس نے ایک پیکٹ پھاڑا اور

اس سے گرلیبوں کے فالتو فل نکال کر لباس میں ٹھونسے اور رائفل کندھے سے لٹکالی پھر ایچی بند کر کے اسی طرح گھوڑے کے ساتھ سے لٹکا دی اور پوری طرح تیار ہو کر گھوڑے کی لگام کھول دی۔ ایک چھلانگ مار کر وہ گھوڑے پر بیٹھا اور اسے ایڑ لگادی۔ اور اب گھوڑا ہوا سے باتیں کر رہا تھا اور اس پر بیٹھا ہوا منصور کوئی خالص سرحدی لگ رہا تھا۔ طاقتور اور نڈر اور بیباک!



نترخسان تاریکی کی آغوش میں سو رہا تھا۔ رات کے تقریباً تین بجے تھے۔ تمام جھونپڑوں کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ صرف ایک چراغ روشن تھا اور یہ چراغ سردار کے مکان کا تھا۔ خاور کی ماں بیٹے کی موت کے بعد اپنی نیند کھو چکی تھی۔ وہ نیم دیوانی ہو گئی تھی اور سردار اس کی وجہ سے بیحد پریشان تھا۔ اس وقت بھی عورت دروازے کے سامنے تاریکی میں نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر دیرانی تھی اور آنکھوں میں انتظار! سردار اس سے تھوڑے فاصلے پر پیال کے ڈھیر میں دنفسا کمبلوں کے بل لیٹا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اذیت کے نقوش تھے۔ کافی دیر اسی دیر گذر گئی تو سردار نے نرم لہجے میں آواز دی۔

"ترمانہ... اور عورت چونک کر اسے دیکھنے لگی۔" لیٹ جاؤ ترمانہ سونے کی کوشش کرو۔"

"خاور کہاں ہے۔؟" عورت نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"وہ آسمان کی بلندیوں میں گم ہو گیا ہے اب واپس نہیں آئے گا۔

"کیوں نہیں آئے گا۔ کیا میں اس کی ماں نہیں ہوں۔ تم اس کے باپ نہیں ہو!"

"ہم اس کے کچھ نہیں ہیں۔ وہ اب ہمارا کچھ نہیں ہے۔ اب وہ رب عظیم کی بارگاہ میں ہے اس سے ہمارا کیا رابطہ۔!"

"تم اس سے اپنا ربط توڑ سکتے ہو۔ میں نہیں۔ کیونکہ میں اس کی ماں ہوں!"

"سو جاؤ ترمانہ۔ سو جاؤ۔ میں کہتا ہوں سو جاؤ۔ ورنہ۔ پھر میں بھی تمہیں نہ مل سکوں گا۔ میں شارغانہ جا کر قتل عام کروں گا۔ اپنے خارا کی موت کا انتقام لوں گا اور خود بھی مارا جاؤں گا۔"

"نہیں۔ نہیں تم اکیلے مت جانا۔ اگر تم بھی مارے گئے تو میں تنہا رہ جاؤں گی۔ خارا بھی نہیں ہے جو اپنے مضبوط بازوؤں میں مجھے اٹھا کر سامنے والی پہاڑی تک لے جائیگا۔ تم نہیں جاؤ گے سردار۔ تم نہیں جاؤ گے۔! عورت رو پڑی اور سردار پیال کے ڈھیر سے اٹھ کر اس کے نزدیک آگیا۔ اس نے عورت کو اپنے بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔

"خارا میرا بھی بیٹا تھا۔ اس کی موت کے بعد سرداری کسی اور کے قبضے میں چلی جائے گی میرا نشان مٹ جائے گا۔ کوئی سردار آقاجہ کا نام لینے والا نہ ہوگا اس کی موت کا مجھے بھی اتنا ہی غم ہے جتنا تم کو ہے"

"انہوں نے ہماری سرداری ختم کر دی ہے ہماری نسل ختم کر دی ہے۔ پھر تم نے انہیں معاف کیوں کر دیا۔ کیا تم اپنے بیٹے کا انتقام نہیں لو گے۔" ترمانہ بولی۔

"رب عظیم کی قسم۔ میں شارغانہ سے انتقام ضرور لوں گا۔ بہت جلد شارغانہ کے گلی کوچوں میں خون کی ہولی ہو گی۔ شارغانہ کا ہر گھر اپنے خاوندوں کا ماتم کر رہا ہو گا۔ مگر۔ بابا ہامان کے کہنے سے میں خاموش ہوں۔ بابا ہامان

جس وقت مجھے اجازت دیگا ہم ثنار غانہ پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

"میں تمہیں اجازت دینے آیا ہوں آروجہ۔" دروازے سے ایک آواز سنائی دی اور زرمانہ اور سردار چونک پڑے انہوں نے گھوم کر کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ بابا ہامان تاریکی سے برآمد ہوا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی تاریکی میں صاف نظر آرہی تھی۔ وہ دونوں احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ بابا ہامان شاذ ونادر ہی اس طرف آتا تھا۔ اور اس وقت اتنی رات گئے اس کا وہاں آنا حیرت انگیز تھا۔

بوڑھا پروقار انداز میں آگے بڑھا اور اندر آگیا۔

"بابا ہامان آپ!" سردار نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں سردار آروجہ۔ میں ہمیشہ رب عظیم سے تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ تو میری عزت کرتا ہے۔ میرے کہنے سے تو اپنے بیٹے کا غم برداشت کر گیا اور میرے احکام کا منتظر رہا تو کیا میرا فرض نہیں ہے کہ رب عظیم سے تیری بہتری چاہوں۔"

"ہمیں آپ کی سرپرستی کی قدر کرتا ہوں بابا ہامان۔ بتائیے کیا حکم ہے!"

"میرا فرض ہے سردار کہ میں تجھے مصیبتوں اور تیرے دشمنوں کی سازشوں سے آگاہ رکھوں۔ اس وقت بھی تجھے ایک اطلاع دینے آیا ہوں۔"

"کیسی اطلاع؟"

"ثنار غانہ کی بزدل ملکہ درغانہ اپنی فوج لیکر ترخسان پر حملہ کرنے چل پڑی ہے۔ ان کی منزل وادی بیلوسا ہے جسے وہ میدان جنگ بنانا چاہتے ہیں۔"

سردار کی گردن کی رگیں پھول گئیں اور وہ دیوانگی سے چیخا۔ "رب عظیم کی قسم بیلوسا ثنار غانہ کا قبرستان بن جائے گا۔ ثنار غانہ کا ایک بھی سپاہی بیلوسا سے بچ کر نہیں جائے گا۔!"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا! شارغانہ کو شکست ہوگی۔ اپنی فوجیں منظم کرلے اور اس سے پہلے کہ شارغانہ کی بزدلی فوج آگے بڑھے تو پہلو سا پہنچ جا۔!"

"ایسا ہی ہوگا مقدس باہامان۔ ایسا ہی ہوگا۔!"

"رب عظیم میدان جنگ میں تیری حفاظت کرے گا۔ اپنی فوجوں کو کہہ دے کہ ان کے ساتھ رب عظیم کے پرکارے بھی جنگ کریں گے ایسے ہتھیاروں سے جو شارغانہ کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں گے تیری فتح یقینی ہے۔!"

"میں رب عظیم کے بھروسے پر جنگ کروں گا۔! زمانہ۔ کھڑی ہوجا۔ آنسو خشک کرلے۔ تیرے خارا کے انتقام کا وقت آگیا ہے۔ تو نے آردجہ کو بزدل سمجھا ہوگا۔ مگر میں باباہامان کے حکم کا منتظر تھا اب تو دیکھے گی کہ آردجہ کی کلہاڑی خارا کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب لے گی۔"

"میں جانتا ہوں میرے بچے۔ میرا ہاتھ تیری پشت پر ہے۔ جا تیاری کر۔ باباہامان دروازے کی طرف چل پڑا اور چند لمحات کے بعد وہ تاریکی میں گم ہوگیا۔ آردجہ اسے دیکھتے رہا اور پھر وہ خیمے سے نکل آیا۔ زمانہ اس کے ساتھ تھی۔ ایک موٹے تنے کے درخت کے نزدیک پہنچ کر اس نے درخت میں لٹکے ہوئے ایک گھنٹے کے قریب پڑی ہتھوڑی اٹھائی۔ اور چند لمحات کے بعد رات کی تاریکی میں گھنٹے کی خوفناک آواز پہاڑیوں کو لرزا دینے لگی۔ آبادی اور سناٹے میں یہ آواز دنیا کی سب سے خوفناک آواز لگ رہی تھی۔

اور چند لمحات کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے صور اسرافیل پھونک دیا گیا ہو۔ ہر جھونپڑی سے شرخسانی چیختے چلاتے باہر نکل آئے بالکل اسی طرح جیسے مردے قبروں سے نکل آئے ہوں۔ سب ادھر ادھر دوڑ کر اپنے

تھیار تلاش کر رہے تھے۔ پھر مشعلیں روشن ہونے لگیں۔ اور تھوڑی دیر کے اندر اندر شر خسان میں مشعلوں کا دن نکل آیا۔ وہ سب اس بوڑھے تنے والے درخت کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ قوی ہیکل سردار سینہ تانے کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا

اور جب پورا شر خسان اس کے گرد جمع ہو گیا تو وہ اپنی گرجدار آواز میں بولا۔

"شر خسان کے دلیرو۔ کیا تمہاری آنکھوں میں گینہ ہے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں کے نعروں سے دور دور تک کی فضا گونج اٹھیں۔

"تو غور سے سنو۔ مقدس ہامان ابھی تھوڑی دیر قبل میرے پاس آیا تھا اس نے اجازت دی ہے کہ اب شارغانہ سے خار کے انتقام کا وقت ہے اس نے ہمیں بتلایا ہے کہ شارغانہ کے گیدڑ شر خسان پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ وہ وادی پہلوسا میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور وادی پہلوسا میدان جنگ بنے گی۔ دلیر بابا ہامان نے بشارت دی ہے کہ فتح ہماری ہے۔ شارغانہ کے بزدلوں کو شکست ہو گی اور شارغانہ ہمارے قدموں تلے ہوگا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ تیاریاں کر لو۔ ہم پہلوسا چل رہے ہیں کل کا سورج سرخ ہوگا۔ شارغانہ کے خون سے تمہاری کلہاڑیاں کی کاٹ شارغانہ کے دل ہلا دے گی۔ تیار ہو جاؤ کہ بزدل شارغانیوں کا نام و نشان مٹانے کا وقت آ پہنچا ہے۔

اور سامنے کھڑے ہوئے لوگ جوش و غضب سے چیخنے لگے۔ ان کی شکلوں پر درندگی برسنے لگی۔ شر خسانیوں کا جوش و خروش بھی شارغانیوں سے کم نہیں تھا۔ منیرد کی طاقت ابھر رہی تھی سازشی کتے "معصوم انسانوں کو خاک و خون کی وادی میں دھکیل چکے تھے۔ سورج نکلنے سے قبل شر خسان کا طوفانی

لشکر تو ہیکل سردار کی رہنمائی میں چل پڑا۔ ہر شخص شارغانہ پر ٹوٹ پڑنا چاہتا تھا۔

ابھی سورج نے کرنیں دمشق کی مونی پہاڑیوں سے سر ابھارا ہی تھا کہ شترخسان کے سردار آروجہ کو دو گھوڑے نظر آئے جو اسی طرف آ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور لشکر رک گیا۔ وہ سب خونی نظروں سے آنے والوں کو دیکھ رہے تھے جو سفید کپڑا لہراتے ہوئے آ رہے تھے۔

"وہ قاصد ہیں۔ ان سے تعرض نہ کیا جائے"! سردار نے کہا۔ اور لشکری خاموش ہو گئے۔ گھوڑے سوار آگے بڑھتے رہے اور چند منٹ کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گئے۔ سردار سے سو گز کے فاصلے پر وہ گھوڑوں سے اتر گئے اور انہوں نے اپنے ہتھیار کھول کر زمین پر ڈال دیئے۔

سردار بھی گھوڑے سے اتر آیا۔ وہ کسی دیو کی طرح تنا کھڑا تھا۔ قاصدوں نے اس کے سامنے سر خم کیا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔ "ہم معزز سردار آروجہ کے لئے ملکہ شارغانہ کا پیغام لائے ہیں۔"!

"کیا پیغام ہے"! سردار نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

"شترخسان نے صدیوں پرانی روایت کو ٹھکراتے ہوئے شارغانہ کے قاصدوں کو قتل کر دیا ہے۔ نوجوان ولی عہد خاور کی موت کا شارغانہ کو بھی اتنا ہی افسوس تھا جتنا شترخسان کو اس سے ہماری کوئی دشمنی نہیں تھی جو ہم اسے قتل کرتے۔ ملکہ شارغانہ کو شبہ تھا کہ یہ شارغانہ اور شترخسان کو آپس میں لڑانے کی سازش کی گئی ہے۔ اسی شبہ کو رفع کرنے کے لئے ملکہ نے قاصدوں کا ایک وفد بھیجا جو تعزیتی رسومات بھی ادا کرنے آیا تھا لیکن شترخسان نے بد ترین درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے ان قاصدوں کو قتل کر دیا اور ان کی لاشوں

کی بے حرمتی کی۔ اس اقدام سے بھائی چارے کی فضا ختم ہو گئی اور شارغانہ کے عوام شرخسان کو اپنا بد ترین دشمن تصور کرنے لگے۔ چنانچہ شارغانہ کے جیالے ان قاصدوں کے خون کا انتقام لینے آ پہنچے ہیں ہم تمہیں دادی پہلو سا میں مقابلے کی دعوت دیتے ہیں لیکن زیرک ملکہ نے رحمدلی سے کام لیتے ہوئے اپنے عوام کو خونریزی سے روکنے کی ایک اور کوشش کی ہے۔ ہم ملکہ کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ شرخسان قاصدوں کا خون بہا ادا کرے اور وعدہ کرے کہ آئندہ وہ ایسے جرم کا مرتکب نہیں ہو گا تو صلح ہو سکتی ہے۔ ورنہ پھر میدان جنگ موجود ہے۔

"تم کہہ چکے ذلیل قاصدو۔ کاش تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں مناسب جواب دیتا۔ سردار آردصہ غصے میں دانت کٹکٹاتے ہوئے بولا۔ شارغانہ کی مکار ملکہ کو قاصدوں کے قتل کا الزام ہم پر لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اس کتیا سے کہہ دینا کہ اگر اس کی کمر میں لچک ہے تو وہ جنگ کرنے کیوں آئی۔ ہم نے کسی قاتل کو قتل نہیں کیا۔ یہ الزام جھوٹ اور مکاری ہے۔ رہا جنگ کا سوال تو شارغانہ کے بدنصیب لوگو سن لو۔ موت تمہارا مقدر بن گئی ہے۔ آج کا دن شارغانہ کا آخری دن ہے۔ یہ نوشتہ تقدیر ہے جاؤ۔ واپس جا کر اپنی ملکہ سے کہہ دو کہ دل کی حسرت تو پوری کرے کیوں اسے دوسرا دن نصیب نہ ہو گا۔!

شارغانہ سے آنے والے قاصد غصے سے کانپ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ لیکن وہ خاموشی سے اٹھے اور اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھ گئے انہوں نے ہتھیار اپنے جسم پر لگائے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اور پھر وہ واپس چلے گئے۔ انہیں خطرہ تھا کہ پشت ہوتے ہی ان پر تیروں

کی بارش ہو جائے گی۔ وہ اپنے آخری وقت کا تصور کر چکے تھے۔ مگر فوجوں سے کافی دور نکل آنے کے بعد بھی دوسری طرف سے حملہ نہ ہوا اور وہ حیران رہ گئے۔

دونوں کے گھوڑے برابر برابر دوڑ رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔

"یہ کیا بات ہے عظمت خاں انہوں نے ہمیں قتل نہیں کیا۔"

"مجھے تو ایک اور ہی خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا۔؟"

"کہیں ملکہ کا خیال درست ہی تو نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی تیسری قوت شرخسان اور شارغانہ کو آپس میں لڑا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی ہو۔ ممکن ہے خارا کو بھی کسی اور نے قتل کیا ہو۔ اور ہمارے قاصدوں کو بھی۔"

"مگر وہ کون ہو سکتا ہے۔!"

"چنگیزے! سردار آروجر نے قاصدوں کے قتل سے لاعلمی ظاہر کی ہے دوسری طرف ملکہ ورغانہ کو خارا کے قتل کا علم نہیں ہے۔ کیا یہ دونوں حرکتیں کسی تیسری پارٹی کی نہیں ہو سکتیں۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر تیز چلو۔ اس سے قبل کہ دونوں قبیلے خون میں نہائیں ملکہ کو حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اور گھوڑوں کی رفتار تیز ہو گئی پھر وہ ایک درے سے نکلے ہی تھے کہ اچانک ان کے جسموں میں انگارے گھس گئے ناقابل بیان تکلیف نے انہیں چیخنے بھی نہیں دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ سے ان کے گھوڑے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اور دونوں ہی زمین پر گر پڑے۔

"تم نے دیکھا عظمت۔خا۔آ۔آن۔ ایک قاصد نے دوسرے سے کہا۔

پٹ۔ چٹ۔ کب۔ اے! اس کے منہ سے خون کی دھار پھوٹ پڑی اور جملہ پورا نہ ہو سکا۔ دوسرا آدمی بھی دم توڑ رہا تھا۔ آخری بار ان کے جسم پھڑکے اور روحیں جسمانی قید سے آزاد ہو گئیں۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر ہی ان کے گھوڑے دم توڑ رہے تھے۔

۲۱

دانش منزل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر اس نے کار پورچ میں کھڑی کر دی اور اندر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ اسکا رخ ساؤنڈ پروف کمرے کی طرف تھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر جیمس اور بلیک زیرو موجود تھے۔ بلیک زیرو اسے دیکھ کر اچھل پڑا تھا کیونکہ عمران میک اپ میں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ سنبھلے رہو۔ عمران نے اصل آواز میں کہا اور بلیک زیرو نے ایک گہری سانس لی۔ عمران جیمس کی طرف دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو نے اسکا حلیہ بگاڑ دیا تھا اسکے ہونٹ سوجے ہوئے تھے اور چہرے پر بھی ورم تھا۔ وہ بھی عمران کو گھور رہا تھا۔

"ہیلو! عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں جان سکتا ہوں کہ میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا ہے" اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"ضرور ڈیر جیمس۔ میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے بعد تم بھی مجھے تفصیل بتاؤ گے" عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جیمس اسے گھورتا رہا۔

"وہ میری کار کی ڈکی میں ہے۔ نکال لاؤ۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا

اور بلیک زیرو دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران جیمس کو گھورتا رہا۔ وہ دونوں اس وقت تک خاموش رہے جب تک بلیک زیرو واپس نہ آ گیا اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس لٹکا ہوا تھا۔ اور سوٹ کیس دیکھ کر جیمس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"میرا خیال ہے اب تمہیں اس سلوک کی وجہ معلوم ہو گئی ہو گی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔" جیمس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"یہ سوٹ کیس تمہاری کمپنی کا ہے اور ہمارے آدمیوں نے اسے تمہارے پاس دیکھا تھا۔"

"اس ڈیزائن کے بے شمار سوٹ کیس بازار میں پھیلے ہوئے ہیں۔" جیمس نے کہا۔

"ٹھیک ہے جیمس ڈیئر تم تو اتفاق سے سامنے آ گئے ہو۔ دراصل ہمارے محکمے کو ان سوٹ کیسوں کے بارے میں اطلاع ملی تھی اور ہم نے تحقیقات شروع کر دی۔ پتہ چلا کہ ایسے سوٹ کیس تمہاری کمپنی سپلائی کرتی ہے۔ ہم نے مزید تحقیقات کی اور ہمیں معلوم ہوا کہ یہ سوٹ کیس ایک خاص سلسلہ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو جیمس ڈیئر کہ سوٹ کیس میں کیا ہوتا ہے!"

"ہماری کمپنی ہر قسم کے چمڑے کا سامان سپلائی کرتی ہے۔ اور اس سامان کو کوئی بھی خرید کر کسی بھی کام کیلئے استعمال کر سکتا ہے اس کے ذمہ دار ہم تو نہیں ہیں۔" جیمس نے کہا۔

"کھولو۔" عمران نے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو نے کوشش کر کے مضبوط طور پر پیک کیا ہوا سوٹ کیس کھول دیا۔ اس میں مردانہ کپڑے اور ضرورت کا دوسرا سامان نظر آ رہا تھا۔ لیکن سوٹ کیس جس قدر وزنی تھا اس کے مطابق ایسے ایسے پچاس جوڑے بھی رکھے جاتے تب بھی وہ وزن

نہیں ہو سکتا تھا۔ بلیک زیرو نے اوپر سے کپڑے ہٹائے نیچے چمڑے کی ایک اور تہہ تھی اور اس کے نیچے سے جو کچھ برآمد ہوا اسے دیکھ کر بلیک زیرو کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ خام ہیرے تھے! بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران بھی سوٹ کیس میں جھانک کر دیکھنے لگا۔

"خوب! اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ گویا ایک ہی پھیرے میں کروڑوں کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں"۔ اس نے آہستہ سے کہا اور پھر جیمس سے مخاطب ہو کر بولا۔

"ہاں تو ڈیئر مسٹر جیمس۔ ڈبل تہہ والے سوٹ کیس کس لئے تیار ہوتے ہیں۔؟"

"سینکڑوں ڈیزائن ہیں۔ لوگ اپنی ضرورت کے تحت خریدتے ہیں۔ مجھے کیا معلوم۔ ویسے میں کوئی فقیر نہیں ہوں جو تم نے مجھے اس طرح پکڑ لیا ہے۔ میری قوم تم پر دعوی کرے گی اور میرا سفارت خانہ۔!"

"بس بس جیمس ڈارلنگ۔ اگر تم کوئی شریف آدمی ہوتے تو درحقیقت میں اس بات سے خوفزدہ ہو جاتا لیکن مجبوری ہے اس کے علاوہ میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے مجھے تمام تفصیلات درکار ہیں"۔

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ مجھے واپس جانے دو۔ تمہارے آدمی نے جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے اسے میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" جیمس نے غرا کر کہا۔

"ہوں۔ عمران نے گردن ہلائی اور پھر بولا۔ ٹھنڈے دل سے سن لو جیمس ڈیئر اور پھر فیصلہ کرو کہ تمہارے لہجے کی سختی کب تک برقرار رہ سکتی ہے! سنو اس سوٹ کیس میں خام ہیرے ہیں جو تم باہر بھیجتے ہو۔ وہ لڑکی میرے قبضے میں ہے جو پہلے تمہاری فرم میں ملازم تھی بعد میں تم نے اسے لالچ دیکر غلط کام پر آمادہ کر لیا۔ مجھے علم ہے کہ وہ ائیرپورٹ مینیجر کے ذریعہ یہ سوٹ کیس طیارے تک پہنچاتی ہے مجھے

یہ بھی علم ہے کہ اس کے لئے تم نے اسے بلیک میل کیا ہے۔ لڑکی زیدی کو اپنا جسم دے چکی ہے۔ اور اس طرح تم یہ اہم کام لیتے ہو۔"

"اس۔ اس نے بکواس کی ہے!" جیمس خوفزدہ انداز میں بولا۔

"زیدی بھی میرے قبضے میں ہے۔ سیاہ فام پائلٹ اور اس کے دوسرے ساتھی بھی میرے پاس ہیں اب اور کیا چاہتے ہو!"

"تم میرے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت کر سکو گے!" جیمس نے بے بسی سے کہا۔

"جن کے خلاف ہم کچھ نہیں کر سکتے انہیں ختم کر دیتے ہیں جیمس۔ میرے آدمی اس وقت سے تمہارے پیچھے ہیں جب تم یہ سوٹ کیس لیکر اپنی فرم سے نکلے تھے۔ پھر تم اپنے گھر گئے اور وہاں سے مزید دو آدمی تمہارے ساتھ آئے کہ تم نے میرے سوٹ کیس میں بھر دیئے تھے۔ اور پھر تم نے حسب معمول نائلہ کو ہدایات دے کر گھر سے ہٹا دیا اور سوٹ کیس وہاں رکھ دیا۔ میں نے تمہیں بے ضابطہ طور پر اغوا اس لئے کر لیا ہے جانسن کہ لوگ اگر تمہاری تلاش کریں تو ہم پریشان نہ ہوں ورنہ میں باضابطہ طور پر بھی تمہیں گرفتار کر سکتا تھا۔!" عمران نے کہا اور جیمس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"تت تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!" وہ خوفزدہ انداز میں بولا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو" عمران نے کہا اور جیمس گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر تھوک نگلتے ہوئے بولا "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو!"

"معلومات! سیدھی سی بات ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ہیرے کہاں سے نکالے جا رہے ہیں اور تمہارے گروہ کے کتنے افراد کہاں کہاں ہیں۔ تمہارا سرغنہ کون ہے اور کتنے دن سے یہاں کام کر رہے ہو۔"

"مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔ میں تو ایک عام کارکن ہوں۔"

"بکواس۔ مجھے تمہارے بارے میں جو معلومات حاصل ہیں ان کے تحت تم گروہ کے معمولی آدمی نہیں ہو۔ جواب دو تمہارا گروہ کہاں کہاں ہے اور ہیرے کہاں سے نکل رہے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا!" وہ چیخ کر بولا۔ اور عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے۔ اس سے معلوم کرو۔ میرا خیال ہے زیرو فائس استعمال کرو۔"

"یس سر۔" بلیک زیرو اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ عمران خاموشی سے کرسی میں دراز ہو گیا تھا۔ جیمس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد بلیک زیرو ایک ڈبہ لیکر آ گیا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک شیشی بھی تھی۔ اس نے ڈبہ ایک طرف رکھ دیا اور شیشی لیکر جیمس کی طرف بڑھ گیا۔ شیشی کے کارک میں ایک برش بھی لگا ہوا تھا۔ شیشی میں پیلے رنگ کا کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے برش کے ذریعہ وہ سیال جیمس کے کھلے حصوں پر لگا دیا۔ سیال سے ایک عجیب میٹھی میٹھی بو آ رہی تھی جیسی شہتوتوں میں ہوتی ہے۔ پھر بلیک زیرو نے شیشی مضبوطی سے بند کر کے ایک بلند کارنس پر رکھ دی اور پھر ہاتھ اچھی طرح صاف کر کے اسی ڈبے کے نزدیک آ گیا جس میں جالی نبی ہوئی تھی۔

پھر اس نے ڈبے کا رخ جیمس کی طرف کر کے اسے کھول دیا۔ ڈبے سے سرخ رنگ کے لمبے لمبے چیونٹے نکل پڑے تھے۔ ان کی دم کے قریب کچھ کانٹا سا ڈنگ اٹھا ہوا تھا۔ جیمس نے پھٹی پھٹی نظروں سے ان چیونٹوں کی طرف دیکھا جنہوں نے اپنا ڈنگ اسپرنگ کی طرح کھڑا کر دیا تھا اور پھر انہوں نے جیمس کی طرف رینگنا شروع کیا۔ جیمس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی چیونٹے اس کے جسم پر چڑھتے گئے اور ان جگہوں پر چپٹ گئے جن پر شیشی کا سیال لگا ہوا تھا۔

جیمس کی دہاڑیں گونج رہی تھیں۔ چیونٹے اس کے جسم میں کاٹ رہے تھے اور وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ عمران خاموشی اور اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

"جس وقت ان سے گھبرا جاؤ اور سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہو جیمس تو اطلاع دیدینا۔" عمران نے کرسی پر نیم دراز ہو کر فلیٹ منہ پر کھینچ لیا۔

"بچاؤ۔ ان۔ بچاؤ ان سے۔ میں بتا دوں۔ بتا دوں گا" جیمس نے ہنکیل کہا۔ اور عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا بلیک زیرو نے کاؤنس پر سے شیشی اٹھائی اور اسکا تھوڑا سا سیال ڈبے میں الٹ لیا چیونٹوں نے جو جیمس کے جسم پر لگا ہوا سیال چٹ کر چکے تھے نئی خوشبو سونگی تو ڈبے کی طرف دوڑے اور آن کی آن میں ڈبے میں گھس گئے بلیک زیرو نے اطمینان سے ڈبہ بند کر دیا جیمس کے جسم پر خون کی بوندیں ابھر آئی تھیں۔ وہ بیساختہ اپنے زخموں کو مسل رہا تھا۔

"شروع ہو جاؤ جیمس۔ ورنہ۔!"

"میرے جسم میں آگ دوڑ رہی ہے۔ مجھے اس تکلیف سے نجات دلاؤ۔ خدا کے لئے میں سب کچھ بتا دوں گا۔!"

عمران نے پھر بلیک زیرو کو اشارہ کیا اور بلیک زیرو نے ایک گلاس پانی اسے دیدیا۔ اسکے ساتھ ہی اس نے پنکھا کھول دیا تھا۔ پانی نے اکسیر کا کام کیا اور جیمس کی سوزش معدوم ہو گئی۔ وہ خوفزدہ نظروں سے ڈبے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ہاں جیمس۔ کیا اب تم ٹھیک ہو۔"

"تم اچھا نہیں کر رہے مجھے۔"

"اسیار اگر تم نے میرے سوال کے جواب کے علاوہ کوئی دوسری بات کی تو شیشی کا تمام سیال تمہارے جسم پر انڈیل دیا جائیگا اور اسکے بعد تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہو گی۔!"

"راز افشاں کرنے کے بعد بھی میں مار ڈالا جاؤں گا۔!" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

"چنانچہ دونوں میں سے ایک موت کا انتخاب کر لو۔ عمران نے بے رحمی سے کہا اور جیمس کی آنکھوں میں کشمکش نظر آنے لگی۔ "صرف دو منٹ! اور اس کے بعد تمہاری کوئی

بات نہیں سنی جائے گی"۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور سب کچھ بتانے پر تیار ہو گیا۔ ٹھیک ہے ہمارا گروہ ہیروں کی اسمگلنگ کرتا ہے۔"

"یہ ہیرے حاصل کہاں سے ہو رہے ہیں؟"

"تمہارے ملک کے سرحدی علاقے سے۔"

"کون سے علاقے سے!"

"شمال مشرق کے علاقے سے جہاں آزاد قبائل آباد ہیں۔ انہیں میں ایک ریاست ہے جسکے اطراف ہیروں کی کانیں ہیں ان کانوں میں الماس پوری دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔"

"خوب۔ کیا ریاست تمہارے ساتھ تعاون کر رہی ہے۔"

"اس بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تمہارا گروہ کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے۔"

"دنیا کے تقریباً تمام بڑے بڑے ممالک میں جہاں ہیروں کی کھپت ہے۔!"

"صرف ہیرے اسمگل کرتے ہو یا کچھ اور بھی۔"

"مجھے صرف ہیروں کے بارے میں معلوم ہے۔"

"اب ایک خاص سوال کا جواب دو" عمران نے کہا اور وہ خوفزدہ نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا۔ موجودہ طریقہ اسمگلنگ ترک کیوں کیا جا رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میری معلومات کے مطابق یہ آخری سوٹ کیس تھا جو بھیجا جا رہا تھا۔ اس کے بعد کوئی اور طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔"

تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔" وہ مردہ لہجے میں بولا۔ پھر کہنے لگا۔ ہاں۔ یہ آخری سوٹ کیس تھا۔ مجھے سرحد پر طلب کیا گیا ہے۔ میرے وہاں جانے کے بعد نئے طریقہ کار پر بحث ہوگی۔"

"نائلہ بھی تمہارے ساتھ جا رہی ہے۔!"

"ہاں۔ اسکی رپورٹ بہت عمدہ تھی اسلئے اسے باقاعدہ ممبر بنایا جائیگا۔"

"تم کس طرح اور کب جاتے۔!"

"ہمیں یہاں سے نمک ٹولہ جانا ہوگا وہاں سے خود ہمارے لئے گروہ انتظام کرتا۔

"کتنے آدمی جارہے تھے۔؟"

"کل چھ۔!"

"ان کے نام اور پتے نوٹ کراؤ۔! عمران نے کہا اور وہ ان کے نام اور پتے لکھواتا رہا اس نے مکمل طور پر شکست تسلیم کر لی تھی اور اب اس کے چہرے پر مایوسی پھیلتی جارہی تھی۔ آخری سوال! عمران نے کہا۔

"وہ بھی پوچھ لو۔!" وہ مردہ سے لہجے میں بولا۔

"ہیرولں کا سوٹ کیس پکڑا گیا ہے تمہیں اگر اس کی اطلاع ہوجاتی تو اپنے گروہ کو کیسے اطلاع دیتے؟" اس سوال پر اس نے چند لمحے توقف کیا پھر بولا۔

"میرے کمرے میں چھپی ہوئی میز کی ٹاپ کے نیچے ایک ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ یہ لمبی رینج کا ٹرانسمیٹر ہے اس پر میں ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

"شکریہ اگر تم نے درست معلومات فراہم کی ہیں تو تمہیں زندگی کی رعایت دی جاسکتی ہے۔ ان معلومات کے بعد میں خاموشی سے تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش ٹھکانے لگادوں تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی لیکن ہم لوگ اصول پرست ہیں اگر تمہاری معلومات بالکل درست ہیں تو تمہارے گروہ کے پکڑے جانے کے بعد تمہیں آزاد کر دیا جائے گا اور تم سلطانی گواہ بنا لئے جاؤ گے۔ یہ فرم تمہاری ہے!"

"ہم دو پارٹنر ہیں۔!"

"کیا میکلنس بھی اس کاروبار میں شریک ہے۔؟"

"ہاں۔ وہ لندن برانچ کا سربراہ ہے۔!"

"تمہارا عزیز ہے؟"

"نہیں صرف پارٹنر۔!"

"چنانچہ تم آزاد ہونیکے بعد اس فرم کے تنہا مالک ہوگے اگر تمہاری معلومات میں کوئی خامی ہے تو اب بھی بتادو کیونکہ ناکامی کی تشکل میں تمہاری زندگی کا سوال بھی نہیں پیدا ہوگا۔"

"میں نے سب کچھ سچ سچ بتایا ہے۔!"

"اوکے۔ اسے لے چلنے کا انتظام کرو۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بند گاڑی میں جا رہے تھے جس کی پچھلی سیٹ پر بندھا پڑا تھا اسکے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا عمران ڈرائیونگ سیٹ پر تھا کئی سڑکوں سے گھومنے کے بعد بند گاڑی کا رخ بلیک ہاؤس کیطرف ہوگیا اور بلیک زیرو نے ایک گہری سانس لی۔

"اسے بلیک ہاؤس میں بند کر دیا جائیگا اس وقت تک جب تک ہم یہ کیس نہ نپٹا لیں۔"

"زیدی کا کیا کریں گے!" بلیک زیرو نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"زیدی۔ عمران نے حقارت سے کہا۔ میری نظروں میں زیدی اس سے بڑا مجرم ہے یہ غیر ملکی ہے اسے اس ملک سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے لیکن زیدی آستین کا سانپ ہے اس جیسے آتیس زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے۔ میں زیدی کو سزائے موت دلواؤں گا اسے ملک اور فرائض سے غداری کے الزام میں موت کی سزا دلوائی جائے گی۔ نہ جانے اب تک وہ ملک کیلئے کون کون سے کانٹے بو چکا ہے۔ عمران کا لہجہ بیحد ٹھوس تھا۔ بلیک زیرو بھی اس سے متفق تھا۔!

۲۲

سورج کی روشنی نے پورے ماحول کو منور کر دیا۔ درنعانہ، ہیبت خاں اور لوگ قاصدوں کی واپسی کے منتظر تھے لیکن قاصد واپس نہیں آئے تھے۔

"مجھے یقین ہے ملکہ درغانہ۔ ہمارے قاصدوں کو قتل کر دیا گیا۔" ہیبت خاں نے کہا۔ ملکہ درغانہ کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر اور گزر گئی اور پھر درغانہ نے بارہ سوار آگے بلائے۔ ان میں چھ نیزہ بردار تھے۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ تین میل تک جائیں اور قاصدوں کا سراغ لگائیں اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سواروں کا طوفانی دستہ حکم پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ درغانہ کے لشکر کے سپاہی بےچینی سے اس کے حکم کے منتظر تھے لیکن درغانہ نہ جانے کیوں خاموش تھی۔

سواروں کا دستہ آدھے گھنٹے کے اندر واپس لوٹ آیا۔ ان میں سے دو کے گھوڑوں پر دو لاشیں لٹکی ہوئی تھیں۔ درغانہ کے قریب پہنچتے ہی وہ گھوڑوں سے اتر پڑے۔ وہ بری طرح ہانپ رہے تھے۔ ان کے گھوڑے بھی مر گئے تھے۔ "ملکہ عالیہ اور شرخسان کا لشکر وہاں سے ساڑھے تین میل سے زیادہ دور نہیں ہے!"

"ٹھیک ہے۔ ہم انہیں یہ ساڑھے تین میل آگے بڑھنے کی زحمت بھی نہیں دیں گے۔" درغانہ خونخوار لہجے میں بولی۔ اور پھر وہ اپنا ہاتھ بلند کرنے والی تھی کہ ہیبت خاں آگے بڑھ آیا۔

"اس نازک وقت میں میری زبان خاموش نہیں رہ سکتی ملکہ عالیہ۔ بلاشک آپ اس گستاخی پر میری گردن اڑا سکتی ہیں۔!"

"کیا بات ہے۔؟"

"جلدبازی سے آگے بڑھنا جنگی اصول کے خلاف ہے۔ ہم یہاں مورچے بنا چکے ہیں یہاں ہم مضبوط مقابلہ کر سکتے ہیں آگے کھلا میدان ہے وہاں ہماری فوجوں کا زیادہ نقصان ہو سکتا ہے۔!"

"تو بزدل ہو گیا ہے ہیبت خاں۔ اپنے جنگی اصول اپنے ساتھ رکھ لو مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔" درغانہ جنون کے عالم میں بولی۔ اور پھر اس نے اپنی پتلی سی مگر برق رو تلوار بلند کی اور اس کے ساتھ ہی گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

دونوں قاصدوں کی لاشیں دیکھ کر وہ دیوانی ہو گئی تھی۔ ٹڈی دل لشکر بھیانک انداز میں آگے بڑھا۔ ہیبت خاں کا گھوڑا بھی درغانہ کے گھوڑے سے پیچھے نہیں تھا۔ زمین ہلنے لگی پہاڑیاں خوفناک آوازوں سے گونج رہی تھیں۔ درغانہ دانت بھینچے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی اور تین میل کا طویل فاصلہ آن کی آن میں طے ہو گیا سامنے ہی شرخسان کا لشکر نظر آ رہا تھا۔ درغانہ طوفان کی طرح آگے بڑھ رہی تھی جنگی اصول کے مطابق دونوں لشکروں کو آمنے سامنے صف آرا ہونا چاہیے تھا۔ لیکن درغانہ کے جوش کے سامنے تمام اصول پانی کی طرح بہہ گئے تھے شرخسان کا لشکر چونکہ رواں دواں تھا اس لئے اس افراتفری میں منظم نہ ہو سکا اور درغانہ بجلی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑی۔ نیدو بھی بمشکل تمام پوزیشن لے سکے اور انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

شرخسان کے لشکر میں زبردست ابتری پھیل گئی اسے اس خوفناک طوفان کے اس طرح چڑھ آنے کی توقع نہیں تھی۔ درغانہ، ہیبت خاں اور ان کے خونی سپاہیوں نے آن کی آن میں لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ البتہ نیدو بچوں کا کام مشکل ہو گیا تھا کیونکہ فوجیں ایک دوسرے میں مل گئی تھیں شارغانہ کے سپاہی دشمن کی اندرونی صفوں میں گھس کر جنگ کر رہے تھے۔ اور بلاشبہ ایک ایک سپاہی شرخسان کے لئے فرشتۂ اجل بنا ہوا تھا خود سردار آروجہ یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اسے شارغانیوں سے یہ امید نہیں تھی۔ اسے حالات سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اور موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیدیا۔ شرخسان کی فوجیں بدحواسی کے عالم میں پیچھے ہٹیں اور کافی دور تک ہٹنے کے بعد پھر منظم ہونے لگیں۔ شارغانہ کے بھی بے شمار جوان مارے گئے تھے مگر ان کی تعداد شرخسان کے مرنے والوں کی تعداد سے دس گناہ کم تھی۔ سردار آروجہ کیلئے یہ صورت حال بیحد حیرت انگیز تھی۔ [illegible] فتح کی بشارت دی تھی مگر کس طرح۔ یہاں تو پہلے ہی حملے میں

سینکڑوں سپاہی لقمۂ اجل ہو گئے تھے۔ دوسری طرف درغانہ کے حوصلے بیحد بڑھے ہوئے تھے۔ دشمن کو پیچھے دھکیلنے اور قاصدوں کی موت کا بھرپور انتقام لینے کے بعد اس نے سکون کی سانس لی اور خود بھی اپنی فوجوں کو منظم کرنے لگی تاکہ دوسرا حملہ پہلے حملے سے زیادہ سخت ہو۔

"کیا خیال ہے ہیبت خاں۔ کیا ہمارا حملہ تسلی بخش نہیں ہے۔!"

"یقیناً ملکہ درغانہ۔ تو شیروں کی قاتل ہے۔ نزخسانی گیدڑ تیری تلوار کے سامنے کیا ٹھہریں گے۔ مگر میری ماں ملکہ میں نواب بھی ہیں اپنی پوزیشن پر واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ وہاں ہمارے پاس عمدہ مورچے ہیں۔ تو نے دیکھا کہ ہمارے تیر دلچی بیکار بیٹھے رہے۔ انہیں اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ اور پھر ہماری پشت خالی ہے۔ جنگجو ہماری پشت پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں پشت سے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" ہیبت خاں نے کہا۔

"اگر تو نے بزدلی کی بات کی ہیبت خاں تو میں تیری گردن اڑا دوں گی! درغانہ غضب ناک ہو کر بولی تجھے جنگجوؤں کے خواب آتے ہیں۔ تو چاہے تو واپس شارغانہ چلا جا۔ میں ان سب کو جہنم رسید کر کے ہی تجھے قدم سٹاؤں گی۔!"

ہیبت خاں کا چہرہ خون کی طرح سرخ ہو گیا۔ مگر اس نے ضبط سے کام لیا اور خاموشی سے واپس چلا گیا۔ درغانہ... اپنی تلوار سے ٹپکتی ہوئی خون کی بوندوں کو گھوڑے کی پشت سے صاف کرنے لگی۔ اور پھر اس نے تلوار چلاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ آؤ آؤ نزخسان کے گیدڑو تم خوفزدہ کیوں ہو۔ میری تلوار کی پیاس ابھی باقی ہے۔ اس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی فوجوں کا جائزہ لیا اور پھر تیر دلچیوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"ہیبت خاں کہاں ہے تو۔ میں تیری خوشی پوری کر رہی ہوں۔ لے ان کا کام بھی دیکھ لے۔ درغانہ نے کہا۔ اور تیر دلچیوں کو فائرنگ کا حکم دیا۔ خوفناک دھماکے ہونے لگے اور نزخسانیوں کی درست ہونے والی صفیں پھر منتشر ہونے لگیں گولیوں

نے سامنے والوں کو کھیت کر دیا تھا۔ وہ اور پیچھے ہٹے اور ان کی طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

دفعتاً درغانہ نے ہاتھ بلند کر دیا اور بندوقچی رک گئے۔ درغانہ حیرت سے اس سفید گھوڑے کو دیکھ رہی تھی۔ جو ایک سمت سے آرہا تھا۔ سورج کی تیز روشنی میں اس نے بوڑھے ہامان کو صاف پہچان لیا۔ وہ شرخسان کے سردار کے قریب جا رہا تھا۔

"ٹھہر جاؤ۔ گولی مت چلانا مقدس ہامان کے لگ جائے گی۔ مگر وہ وہاں کیوں جا رہا ہے۔ وہ بوڑھے ہامان کو دیکھتی رہی ہامان سردار آروجہ کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کچھ گفتگو کرنے لگا۔ پھر سردار آروجہ نے پیچھے رخ کرکے اپنے فوجیوں سے کچھ کہا۔ فوجی اپنے آلات حرب ہلانے لگے وہ جوش و خروش سے چیخ رہے تھے۔ درغانہ حیران کھڑی یہ رنگ دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر رنگ بدل رہے تھے۔ پھر بابا ہامان واپس چل پڑا۔ وہ جدھر سے آیا تھا اسی طرف واپس جا رہا تھا۔ پھر جونہی وہ نظروں سے روپوش ہوا۔ شرخسان کے لشکر میں تحریک پیدا ہو گئی اور وہ آگے بڑھنے لگا۔

بندوقچیوں نے پھر فائرنگ شروع کر دی اور شرخسان کے لشکر کو نقصان پہنچنے لگا لیکن ان کے آگے بڑھنے کی رفتار بہت تیز تھی۔ اور پھر اچانک درغانہ کو پیچھے کی صفوں سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیں اس کے ساتھ ہی کچھ عجیب آوازیں تھیں۔ اس نے پیچھے نگاہ دوڑائی۔ اور اس کا دل خوش ہو کر رہ گیا۔ شارغاق کا لشکر مکھیوں کی طرح مر رہا تھا اور نہ رکنے والی بندوقیں ٹھٹ ٹھٹ ٹھٹ آوازوں کے ساتھ گولیاں برسا رہی تھیں۔ درغانہ نے دور کھڑے ہوئے چنگیز دوں کو دیکھ لیا تھا۔ جوان عجیب بندوقوں سے شارغانہ کے لشکر پر موت نازل کر رہے تھے۔

اتنی دیر میں تنزحسان کا طوفان بھی سر پر پہنچ گیا اور تمارغانہ کے جوان دونوں طرف سے لپٹنے لگے اب تک انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ مٹی میں مل گیا تھا۔ آن کی آن میں لاشوں کے انبار لگ گئے۔ تنزحسانیوں سے دست بدست جنگ میں تو تمارغانی بھی بھاری تھے لیکن چنگیز دوں کی طلسمی گنوں کے آگے ان کی ایک نہیں چل رہی تھی فیصلہ ہوتے ہیں دیر نہیں لگی تمارغانیوں کے حوصلے پست ہونے لگے ان کی بڑی تعداد ماری گئی تھی درغانہ کی آنکھوں میں بدحواسی تھی دفعتاً اس نے ہیبت خاں کی طرف دیکھا۔ وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا پھر وہ اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہمارا لشکر دونوں طرف سے پس گیا ہے ملکہ درغانہ۔ کوئی دم میں لشکر کے پیر اکھڑنے والے ہیں۔ میری رائے میں پسپائی کا حکم دیدیا جائے۔"

"میں لڑوں گی ہیبت خاں۔ میں اسی میدان میں جان دوں گی۔" درغانہ نے غم اندوہ میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

"لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ دیکھو ملکہ درغانہ ہمارا لشکر بھاگ رہا ہے اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ چلو۔ آؤ ملکہ!" ہیبت خاں آگے بڑھا لیکن ملکہ درغانہ کی آنکھوں میں جنون ابھر آیا۔

"بکواس مت کرو۔ میں شکست کھا کر واپس نہیں جا سکتی۔" اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تلوار بلند کر کے تنزحسانیوں کی طرف لپکی اس کے ساتھ ہی کئی گولیاں اس کے قریب سے نکل گئیں اور پھر اسکی ایک کراہ گونجی۔ ایک گولی اس کے شانے کو زخمی کر کے نکل گئی۔ اور دوسری گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی۔

ہیبت خاں برق کی طرح جھپٹا اور اس کا گھوڑا درغانہ کے گھوڑے کے برابر دوڑنے لگا! دوسری طرف سے تنزحسانی سردار درغانہ پر جھپٹا تھا۔ ہیبت خاں کا چوڑا کھانڈا حرکت میں آگیا۔ تنزحسانی سردار اور اس نے کلہاڑی گھمائی اور ہیبت خاں نہ صرف خود بچا بلکہ درغانہ کو بھی اس کے وار سے بچایا۔ درغانہ نڈھال ہو رہی تھی اور کسی بھی

دا گھوڑے سے گر سکتی تھی۔!

" تم بہت جانباز نوجوان ہو تمہیں قتل کر کے مجھے کوئی خوشی نہیں ہو گی۔ شاسغانہ کی دانا ملکہ کو میرے حوالے کر دیں اس سے اپنے بیٹے کے خون کا انتقام لوں گا،" آردجہ نے کہا۔

" تمہاری غلط فہمی اب بھی برقرار ہے سردار آردجہ۔ رب عظیم کی قسم ہم نے خارا کو قتل نہیں کیا بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا ہے لیکن تم درغانہ کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔!"

" اگر تم جھوٹے نہ ہوتے تو رب عظیم تمہارے لئے یہ دن کیوں تفویض کرتا۔ خیر چھوڑو اس بحث کو یہ شدید زخمی ہو گئی ہے اس لئے میں اس پر وار نہیں کروں گا اسے میرے حوالے کر دو۔" آردجہ آگے بڑھ آیا۔

" میں اس کا وفادار ہوں سردار آردجہ۔ اور میں زخمی بھی نہیں ہوں۔ ملکہ کو ہاتھ لگانے سے قبل مجھ سے مقابلہ کر لو۔"

" میں تیار ہوں۔ آردجہ نے کہا اور پھرتی سے کلہاڑی سنبھال کر ہیبت خان پر ٹوٹ پڑا۔ ہیبت خان نے بجلی کی طرح تڑپ کر اس کا وار خالی کیا۔ لیکن آردجہ کی کلہاڑی قریب موجود دغانہ کے گھوڑے کی پشت پر پڑی اور گھوڑے کی ریڑھ کی ہڈی کٹ گئی۔ گھوڑے نے زور سے چیخ ماری اور نیچے گر پڑا دغانہ اس سے چند فٹ دور گری تھی زخم اور صدمے سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

ہیبت خان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ دوسرے لمحے اس کا کھانڈا حرکت میں آ گیا۔ سردار آردجہ گو بجد قوی ہیکل تھا اس کے بازو بے پناہ طاقتور تھے لیکن وہ نوجوان نہیں تھا اور نہ جوانوں کی سی پھرتی اس میں تھی جبکہ ہیبت خان نئی عمر کا تھا۔ سردار آردجہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا اور ایک بار جو اس نے کلہاڑی کا وار کیا تو ہیبت خان نے پینترہ بدل کر اس کا وار کھانڈے پر روکا۔ کھانڈا کلائی پر کلائی کی موٹی ہڈی کو صابن کی طرح کاٹ گیا۔ کلہاڑی آدھے ہاتھ کے ساتھ جا گری تھی۔ آردجہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کی طرف بھاگا

دوسری طرف شہر حسان کے سپاہی تمارغانہ کے بھاگ نکلنے ہوئے لشکر کو ٹھکانے لگا رہے تھے۔ ہیبت خاں گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے الٹا نیچے لٹک آیا اور اس نے نیچے پڑی ہوئی درغانہ کو پھول کی طرح اٹھالیا۔ اور پھر اسکا گھوڑا تڑپ کر ایک طرف دوڑ پڑا۔ بہت سی گولیوں نے اسکا تعاقب کیا لیکن نشانے خطا ہونے کی وجہ سے کوئی اسے نقصان نہ پہنچا سکی۔ پھر اس نے اپنے پیچھے شہر حسانیوں کا شور سنا۔ وہ ایک دوسرے کو درغانہ کے نکل جانے کی اطلاع دے رہے تھے اور پھر بہت سے گھوڑے اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔!

۲۳

گھوڑا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ سرسبز علاقہ پیچھے رہ گیا تھا اور اب چٹانی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ لیکن طاقتور گھوڑے کو ایسے علاقے میں دوڑنے کی کافی مہارت تھی وہ بے تکان دوڑ رہا تھا۔ منصور کی نظریں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ نقشہ اس کے پاس موجود تھا اور اندازے کے مطابق وہ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔ چٹانی سلسلے کے بعد خوفناک اور پرہیبت پہاڑ نظر آنے لگے جن کے درمیانی دروں میں آگے جانے کا راستہ تھا۔

اور یہ سفر کا تیسرا گھنٹہ تھا۔ نقشہ کے مطابق اب وہ تمارغانہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ گھوڑے کے انداز میں بھی اب پہلی جیسی چستی نہیں رہی تھی۔ اس کے قدم سستی سے اٹھ رہے تھے۔ منصور نے فیصلہ کیا کہ مزید آدھے گھنٹے چلنے کے بعد وہ گھوڑے کو آزادی دیگا اور پھر کسی پہاڑی غار میں قیام کریگا اس آدھے گھنٹے میں اس نے بہت کم سفر کیا۔ ابھی وہ مزید کچھ دور جانیکا ارادہ کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے زبردست شور سنا اور اس نے جلدی سے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ گھوڑے کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے! منصور شور کی سمت کا اندازہ لگا نہ رہا۔ اور پھر اس نے گھوڑے کو

آگے بڑھایا۔ وہ آواز کی سمت بڑھ رہا تھا۔ ایک چڑھائی پر پہنچ کر آوازیں واضح ہونے لگیں شور کی آواز میں مشین گن کی تڑ تڑ صاف سنائی دے رہی تھی۔ منصور نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک بڑی چٹان کے پیچھے پہنچ کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ گھوڑے کی لگام ایک پتھر کے نیچے دبا کر وہ ایک طرف دوڑا اور ایک بڑی اونچی چٹان کی طرف چل پڑا۔

چٹان پر چڑھنا بہت مشکل تھا کیونکہ وہ سیدھی اور سپاٹ تھی لیکن اس علاقے میں اس سے اونچی چٹان دوسری نہیں تھی۔ منصور نے جوتے اتار لیے اور پیروں اور ہاتھوں کی مدد سے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر اس نے ایک خونی منظر دیکھا۔

دو فوجیں برسرپیکار تھیں سینکڑوں لاشیں پڑی تھیں وحشی انسان ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ منصور نے اندرونی لباس سے چھوٹی مگر طاقتور دوربین نکالی اور اسے آنکھوں سے لگا لیا۔ سب کچھ منظر واضح ہو گیا قوی ہیکل انسان کتنے کی موت مر رہے تھے۔ وہ کلہاڑے تلواریں نیزے اور ایسے ہی دوسرے ہتھیار استعمال کر رہے تھے۔

لیکن۔ ان ہتھیاروں سے انہیں زیادہ نقصان نہیں پہنچ رہا تھا بلکہ مشین گنوں سے برسنے والی گولیاں ان کی لاشوں کے انبار لگا رہی تھیں مشین گن بردار باقاعدہ مورچے بنائے ہوئے تھے اور قبائلیوں پر گولیاں برسا رہے تھے۔ بات منصور کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اگر وحشیوں کا مقابلہ مشین گن برداروں سے ہوتا تو دوسری بات تھی لیکن وہ ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے لیکن چند منٹ کے بعد ہی منصور نے صورتحال سمجھ لی مشین گن سے ہلاک ہونے والے یقیناً مخصوص لوگ تھے انہیں ان کے لباس سے پہچانا جا سکتا تھا اس کا مقصد ہے کہ یہ دو قبیلوں کی جنگ ہے جن میں ایک قبیلہ مشین گنیں استعمال کر رہا ہے۔

ان آزاد اور پسماندہ قبیلوں میں مشین گنوں کی موجودگی حیرت انگیز تھی۔ ممکن ہے کچھ سازشی انہیں آپس میں لڑا رہے ہوں اور انہوں نے ایک قبیلے کو مشین گنیں فراہم کر دی ہوں منصور نے سوچا۔ بہرحال اس معاملے میں اسکی اپنی مداخلت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن دلی طور پر اسے مشین گنوں سے شکار ہونے والوں سے ہمدردی ہونے لگی تھی۔ اس کی دوربین گھومتی رہی۔ وہ میدان جنگ کے ایک ایک حصے کا جائزہ لے رہا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا کہ جنگ کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ مشین گن کا شکار ہونے والوں کے قدم اکھڑ چکے ہیں۔

پھر منصور کی دوربین نے ایک عجیب شخصیت کو فوکس کیا۔ یہ یقیناً لڑکی تھی۔ سیاہ رنگ کے چست لباس میں وہ نمایاں نظر آ رہی تھی۔ اس کے لانبے بال بکھرے ہوئے تھے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور منصور اس کی شمشیر زنی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ صرف چند منٹ میں اس نے آٹھ دس انسانوں کی گردنیں اڑا دی تھیں اور نہ جانے وہ اب [illegible]

منصور اسے [illegible] دیکھتا رہا۔ اور پھر وہی ہوا جس کا اسے اندیشہ تھا مشین گنوں کا شکار ہونے والے میدان چھوڑ رہے تھے۔ وہ بھاگ نکلے اور دوسرے لوگ ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنے لگے۔ منصور نے پھر لڑکی کو تلاش کر لیا۔ اب اس کے قریب ایک قوی ہیکل آدمی موجود تھا اور دونوں شاید گفتگو کر رہے تھے۔ پھر منصور نے لڑکی کو تلوار ہلا کر دشمنوں پر جھپٹتے دیکھا اس کا ساتھی اسے روک رہا تھا۔

اور اس کے بعد منصور نے اس کے گولی لگتے دیکھی منصور کے دل ایک دھچکا لگا تھا۔ لڑکی گھوڑے سے گر پڑی اور ایک قوی ہیکل آدمی ان پر جھپٹا مگر لڑکی کا ساتھی آڑے آ گیا۔ اس کے بعد منصور نے ان دونوں جنگ اور پھر قوی ہیکل حملہ آور کو ایک ہاتھ کھا کر بھاگتے دیکھا۔ لڑکی

کے ساتھی نے لڑکی کو اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا اور اسکا گھوڑا دوڑنے لگا۔ لیکن اس کے پیچھے بہت سے گھوڑے دوڑنے لگے۔

برداشت کی بھی ایک حد ہوسکتی ہے۔ منصور اس بہادر لڑکی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے مانند چٹانوں سے نیچے چھلانگ لگا دی بہت ہی خطرناک کام تھا لیکن منصور کا ضمیر جاگ اٹھا تھا۔ اور اس نے بلا سوچے سمجھے لڑکی کو ان کے چنگل سے بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا اس نے جلدی سے گھوڑے کے ایک طرف لٹکی ہوئی اپنی تھیلی کھولی۔ اور اس میں سے لمبے لمبے مخصوص ساخت کے کارتوس نکال لیے۔ پھر رائفل کی نال اتار کر اس نے الٹ کر لگایا۔ اور اس نے سرے پر ایک کارتوس فٹ کر دیا۔ اس کام میں بمشکل بیس سیکنڈ لگے ہوں گے اور پھر اسنے گھوڑے کی لگام پتھر کے نیچے سے کھینچی اور اچھل کر اس پر سوار ہو گیا۔

مضبوط گھوڑا کافی تھک گیا تھا لیکن مالک کا اشارہ پاتے ہی ہوش میں آگیا۔ منصور نے اس کی لگام دانتوں میں دبائی اور اچک اچک کر دور دور تک دیکھنے لگا۔ وہ چونکہ بلندی پر تھا اور حملہ آور نیچے دوڑ رہے تھے اس لیے وہ اس کی زد میں تھے۔ انہیں وہ ڈھلان دائرے کی شکل میں طے کرنا تھا۔ منصور نے گھوڑے کا رخ موڑ دیا۔ لڑکی کو لے جانے والے اور تعاقب کرنے والوں میں بمشکل دو گز کا فاصلہ ہوگا۔ اور اندیشہ تھا کہ بہت جلد وہ ان دونوں کو پکڑ لیں گے۔ منصور دوڑتا رہا اس نے گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور یہ زندگی کی بازی لگا دینے والی بات تھی۔ گھوڑا کسی بھی لمحے ٹھوکر کھا سکتا تھا اور اس کے ٹھوکر کھانے کا مطلب تھا کہ منصور کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلے۔ لیکن جب اس نے کسی کی مدد کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو پھر زندگی موت کا کیا معنی رکھتی تھی۔

اسے ایک مناسب موقع مل گیا اور اچانک اس نے اپنی رائفل کا ٹریگر دبا دیا۔ تعاقب کرنے والوں کے سب سے آگے والے گھوڑے سے دس گز کے

فاصلے پر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور شعلوں کا بادل بلند ہو گیا۔ کئی گھوڑے منہ کے بل گرے اور ان کے سواروں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ لیکن پیچھے والے گھوڑے جھونک میں آگ کے بادل سے گزر کر آگے نکل گئے تھے۔ منصور نے انتہائی پھرتی سے دوسرا کارتوس لگایا۔ اور دوسرے دھماکے نے ان لوگوں میں تباہی مچا دی۔ ان کے بہت سے گھوڑے پہلے کے انداز میں گرے اور پیچھے آنے والے گھوڑے جو پہلے ہی آگ سے گزرنے میں بدحواس ہو گئے تھے بھڑک کر ادھر ادھر بھاگ نکلے۔

جو گھوڑے اب بھی قابو میں تھے ان کے سواروں کے حواس گم ہو گئے تھے پھر وہ انہیں روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ منصور نے تیسرا فائر کیا اور تیسرے فائر نے ان لوگوں کے حوصلے بالکل پست کر دیے اور وہ پلٹ کر بھاگ نکلے۔

اس دوران لڑکی کو لے جانے والا کافی دور نکل گیا تھا اور اب اسکا ہیولا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ منصور نے اپنے گھوڑے کا رخ بھی اس طرف کر دیا۔ وہ لڑکی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسی طرف دوڑتا رہا۔ اب وہ ڈھلان سے نیچے اتر آیا تھا۔ گھوڑے کی رفتار کافی تیز تھی راستہ بھی سیدھا تھا اس لیے ان کے ادھر ادھر جانے کا امکان بھی نہیں تھا اس لیے منصور سیدھا ہی دوڑ رہا تھا۔

لیکن ان دونوں کا پتہ نہ چل سکا۔ نہ جانے انہیں زمین نگل گئی تھی یا آسمان!

منصور کا گھوڑا بھی اب تھکن سے چور ہو گیا تھا اس لیے منصور نے اس کی رفتار سست کر دی۔ یہ ایک طویل میدان تھا اور اس کے تین اطراف اونچا نیچا پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا تھا ایک سمت جنگل کا سلسلہ شروع ہوتا تھا جو نہ جانے کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔!

ممکن ہے وہ لوگ اس جنگل میں داخل ہو گئے ہوں۔ منصور نے سوچا۔

لیکن وہ اس علاقے سے بالکل ناواقف تھا۔ بے سوچے سمجھے جنگل میں داخل ہونا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ اس لیے اس نے جنگل میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ویسے اسے اس خونی ہنگامے پر سخت حیرت تھی۔ آخر ان قبیلوں میں کیوں ٹھن گئی تھی۔!

بہر حال اسکا جواب فوری طور پر تو مشکل تھا۔ وہ اتنی دور نکل گیا تھا کہ اب اس جگہ واپس جانا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ گھوڑے میں مزید چلنے کی سکت نہیں تھی اور وہ خود بھی کافی تھک گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کہیں قیام کیا جائے۔ اور تھکن اتارنے کے بعد ہی آگے بڑھنے کے بارے میں سوچا جائے۔ اس نے چاروں طرف نگاہ ڈالی اور پھر اسے میدان کے سرے والی پہاڑیاں ہی مناسب معلوم ہوئیں ممکن ہے ان پہاڑیوں میں غار موجود ہو۔ اگر کوئی صاف ستھرا غار مل جائے تو کیا کہنا۔ وہ گھوڑے کی باگ ڈور پکڑے پیدل میدان کے سرے کی طرف چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اونچے اونچے ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر ان ٹیلے نما غاروں کے دہانے دیکھ کر وہ خوشی سے کھل گیا۔ یہاں تو بے شمار غار پھیلے ہوئے تھے۔ وہ کسی مناسب غار کی تلاش کرنے لگا۔ بہت سے غار اس نے اندر سے دیکھے۔ اور پھر ایک روشن اور کشادہ غار اسے پسند آگیا۔ غار اتنا بڑا تھا کہ گھوڑا بھی باآسانی اندر داخل ہو سکتا تھا اس کے علاوہ اس کے دوسری سمت کھلے ہوئے سوراخ تھے جن سے روشنی اور ہوا بھی اندر آرہی تھی چنانچہ اس سے عمدہ اور کوئی رہائش گاہ نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ گھوڑے کو دہانے کے اندر لے آیا۔ اور پھر اس نے زین اتار کر نیچے رکھ دی اور گھوڑے کیلئے لایا ہوا خشک راتب اس کے سامنے ڈال دیا۔ پھر کمبل ایک طرف رکھ کر اس نے اپنے جوتے کے بند کھول دیئے اور انہیں اتار کر پاؤں پھیلا دیئے۔ اس نے جو خونی منظر دیکھا تھا اس سے اس کے اعصاب

ہو گئے تھے کسقدر درندگی اور بربریت کا مظاہرہ تھا۔ قبیلوں میں جھگڑے کی داستانیں وہ پہلے ہی سن چکا تھا لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ جھگڑے اسقدر خوفناک ہوتے ہوں گے اور پھر اسے جھگڑا تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ تو باقاعدہ جنگ تھی۔ ایک خوفناک جنگ۔

"مگر کیوں۔! اس خوفناک جنگ کی نوبت کیوں کیوں آئی تھی اور جنگ کے لئے مشین گنیں کہاں سے مہیا کی گئی تھیں۔ منصور کا ذہن اس لائن پر سوچ رہا تھا۔ اور ذہن کے کسی گوشے سے یہ آواز ابھر رہی تھی کہ اس جنگ میں کوئی گندی سازش کام کر رہی ہے۔ یہ وہی علاقہ تھا جس کے بارے میں اسے اطلاع ملی تھی۔

بہرحال پہلے سے کوئی فیصلہ مناسب نہیں تھا۔ اگر لڑکی اور اس کا ساتھی مل جائے تو ان سے معلومات حاصل کی جا سکتی تھی۔ اس نے گردن جھٹک دی۔ اور پھر بیگ سے اس نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور کافی کا تھرماس نکالا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے کافی پی۔ اور پھر سب سامان جوں کا توں رکھ کر وہ زمین پر لیٹ گیا۔ لیٹنے سے بہت سکون ملا اور وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک اسی انداز میں لیٹا رہا۔

لیٹے لیٹے اس کی نگاہ گھوڑے پر پڑی۔ گھوڑا رات ختم کر چکا تھا اور اب اسے یقیناً پانی کی ضرورت ہوگی۔ منصور کھڑا ہو گیا۔ پانی تلاش کرنا ضروری ہے۔ اتنی مشقت کے بعد گھوڑے کو یوں بھی پانی کی ضرورت تھی۔ اس نے ان پہاڑوں میں پانی کی تلاش کا فیصلہ کیا اور غار کے دہانے سے باہر نکل آیا۔ چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اور خاصی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چٹانوں میں بھٹکتا رہا اور کافی دور نکل آیا۔ اور پھر ایک جگہ اسے پانی نظر آیا۔ وہ کہیں دور سے بہتا ہوا آ رہا تھا شاید کسی آبشار سے۔

منصور خوش ہو گیا۔ اور پھر وہ واپس پلٹ پڑا۔ گھوڑے کو پانی کے قریب چھوڑ کر وہ خود بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ اور

اچانک اسکی نگاہ پانی کے کنارے ایک دھبے پر پڑی ۔ اور وہ چونک پڑا۔ وہ خون تھا! منصور اس کے قریب جھک گیا۔ یقیناً یہ خون تھا اور اس میں ابھی تک نمی تھی جس کا مطلب ہے کہ وہ زیادہ پرانا نہیں تھا ۔

وہ گھوڑے کو اسی طرح چھوڑ کر زمین پر چاروں طرف دیکھنے لگا! اسے تھوڑے فاصلے پر ویسا ہی خون کا دھبہ نظر آیا ۔ اور پھر ۔ وہ خون کے دھبوں کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ اسکے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا اور اسکا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ خون کے دھبے انہیں لوگوں کے تھے جو تعاقب کرنے والوں کے جنگل سے بچکر یہاں پہنچے تھے ۔

دھبے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ملتے رہے اور وہ آگے بڑھتا رہا۔ ویسے وہ بیحد چوکنا تھا۔ دھبے ایک غار کے دھانے پر ختم ہو گئے تھے ۔ منصور نے ایک گہری سانس لی ۔ زخمی یقیناً اسی غار میں تھے مگر وہ دہشت زدہ ہوں گے اور اس پر مشکل سے ہی اعتبار کریں گے انہیں اعتبار دلانے کیلئے کیا کرنا چاہیئے ۔ کیا انہیں آواز دی جائے یا غار میں داخل ہو جائے لیکن غار میں داخل ہونا خطرناک بھی ہو سکتا ہے ۔ منصور نے فیصلہ کیا کہ سرحدی زبان میں انہیں مخاطب کیا جائے ۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی عملی قدم اٹھائے ۔ اچانک غار کے دھانے میں شعلہ سا لپک گیا ۔ ایک بھیانک آواز کے ساتھ کوئی باہر نکلا اور چوڑا کھانڈا منصور کی گردن کی طرف لپکا ۔ منصور اس کی چمک ہی دیکھ سکا تھا!

۲۴

سر سلطان کے چہرے پر سخت حیرت کے نقوش تھے ۔ اور وہ متحیرانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ کئی منٹ تک خاموشی رہی پھر وہ بولے "تم اپنے ملک میں اس گروہ کے افراد کو گرفتار کر لو ۔ ہم ان سے حاصل شدہ معلومات

دوسرے ممالک بھجوا دیں گے۔"

"میں نے ضرورت کے لوگوں کو پکڑ ڈالا ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں پر ہاتھ ڈالنا کسی قیمت پر مناسب نہیں ہے۔ یوں بھی وہ عام لوگ ہیں اور ان سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ انہیں بدستور کام کرنے دیا جائے اور کوئی ان کی طرف متوجہ نہ ہو میں الماس کی کانوں کے بارے میں معلومات مکمل کر کے وہاں ان کی جڑ ختم کر دوں گا۔

"یہ کانیں کس علاقے میں ہیں!"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ علاقہ ریاست تنارغانہ کا ہے!"

"کیا تنارغانہ کے اشتراک سے یہ کام ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے اس کے پاس ہیرے نکالنے کے وسائل نہیں ہیں ممکن ہے اسے ایک عمدہ رائلٹی مل رہی ہو؟"

"یہ بات تو بعد میں ہی معلوم ہو سکے گی۔"

"پھر اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔؟"

"میں جیمس کی حیثیت سے وہاں جاؤں گا۔!" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ گویا ان لوگوں میں جاؤ گے۔!"

"ہاں۔"

"مگر یہ کام بیحد خطرناک ہوگا!" سر سلطان تشویش آمیز انداز میں بولے۔

"کسی آسان کام کا نام بتایئے!" عمران نے کہا اور سر سلطان لاجواب ہو گئے۔

چند منٹ خاموش رہنے کے بعد عمران بولا۔ "میں اس سلسلے میں منصور سے بھی مدد لوں گا۔ وہ انٹرپول کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے انٹرپول کے ممبر تمام ملکوں کو اس سلسلہ میں اطلاع دیگا اور بیرونی طور پر اس طرح اس گروہ کا قلع قمع ہو جائیگا۔

"ویری گڈ! یہ بات عمدہ ہے!" سر سلطان اچھل کر بولے پھر کہنے لگے۔ "بہرحال میرے لائق جو کام ہوں وہ بتاؤ۔!"

"کئی کام ہیں۔!" عمران نے کہا اور سر سلطان سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگے!

نمبر ایک۔! عمران نے کہا۔ میں زیدی کے لئے سزائے موت چاہتا ہوں۔ ملک سے غداری اور فرض شناسی کے جرم میں اسے سزائے موت ملنی چاہئیے۔ اس سے کم سزا مجھے قبول نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں اپنے آپ کو معذور خیال کریں گے تو مجھے اطلاع دیں تاکہ میں یہ نیک فرض خود انجام دے لیں۔ ابھی وہ میری قید میں ہے۔"

"اوہ۔ مگر اس پر کیس تو ضرور چلے گا عمران!"

"کچھ بھی ہو۔ اگر دنیا بھر کی عدالتیں اسے معاف کر دیں تب بھی میں اس کے لئے یہی سزا تجویز کروں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ میں اسے اسی وعدے پر حکومت کے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"مگر دوسرے مجرم بھی تو ہیں عمران۔ ویسے تم جانتے ہو کہ میں خود بھی ایسے لوگوں سے دلی نفرت کرتا ہوں لیکن ممکن ہے اس کے بچنے کا کوئی پہلو نکل آئے۔!"

سر سلطان متفکرانہ انداز میں بولا۔

"دوسرے مجرم غیر ملکی ہیں۔ ہمارے دشمن۔ لیکن وہ کمبخت اسی ہانڈی میں سوراخ کر رہا تھا جس میں کھا رہا ہے اسکا جرم ناقابل معافی ہے۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گا۔!"

"ٹھیک ہے۔ آپ کوشش کر لیں اگر آپ ناکام ہو گئے تو بہرحال میرے واپس آنے کی امید موجود رہے!"

"دوسرا کام بتاؤ۔!"

"شارغانہ کے قرب وجوار میں دو چھاؤنیوں سے ہماری سرحدیں ملتی ہیں ان میں عالم پور چھاؤنی کافی مضبوط ہے۔ عالم پور چھاؤنی کو میری مدد کی ہدایت کر دی جائے کسی بھی وقت مجھے فوجی امداد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"وعدہ۔ وہاں سے تمہیں پوری پوری مدد ملے گی۔!"

"فی الحال یہی دو کام ہیں اگر جانے سے قبل کوئی اور کام یاد آگیا تو

تکلیف دوں گا۔!"

"کب تک جا رہے ہو۔؟"

"ابھی اس سلسلہ میں عرض نہیں کر سکتا! جمیس سے میں نے ان لوگوں کے پتے حاصل کئے تھے جو اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو پکڑوا لیا ہے اب میرے آدمی ان کی نقل و حرکت اور آوازوں کی نقل کی مشق کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے وہ لمبی رینج کی ٹرانسمیٹر مشین حاصل کر لی جس سے ان لوگوں سے یعنی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔ میں آج ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر کے انہیں اطلاع دوں گا۔ فوری طور پر میں نے ان لوگوں سے رابطہ اس لئے قائم نہیں کیا تھا کہ اپنا کام مکمل کر لوں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ بہر حال سرحد کا کام میں آج ہی کر دوں گا!" جمیس کا تم نے کیا کیا۔!"

"میری ابھی قید میں ہے۔ واپس آکر اس کے بارے میں فیصلہ کروں گا۔"

"جانے سے قبل ملاقات ہوگی۔!"

"شاید نہ ہو سکے!" عمران نے کہا۔

"زیدی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا۔؟"

"میں اسے ہوم آفیسرز کی تحویل میں دے رہا ہوں۔ دو گھنٹے کے اندر وہ آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔!"

"ٹھیک ہے!" سرسلطان نے کہا اور عمران کھڑا ہو گیا۔

"اجازت دیجئے۔!"

"خدا حافظ۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ پوری ہوشیاری سے کام کرنا۔ سرسلطان نے کھڑے ہو کر اس سے مصافحہ کیا اور عمران انہیں سلام کر کے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی ٹو سیٹر سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ جمیس اور زیدی کی گرفتاری کے بعد اس نے پہلا بڑا کام یہ کیا تھا کہ جن لوگوں کو جمیس کے ساتھ ہیڈ کوارٹر

جاتا تھا انہیں فرداً فرداً انغواد کرا لیا تھا ۔ وہ سب جیمس کے ماتحت تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے چیف ہی کو عمران کے قبضے میں دیکھا تو جو دیکھی جی چھوڑ دیا۔ پھر عمران نے اپنے ماتحتوں کو ان کے ساتھ بلیک ہاؤس میں چھوڑ دیا کہ وہ ان کی حرکات وسکنات اور آواز وغیرہ کی کاپی کر لیں۔ وہ ان لوگوں کی حیثیت سے اپنے ماتحتوں کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا اسی سلسلہ میں اس نے گرفتار شدگان سے ان کی پوری تفصیل پوچھی تھی ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو بہت پرانے آدمی تھے اور ہیڈ کوارٹر میں ان کے شناسا بھی موجود تھے ۔ بہرحال ایسے لوگوں کی تعداد تین تھی اور عمران نے منفرد شہزاد اور جاور کو ان کے رول دیئے تھے تاکہ وہ بآسانی حالات کنٹرول کر لیں لوسیٹر کا رخ انٹرپول برانچ آفس کی طرف تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ انٹرپول برانچ آفس کے ساتھ کار روک کر نیچے اتر گیا۔ منصور کے آفس میں داخل ہوتے ہی تمام لوگ کھڑے ہو گئے وہ سب عمران سے بخوبی واقف تھے۔ "منصور موجود ہے ۔؟" اس نے حبیب سے پوچھا۔

"جی نہیں صاحب، صاحب تو کئی دن سے گئے ہوئے ہیں ۔"

"اوہ ۔ روشیا موجود ہے ۔"

"جی ہاں ۔ آفس میں ہیں! حبیب نے جواب دیا اور عمران روشیا کے آفس کی طرف بڑھ گیا ۔ روشیا نے پرتپاک انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ بھی عمران کی شخصیت کو بیحد پسند کرتی تھی ۔

"خیریت جناب! کیسے تشریف لائے ۔"

"منصور کہاں ہے ۔؟"

عمران کے اس سوال پر روشیا ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی۔ ظاہر ہے وہ انٹرپول کا خفیہ راز تھا۔ لیکن وہ منصور اور عمران کے تعلقات کو بھی بخوبی جانتی تھی یہ بات بھی وہ جانتی تھی کہ منصور کا کوئی بھی راز عمران سے چھپا ہوا

نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ کچھ توقف کے بعد اس نے جنرل کے خط والا ڈائل نکال کر عمران کے سامنے رکھ دیا اور عمران ڈائل پر جھک گیا۔ پھر اسنے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"تو کیا منصور چلا گیا۔؟"

"جی ہاں۔ وہ اکیلے ہی گئے ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا۔ بہرحال شکریہ!"

عمران کھڑا ہو گیا۔

"کیا آپ بھی وہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں عمران صاحب۔"

"شاید کیوں۔؟" عمران نے پوچھا اور روشنیا نے گردن جھکالی۔

"ممکن ہے انہیں آپ کی ضرورت ہو۔"

"ہوں۔" عمران نے ایک گہری سانس لی۔ اور وہاں سے نکل آیا۔ یہ عمدہ بات تھی کہ منصور پہلے ہی وہاں جا چکا ہے بہرحال اسنے تلاش کر لینا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ اس بار ٹو سیٹر رانا پیلس جا رہی تھی۔ رانا پیلس جا کر اس نے بلیک ہاؤس فون کیا اور صفدر اور شہزاد کو ہدایت کی کہ وہ زیدی کو لیکر سر سلطان کی کوٹھی پہنچ جائیں اور اسے ان کے حوالے کر دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ ایک الماری سے اس نے ایک ماسک نکالی اور اسے چہرے پر چپکانے لگا! یہ جیمس کے چہرے کی نقل تھی۔ عمران نے یہ بڑی محنت سے تیار کی تھی۔ اور اسکا استعمال بہت شاندار رہا تھا۔ خود جیمس کی بیوی دھوکا کھا گئی اور جس رات عمران وہاں رہا اس رات وہ بمشکل اس سے پیچھا چھڑا سکا تھا بہرحال ٹرانسمیٹر مشین ابھی جیمس کے گھر پر ہی تھی۔ ایک مصلحت کی وجہ سے وہ اسے نہیں لایا تھا۔ میک اپ درست کرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا اور گیراج سے جیمس کی کار نکال کر چل پڑا۔ اس نے جیمس کی کار بھی اپنے قبضے میں رکھی تھی۔ جیمس کی کوٹھی میں داخل ہو کر اس نے کار پورچ میں روکی اور نیچے اتر کر اندر چل پڑا۔ دروازے

میں جمیس کی لڑکی ٹکرائی تھی۔

"ہیلو پیا۔!" وہ اٹھلا کر بولی اور عمران نے گردن ہلادی۔" میں وزڈم کے ساتھ پکنک پر جارہی ہوں۔ ممی پرمیشن نہیں دے رہی۔"

"میں ان سے کہہ دوں گا۔!" عمران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جمیس کی آواز میں کہا۔

"تھینک یو پیا۔!" اس نے لپک کر عمران کا گال چوم لیا اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ عمران نے جیب سے رومال نکال کر گال کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا اور پھر خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں جمیس کی بیوی نہ آجائے۔ اچھی خاصی عمر ہونے کے باوجود وہ نوجوان لڑکیوں جیسی ادائیں دکھانے کی عادی تھی۔ عمران کا اس سے دوبار سابقہ پڑا تھا اور دونوں بار بمشکل وہ اس سے جان بچا سکا تھا۔

کمرے میں داخل ہوکر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر مشین نکال کر سامنے رکھ لی۔ اور اس کے بٹن آن کرنے لگا۔ مشین پر وہ پہلے ہی مشق کر چکا تھا۔ بٹن آن کرنے کے بعد کئی منٹ تک انتظار کرنا پڑا تب مشین گرم ہوئی اور پھر اس میں ایک سرخ بلب جل اٹھا۔ ویسے عمران اس ننھے سے اسکرین کو بھی دیکھ رہا تھا جو مشین میں ایک طرف لگا ہوا تھا اس نے اسکرین کا بٹن بھی آن کر دیا اور اسکرین پر لہریں تڑپنے لگیں۔ پھر اسے ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ یقیناً وہ انسانی آوازیں تھیں اور پھر ایک آواز صاف ہوگئی۔ اسی وقت سرخ بلب بجھ کر سبز بلب جل گیا اور عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہیلو۔ ہیلو ہیڈ کوارٹر۔"

اسکرین پر اچانک تیز روشنی پھیل گئی اور پھر ایک ننھی سی تصویر ابھر آئی جو تدریجاً صاف ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ایک انسانی شکل نظر آنے لگی!

انسانی شکل مسکرائی اور مشین کے اسپیکر سے ایک آواز ابھری۔

"ہیلو جیمس۔ ہاؤ آر یو۔!"

"فائن۔!" عمران نے جیمس کی مسکراہٹ کی نقل کی۔

"کیا پوزیشن ہے۔!"

"ٹھیک نہیں ہے۔ میں خطرات میں گھر گیا ہوں۔"

"کیوں۔!" شکل کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"مال پکڑا گیا ہے۔ مقامی زیرو ڈیپارٹمنٹ کے افسر اعلیٰ نے عین اس وقت چھاپہ مارا جب مال جہاز میں لوڈ کیا جا رہا تھا۔ سوٹ کیس ان کے قبضے میں پہنچ گیا ہے۔ زیدی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ شکاری کتوں کی طرح بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ۔ بہت بری خبر سنائی ہے جیمس۔ میں نے پہلے ہی باس سے کہا تھا کہ یہ آخری رسک بھی کیوں لے رہے ہیں مال کی سپلائی فوراً بند کر دیں مگر انہوں نے نہیں مانا۔ خواہ مخواہ ایک سوٹ کیس ضائع ہوا اس کے علاوہ بڑی بات یہ ہے کہ مال ان کے ہاتھ لگ گیا۔!"

"ہم سب بھی خطرے میں پڑ گئے ہیں۔"

"یقیناً پڑ گئے ہو گے۔ ایک منٹ انتظار کرو۔ میں باس کو ارجنٹ رپورٹ دیتا ہوں دراصل یہاں بھی گریٹ آپریشن ہو رہا ہے اور باس اس میں مصروف ہے بہرحال وہ تمہاری بات سننے کے لئے وقت ضرور نکالے گا۔!"

اوہ تھینک یو۔! عمران نے کہا اور شکل اسکرین سے غائب ہو گئی۔ تقریباً تین منٹ تک انتظار کرنا پڑا اور شکل پھر اسکرین پر نمودار ہو گئی "ہیلو جیمس!

"یس۔!" عمران نے کہا۔

"لڑکی کی کیا پوزیشن ہے۔!"

"وہ محفوظ ہے۔ میں نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے آدمیوں کو اپنے پاس ہی بلا لیا ہے!"

"یہ تم نے بہت عمدہ کیا۔ تم کل صبح وہاں سے چل پڑو۔ جو کچھ ہوا ہے اسے ہونے دو۔ اپنی فیملی کا معقول انتظام کر لینا میرا خیال ہے پولیس اسے پریشان نہیں کرے گی۔ تاہم اگر پولیس نے اسے پریشان بھی کیا تو ہم سفارت خانے سے مدد لیں گے کیونکہ وہ لوگ باقاعدہ اس ملک میں آئے ہیں اور کسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے ویسے بھی میں نے اپنی فیملی کو خود سے الگ رکھا ہے۔"

"او کے۔ تم حسب پروگرام یہاں آؤ۔ پھر نئے سرے سے کام کریں گے۔ کسی قسم کی فکر مت کرو صرف نمک لوٹا تک پہنچ جاؤ اور وہاں اس کا خیال رکھنا تمہارا تعاقب نہ کیا جائے!"

"او کے!" عمران نے جواب دیا اور خدا حافظ کہہ کر اسکرین آف کر دیا۔ عمران نے بھی مشین بند کر دی اور پھر وہ مشین لئے ہوئے باہر نکل آیا۔ واپسی میں کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ اور وہ اطمینان سے کار تک پہنچ گیا۔ مشین اس نے کار کی پچھلی سیٹ پر رکھ دی اور پھر کار طوفانی انداز میں باہر نکل آئی۔ ایک بار پھر وہ رانا پیلس جا رہا تھا۔

رانا پیلس کے گیراج میں کار بند کر کے وہ اندر آ گیا۔ یہاں بلیک زیرو موجود تھا۔

"ہم لوگ کل جا رہے ہیں۔ تمہیں کچھ ضروری انتظامات کرنے ہیں۔ اس نے کہا اور بلیک زیرو مستعد ہو گیا۔ عمران اسے احکامات دیتا رہا۔ اور پھر دوسرے کمرے میں جا کر اس نے میک اپ اتار دیا۔ اور اصل شکل میں آ گیا۔ چہرہ وغیرہ صاف کر کے وہ فون کے قریب پہنچا اور ریسیور اٹھا کر نائلہ کے فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔ "ہیلو۔ نائلہ کی آواز ابھری۔

"میں جمیس بول رہا ہوں۔"

"یس سر۔!" نائلہ کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں پیش آیا۔؟"

"نہیں جناب۔ ویسے میں اپنے بنگلے سے نہیں نکلی ہوں۔"

"تمہیں تفصیل تو معلوم ہے۔ سیرٹ کیس پولیس کے قبضے میں ہے۔ زیدی بھی پولیس کے ہاتھ میں پہنچ گیا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی اس نے تمہارا پتہ نہیں بتایا ورنہ پولیس تمہارے پاس پہنچ جاتی۔"

"مجھے بتلاتے ہیں کیا کروں جناب؟"

"کچھ نہیں۔ فکر مت کرو۔ تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ ویسے تیاری رکھو۔ ہم کل صبح روانہ ہو رہے ہیں۔"

"بہت بہتر۔" نائلہ نے کہا اور عمران نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ یک کرسی پر دراز ہو گیا۔ اور حسب توقع چند منٹ کے بعد فون کی نٹی بجی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور بولا۔

"شاہد اسپیکنگ۔!"

"میں نائلہ بول رہی ہوں۔ جلدی آجاؤ۔ پلیز ہوشیاری سے یں دیکھ نہ لیا جائے۔!"

"خیریت۔ تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔!"

"باقی گفتگو یہاں آنے کی بعد ہو گی بس تم آجاؤ۔ اس نے کہا اور فون بند کر دیا ن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ کرسی سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کی ٹوسیٹر نائلہ کے مکان کی طرف دوڑ رہی تھی۔

نائلہ کے چہرے پر درحقیقت ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ بنگلے کے لان میں ٹہل رہی تھی۔ عمران کی کار کو دیکھتے ہی کھل اٹھی اور وہ دوڑتی ہوئی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔ عمران نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔ آؤ۔ اندر آؤ۔ حالات ایک دم خطرناک ہو گئے ہیں میں سخت پریشان ہوں۔ اس نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر اندر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران اس کے ساتھ چلتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ نائلہ نے اسے ایک صوفے میں دھکیل دیا۔ اور اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "تم دو دن سے کہاں غائب رہے!"

"بس انہیں کے چکر میں مصروف تھا۔"

"تمہارے تعلقات اتنے وسیع کیسے ہیں تم نے ان لوگوں کو تہہ بالا کر کے رکھ دیا"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا!" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے جیمس کا فون ملا تھا۔"

"اوہ۔ کیا کہہ رہا تھا!" عمران نے چونکنے کی اداکاری کی۔

"وہ کل جا رہا ہے مجھے بھی تیاری کرنے کے لئے کہا ہے۔ اب تباؤ میں کیا کروں۔" وہ پریشان لہجے میں بولی۔

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے!"

"کوئی بات ہی نہیں ہے۔ تم ان کا کیا کرو گے وہاں جا کر نہ جانے کیا صورتحال پیش آئے، تمہاری رپورٹ تو بہرحال عمدہ ہے۔ تمہاں اپنا ہو سکتا ہے!"

"اور تم نے جو وعدہ کیا تھا۔؟"

"کونسا وعدہ۔؟"

"مجھے ان لوگوں کے چنگل سے نکال لینے کا!"

"اس کے لئے تو یہ سب کچھ کر رہا ہوں ورنہ مجھے کیا پڑی تھی بینونا ٹیلر ڈیئر
میں نے تم سے وعدہ کیا ہے وہ پورا ہوگا! میں اس پورے گروہ کا قلع قمع کر دوں گا۔
تم اطمینان سے ان کے ساتھ جاؤ۔ میں کسی وقت اور کسی لمحے تم سے زیادہ دور
نہیں رہوں گا یقین نہ کرو تو کسی بھی وقت مجھے آواز دے کر دیکھ لینا۔"

"اوہ۔ یہ اتنا آسان کام نہیں ہوگا شاہد ڈیئر۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔"

"اس کی بات رہنے دو تانیہ اگر میرے اوپر بھروسہ ہے تو ویسا ہی کرو
جیسا میں کہہ رہا ہوں۔ بھروسہ نہیں ہے تو دوسری بات ہے۔"

"میں تمہارے کہنے سے زہر بھی پی سکتی ہوں شاہد۔ ٹھیک ہے جیسے تم
کہو گے ویسے ہی کروں گی اللہ مالک ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا!" وہ جذباتی لہجے
میں بولی۔

"میں تمہارے ہاتھ سے ہی بنی ہوئی چائے پیوں گا!" عمران نے کہا اور وہ جلدی سے
اٹھ گئی۔ پھر چائے کے دوران عمران اسے سمجھاتا رہا کہ وہ ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ نہ
کرے ان لوگوں سے پوری وفاداری کی اداکاری کرے اور ہر معاملے میں اسی طرح
دلچسپی لے جیسے لیتی رہی ہے!

"جب تک تم نہیں ملے تھے دوسری بات تھی۔ تمہارے ملنے کے بعد مجھے
اس زندگی سے نفرت ہوگئی ہے۔ میں بھی شریفوں کی طرح زندگی گذارنے کی خواہش
مند ہوں۔ بہرحال میرا وعدہ ہے کہ تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔ مگر مجھے اب بھی
شبہ ہے کہ تم ان کا کامیاب تعاقب کر سکو گے اور اس کے علاوہ تمہاری یہ کوشش
خطرناک بھی ہوگی کیونکہ وہاں انہی کی حکومت ہے اور انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"میں بھی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہوں ان لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال
کر نہ ماروں تو شاہد نام نہیں!" عمران نے کہا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسے سمجھاتا
رہا اور پھر باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر اسکا رخ مسٹر سلطان کی طرف تھا وہ انہیں

روانگی کی اطلاع دینا چاہتا تھا!

۲۵

کھانڈا منصور کی گردن سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے نکل گیا تھا۔ منصور نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن حملہ آور کے جسم میں شاید برق بھری ہوئی تھی اس نے فوراً دوسرا وار کر دیا۔ منصور سنبھلنے کی کوشش میں توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا اس لیے گر پڑا لیکن اسکا نیچے گرنا اس کی زندگی بن گیا ورنہ اس بار اس کی گردن اڑ گئی ہوتی لیکن کھانڈے والے نے اسے ختم کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ تیسرا وار اس نے نیچے پڑے ہوئے منصور پر کیا منصور اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ کھانڈا پتھر پر پڑا اور چنگاریوں کی پھوار ابل پڑی۔

جس قوت سے کھانڈا زمین پر پڑا تھا اس سے اگر وہ کسی معمولی آدمی کے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً چھوٹ جاتا۔ لیکن کھانڈے کے مالک نے اسے اب بھی نہ چھوڑا اور پے در پے وار کرتا رہا۔ منصور کو اٹھنے کا موقع نہیں ملا لیکن وہ زمین پر لیٹے ہی لیٹے اچھل اچھل کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔ اس وقت کھانڈے والے سے کچھ کہنا بیکار تھا کیونکہ وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔ حالانکہ منصور اسے اچھی طرح پہچان گیا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جو سیاہ لباس والی لڑکی کو گھوڑے پر ڈال کر لایا تھا۔

کھانڈے والا بھی اپنی ناکامی پر جھلا گیا تھا اس کے حملوں میں تیزی آ گئی اور منصور کو اور زیادہ پھرتی سے کام لینا پڑا اور کھانڈے والا رک گیا۔ اسے بھی اس سانپ نما آدمی پر حیرت تھی جو سانپ سے زیادہ پھرتیلا تھا۔ اس بار شاید وہ پوری مہارت سے وار کرنا چاہتا تھا۔

لیکن اس کا رکنا ہی منصور کے لیے موقع بن گیا اور وہ دوسرے لمحے اس نے الٹی جست کی اور پیروں پر کھڑا ہو گیا وہ اب بھی خاموش تھا اور اسکے ہونٹ بھینچے

ہوئے تھے۔

"اے۔ آہ۔ کھانڈے والے نے کھانڈا گھما کر وار کیا۔ اور سیدھا منصور پر جا پڑا لیکن اس بار منصور تیار تھا کھانڈا اس کے کندھے سے آگے بڑھ گیا اور منصور نے اسکا دوسرا ہاتھ پکڑ کر فری اسٹائل کے ایک داؤ پر گھما دیا۔ کھانڈے والا اچھل کر سر کے بل نیچے گرا اور اس کے سر سے خون ابل پڑا۔ منصور نے اس کے کھانڈے پر پاؤں رکھ دیا اور پھر ایک ٹھوکر سے کھانڈا اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اس نے منصور کی ٹانگ پکڑ لی اور زور آزمائی کرنے لگا۔ درحقیقت وہ بے پناہ طاقتور تھا لیکن منصور کو بھی بہر حال اپنی زندگی بچانی تھی۔ جوں ہی اس نے منصور کی ٹانگ کو جھٹکا دیا منصور اچھل کر گرا، لیکن نیچے گرتے گرتے اس نے ڈبل قلابازی کھائی اور پلک جھپکتے ہی اپنی ٹانگوں پر کھڑا تھا۔ کھانڈے والا بھی پھرتی سے کھڑا ہو گیا تھا اب وہ دونوں ہاتھ پھیلائے اس طرح کھڑا تھا جیسے منصور کو بازوؤں میں جکڑ کر اس کی ہڈی پسلی ایک کر دیگا۔ پھر وہ کسی گینڈے کی طرح سر جھکائے منصور پر جھپٹا۔ لیکن وہ ایک سیدھا سادا سرحدی تھا جدید فنون جنگ سے ناواقف، منصور کا کھڑا ہاتھ اس کی جھکی ہوئی گردن کی پشت پر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا گھٹنا اس کی ٹھوڑی پر جا پڑا چنانچہ پہلے وہ پیچھے جھکا اور پھر چت گر پڑا۔ منصور اس کے کھڑے ہونیکا انتظار کر رہا تھا لیکن نیچے گرے ہوئے آدمی کے چہرے پر بے بسی پھیل گئی۔ اس نے اپنے مد مقابل سے شکست قبول کر لی تھی شاید اب وہ اپنی ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں پا رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ دوست، تم نے مجھے کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا اور میرے اوپر پے در پے وار کرتے رہے۔ ایسی مشکل میں اپنی زندگی بچانے کے لئے مجھے تم سے جنگ کرنی پڑی ورنہ میں تمہارا دوست ہوں!"، منصور نے سرحدی زبان میں کہا۔ اور نیچے پڑے ہوئے آدمی کے چہرے پر حیرت کے نقوش نظر آنے لگے۔

منصور نے اسے سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر وہ خود ہی اٹھ کھڑا ہوا
ن عجیب سی نظروں سے منصور کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کرب ناک لہجے میں کہا۔
"تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ میرا ایک لفظ تمہیں دشمنی پر آمادہ کر دیگا!"
"کونسا لفظ۔!" منصور نے کہا۔
"میں شارغانوی ہوں۔ اور اس وقت شارغان کا کوئی دوست نہیں
ہے کیونکہ وہ ایک شکست خوردہ ریاست ہے۔"
"میں شارغانہ کا دوست ہوں اور اس کے دشمنوں کا دشمن۔ میں
تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" منصور نے ہاتھ اس کی طرف
بڑھا دیا۔ اور اس کے چہرے پر شدید حیرت پھیل گئی۔
"تم کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ تم شرخسانی نہیں معلوم ہوتے۔"
"ہاں۔ میں شرخسانی نہیں ہوں۔ اس علاقے میں پہلی بار آیا ہوں۔ میرا
قبیلہ یہاں سے سینکڑوں میل دور ہے۔"
"یہی بات ہے۔ مگر میرا مشورہ ہے اس وقت شارغانہ سے دوستی
مت کرو۔ شرخسانی سے دوستی کرو ورنہ اس علاقے میں نہ رہ سکو گے۔!"
"فتح و شکست تو عارضی چیزیں ہوتی ہیں دوست! آج شارغانہ کو شکست
ہوئی ہے کل شرخسان کا سردار ان پہاڑوں میں اپنے لئے بل تلاش کریگا۔ میں تمہارا
دوست ہوں۔ اگر تم میری دوستی قبول نہ کرو گے تو مجھے رنج ہوگا۔" سرحدی
منصور کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور اس نے لرزتا ہوا
ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ منصور نے گرمجوشی سے اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔
"میں نے اپنی آنکھوں سے تم لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا ہے۔ مگر تمہارے دشمنوں
میں کچھ ایسے لوگ کر رہے تھے جو جدید ہتھیاروں سے مسلح تھے مجھے یقین ہے کہ
تمہیں ہی کی وجہ سے تمہیں نقصان ہوا ورنہ۔"

"رب عظیم کی قسم - اگر خنکپرے ہمارے مقابل نہ ہوتے۔ اگر وہ مسلسل گولیاں اگلنے والی رائفلیں استعمال نہ کرتے تو ہمارے پہلے ہی حملے میں شرخسانیوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ کاش ملکہ درغانہ میری بات مان لیتی۔"

"سیاہ لباس والی تمہاری ملکہ تھی۔؟"

"ہاں۔" وہ شیروں کی قاتل ملکہ درغانہ ہے اس نے آٹھواں شیر ہلاک کر دیا تھا۔ مگر اب وہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہے۔"

"میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا تھا۔ میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب اس کے لشکر کے قدم اکھڑ چکے تھے لیکن وہ تلوار سونت کر دشمن کے لشکر کی طرف لپکی تھی۔"

"ہاں۔ وہ ان لوگوں کو قتل کرتے ہوئے مرجانا چاہتی تھی مگر خنکپرے"

"تم اسے لیکر آئے تھے۔ اس کی کیا حالت ہے؟"

"ٹھیک نہیں ہے!" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتے ہو دوست؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"دوستوں پر بھروسہ نہ کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ میں نے ایک بار بھی تم سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کب اور کس طرح ہمیں جنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ تم اس وقت کہاں تھے اور اس وقت سے یہاں کیسے ہو۔ مگر اب یہ سوالات ہمارے اوپر حرام ہو گئے ہیں میں تم پر بھروسہ کر چکا ہوں کیونکہ میں نے تم سے پنجہ ملایا ہے۔"

"تب پھر اٹھو!" منصور نے کہا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ منصور اسے لیکر اپنے غار میں آیا یہاں سے اس نے فرسٹ ایڈ کیس اٹیچی سے نکالا اور سرحدی کے ساتھ چل پڑا۔

"تمہارا کیا نام ہے دوست!" اس نے راستے میں سرحدی سے پوچھا۔

"ہیبت خاں۔"

"میرا نام منصور ہے" منصور نے کہا اور وہ گردن ہلانے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ واپس اسی غار میں پہنچ گئے۔ یہ بھی خاصا کشادہ غار تھا۔ سیاہ لباس والی حسین لڑکی غار کے کھردرے فرش پر پڑی تھی۔ اس کا حسین چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ہونٹ خشک تھے! منصور نے اس کے زخم دیکھے۔ خون کافی بہہ چکا تھا۔ شانے کا زخم خطرناک نہیں تھا لیکن ران میں گولی موجود تھی۔ منصور نے ایک اسپرے نوزل نکالی جس میں سن کر دینے والی دوا موجود تھی۔ پہلے اس نے اس کے زخموں پر دوا چھڑکی اور پھر ہیبت خاں کو کچھ ہدایات دینے لگا۔ ہیبت خاں پرانے طریقے سے آگ جلانے لگا یعنی اس نے کچھ گھانس پھونس جمع کیا اور پتھر دل کو رگڑ کر اس میں آگ لگا دی۔ منصور نے اسے چند اوزار گرم کرنے کے لیے دیئے تھے۔ پھر اس نے حسین لڑکی کو دو انجکشن دیئے اور اس کے بعد ران سے نائیلون کا لباس پھاڑ کر زخم برہنہ کر دیا۔ اور چند لمحات کے بعد وہ اسکا آپریشن کر رہا تھا۔

گولی بہت زیادہ گہرائی میں نہیں تھی۔ منصور کو چند منٹ سے زیادہ نہ لگے اور پھر اس نے زخموں پر بینڈیج کر دی۔ ہیبت خاں اس کی کاروائی سے بیحد متاثر نظر آ رہا تھا۔

"میں ابھی واپس آتا ہوں" منصور نے اس سے کہا اور واپس اپنے غار میں پہنچا۔ اس نے اپنا سامان سے ہوا بھر کر تیار ہونے والا ربڑ کا گدا اور تکیہ نکالا۔ اور اسے لے کر غار میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے اسے ہوا بھر کر تیار کر لیا اور ملکہ درغانہ کو اس پر لٹکا دیا

"تم تو کسی جدید ترین قبیلے سے تعلق رکھتے ہو دوست! تمہیں سب کچھ آتا ہے اور تمہارے پاس عجیب عجیب چیزیں ہیں!" ہیبت خاں نے کہا! منصور مسکرانے لگا۔ میرے اوپر بھروسہ کرنا دوست۔ میں کسی وجہ سے نہیں صرف دوست کی حیثیت سے پوچھ رہا ہوں کہ تم کون ہو اور ادھر کیسے آئے۔؟"

"میں نے کہا نا کہ میں سیاح قسم کا آدمی ہوں۔ سیر و تفریح کرتا ادھر آنکلا۔ جوں ہی میں اس علاقے میں داخل ہوا میں نے شور و غل سنا۔ اور پھر میں نے ایک بلند جگہ چڑھ کر دیکھا تو تم لوگوں کی خوفناک جنگ ہو رہی تھی۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ جنگ کیوں ہو رہی ہے اور لڑنے والے قبیلے کون کون سے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ لوگ مشین گنوں سے گولیاں برسا رہے ہیں اور ان کا شکار ہونے والے ایک قبیلے کے آدمی ہیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا تھا۔ پھر میں نے ایک لشکر کے پاؤں اکھڑتے دیکھے اور اس کے بعد تم دونوں کو دیکھا وہ لوگ تمہارے پیچھے بھاگے رہے تھے۔ اگر وہ دلیر ہوتے تو دونہتے انسانوں کا پیچھا نہ کرتے میرے دل نے تمہاری حمایت کا فیصلہ کیا اور میں بھی تمہارے پیچھے چل پڑا۔ تم نے اپنے پیچھے خوفناک دھماکے سنے ہوں گے۔ وہ دھماکے میں نے ہی کئے تھے۔ میرے پاس بھی ایک خطرناک گن ہے۔ بہر حال ان دھماکوں نے ان میں سے بہت سوں کو ہلاک کر دیا اور ان کی پیش قدمی رک گئی۔ اور تمہیں نکلنے کا موقع مل گیا۔ اور اب میں تمہیں تلاش کر رہا تھا کہ تم نے اچانک مجھ پر حملہ کر دیا۔

ہیبت خاں شرمندہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں بھی شرخسانی سمجھا تھا دوست! میں معافی چاہتا ہوں۔ یوں بھی تم نے مجھے شکست دی ہے بلاشبہ تم بہترین لڑاکے ہو۔ مگر مجھے اپنی شکست پر فخر ہے کیونکہ اس نے مجھے تم جیسا ذہین دوست دیا!"

"شکریہ! ہیبت خاں۔" منصور نے ملکہ درغانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔ کیا یہ تمہارے قبیلے کی مطلق العنان ملکہ ہے؟

"ہاں۔ آٹھ سال سے یہ ہماری ملکہ ہے"، ہیبت خاں نے کہا اور پھر اس نے تفصیل سے درغانہ کی دعوم چنگیزوں کی آمد اور ان کی سازشوں کے بارے میں

تھا۔ بابا منصور کی آنکھوں میں ایک پراسرار چمک نظر آ رہی تھی۔ یہ جنگجو اس کے لئے دلچسپی کے حامل تھے جو ایک مخصوص علاقے پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور جن کی ناپاک سازش نے بے گناہ انسانوں کو خون میں نہلا دیا تھا۔

"کاش ملکہ درغانہ مجھے جنگجوؤں کی طرف جانے کی اجازت دیدیتی تو صورتحال دوسری ہوتی۔ میں ان جنگجوؤں کو وہیں موت کی نیند سلا دیتا۔ اور میدان جنگ سے شرخسان کا جنازہ اٹھتا۔!"

"بوڑھا فقیر بابان کہاں رہتا ہے۔!"

"وہ مکار طلسمی قبرستان میں ہی رہتا ہے۔ یہ قبرستان راتوں رات ابھر آیا تھا۔ سفید فقیروں نے ہی شرخسانیوں کو احمق بنا دیا ورنہ وہ اس کے قابو میں آتے۔!"

"ہوں۔!" منصور نے کہا گہری سانس لی "بہرحال تمہارا کیا ارادہ ہے جنت خان!"

"اس وقت تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ملکہ درغانہ ہوش میں آجائے۔ وہ زندگی پا جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شاسغانہ شرخسان کی غلامی میں چلا گیا ہے لیکن بہت دیر تک شرخسانی اس پر قابض نہ رہ سکیں گے۔ میں بہت جلد انہیں شاسغانہ سے نکال دوں گا۔!"

منصور نے گردن ہلائی۔ اس کے ذہن میں پھلجھڑیاں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ ان لوگوں تک پہنچ گیا تھا جو پھیرے نکال رہے تھے اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ غیر ملکیوں نے پہلے یہاں زمین حاصل کرنے کی کوشش کی اس میں ناکام ہو کر وہ سازشیں کرنے لگے اور انہوں نے چالاکی سے کام لے کر ان سیدھے سادھے لوگوں کو لڑا دیا اور انہیں کامیاب کرا دیا جو ان کے حامی تھے اور اب۔۔۔ ظاہر ہے اس علاقے پر ان کا مکمل قبضہ ہوگا! بہرحال

منصور اپنی آنکھوں سے تمام حالات دیکھنا چاہتا تھا اس کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا کہ واپس جا کر حکومت سے فوجی امداد طلب کرے گا اور ان لوگوں سے بھرپور جنگ کر کے یہ علاقہ واپس لے لے گا فی الحال ان دونوں کی مدد بھی ضروری تھی کیونکہ ان سے وہ اپنے سلسلہ میں بھی مدد لے سکتا تھا۔ پھر وہ ملکہ ورغانہ کی طرف متوجہ ہو گیا اس معصوم لڑکی کی وہ دل سے عزت کرنے لگا تھا کیونکہ اس نے میدان جنگ میں بے پناہ بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ورغانہ کو ایک اور انجکشن دیا اور اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

ٹرین چڑھائی پر سست رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ خاور اور صدیقی کھڑکیوں سے گردن نکالے بھاگتے ہوئے مناظر دیکھ رہے تھے۔ صفدر اور شہزاد کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے نعمانی اونگھ رہا تھا اور چوہان سگریٹ کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا۔ ان سب کے چہروں پر میک اپ تھا۔

کافی دیر تک وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے رہے پھر صدیقی مسکرا کر بولا "اس کام میں جہاں مصیبتیں ہیں وہاں آرام بھی کافی ہے۔"

"آرام کی وضاحت کرو۔ میرے خیال میں تو جتنی تکالیف اس ملازمت میں ہیں اور کسی میں نہیں۔" خاور بولا۔

"خیر یہ تو تم غلط کہہ رہے ہو۔ تکلیف تو کوئی نہیں ہے بلکہ ہمیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ زندگی رواں دواں رہتی ہے۔ آج یہاں کل وہاں ذہن پر جمود نہیں طاری ہوتا۔"

"لعنت ہے ایسے فائدے پر۔ بہت سے لوگ آفس میں بیٹھ کر قلم گھسیٹ

کے شائق ہوتے ہیں ایک مشینی زندگی مشینی انداز۔ میں اس سے اختلاف کرتا ہوں اس کے لیے تو قبرستان سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔،،

"بالکل درست بات کہی۔! ،، صفدر نے اپنی بحث چھوڑ کر ان کی گفتگو میں دخل دیا اور خاور چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ذہنوں کی بات کہی جا سکتی ہے۔ بہت سے ذہین صرف غلامی کرتے ہیں اور وہی ان کی سرشت ہوتی ہے۔ بہت سے غلامی قبول نہیں کرتے۔،، خاور جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"پھر نہیں تو کوئی صنعت کار ہونا چاہیے تھا۔،،

"یہ پراہ راست حملہ ہے۔ خاور خفگی بھلا کر بولا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اب ہم جا رہے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ کہاں جا رہے ہیں اور کیوں جا رہے ہیں۔ بالکل بھیڑوں کا انداز جنہیں جہاں بھی ہانک لیا جائے۔،،

"بہر حال کسی کنویں میں دھکا دینے نہیں لے جا رہا ہو گا۔! صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔

"اگر کنویں میں دھکا دے دیا گیا تو ہم کیا کریں گے۔ ہم سے تو غلطی ہی ایسی ہوئی ہے۔ مزے تو اس کے ہیں جو فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں حسین لڑکی کو آغوش میں لیے بیٹھا عیاشی کر رہا ہے! خاور نے کہا۔

"تو یوں کہو کہ اصل میں تم اس سے خار کھا رہے ہو مگر بدقسمتی سے تم باتیں ایسی جہالت کی کرتے ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔ کیا تم میں سے کوئی عمران کی عیاشی کی گواہی دے گا۔! صفدر نے دوسروں سے مخاطب ہو کر کہا کیونکہ سب اس گفتگو کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

صفدر کے سوال پر سب خاموش رہے! اور صفدر طنزیہ لہجے میں بولا۔

خاور صاحب کو عمران کی عیاشی کے خواب آ رہے ہیں بہر حال اس کے مقابلے میں ہمیں اپنی حیثیت اس طرح پہچان لینی چاہیے کہ ایکسٹو اسے ہمیشہ ہم پر فوقیت دیتا ہے اور اکثر مہمات میں وہ ہمارا حاکم ہوتا ہے۔

خاور خاموش ہو گیا۔ دوسرے لوگ بھی خاموش تھے۔ یہ خاموشی کئی منٹ طویل رہی۔ پھر شہزاد نے دوبارہ سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ ویسے حالات واضح ہیں ہمیں اس بار سرحدی علاقے میں کچھ دشمنوں کو تلاش کرنا ہے جس میک اپ میں ہم ہیں وہ انہیں کے آدمیوں کا ہے۔ اس طرح ہم ان میں داخل ہو کر ان کے خلاف کام کریں گے۔ جو انتظامات کئے گئے ہیں ان سے بھی ہدایات واضح ہے کہ معاملہ کس قدر خطرناک ہے میرے خیال میں اس موقع پر ہمیں کوئی اختلاف پیدا کرنے کے بجائے نہایت ہوشیاری سے دنیا کا کام انجام دینا چاہیے۔"

"بالکل بالکل۔ چوہان نے گردن ہلائی دوسرے لوگ خاموش ہی رہے۔

سفر طے ہوتا رہا۔ اور پھر ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی۔ اکا دکا جھونپڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔ ان کے قریب دجوار میں مناظر کافی حسین تھے۔ پھر ٹرین نگک وٹلہ کے خوبصورت اسٹیشن پر رک گئی اور صفدر نے سب کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سب پلیٹ فارم پر آ گئے۔ دوسری طرف عمران بھی لڑکی کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ اس کے چہرے پر جمیس کا میک اپ تھا۔ اس سفر میں سب سے زیادہ پریشان اگر کوئی تھا تو وہ ناملہ تھی جس کی آنکھوں سے ہراس ٹپک رہا تھا اور کبھی کبھی اس کی بے چین نظریں ادھر ادھر کچھ تلاش کرنے لگی تھیں اور پھر ان میں مایوسی پیدا ہو جاتی۔

عمران نے دوران سفر اس کی یہ بے چینی دیکھی تھی۔ اسے ناملہ پر رحم بھی آیا تھا۔ لیکن ان لوگوں میں وہی ایک ایسی تھی جو کسی بھی مشکل میں کسی کمزوری کا اظہار کر سکتی تھی اسلئے عمران اسے اپنی اصلی شخصیت کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا۔

پلیٹ فارم پر ان کا سامان بھی اتر آیا۔ اور اسی وقت چند آدمی ان کے

قریب پہنچ گئے۔ یہ سب غیر ملکی تھے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اس نے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہیلو جیمس۔ ! سب خیریت ہے نا۔ !"

"ہاں۔ عمران نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ مگر تمہیں اس طرح فوراً میرے پاس نہیں آنا چاہیئے تھا ممکن ہے کوئی ہمارے تعاقب میں ہوتا۔"

"اوہ۔ ہاں سوری جیمس۔ کیا ایسی کوئی بات ہے۔ اگر ہے بھی تو فکر مت کرو۔ ان سے نپٹ لیا جائے گا۔"

"بات نہیں ہے۔ مگر ہو سکتی تھی۔ عمران نے کہا۔ اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ سب اس کے سامنے مودب تھے جس کا مطلب تھا کہ وہ کم حیثیت کے لوگ ہیں۔ اس نے سامان کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے جلدی سے سامان اٹھالیا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

پلیٹ فارم کے باہر ایک ٹرک اور ایک لمبا نیلے رنگ کا رکھڑی تھی۔ سب سامان ٹرک میں رکھ دیا جائے مسٹر مائیکل! ایک آدمی نے عمران کے ساتھ چلنے والے سے پوچھا اور اس نے گردن ہلادی۔ ویسے عمران کی ایک مشکل حل ہو گئی۔ اسے اپنے ساتھی کا نام معلوم ہو گیا تھا۔ سامان ٹرک میں رکھ دیا گیا اور مائیکل کے ساتھ آنے والے ٹرک میں بیٹھ گئے۔ مائیکل ان لوگوں کو اشارہ کر کے جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

"مائیکل اور عمران فرنٹ سیٹ پر۔ مائیکل کے ساتھ بیٹھے باقی لوگ پیچھے بیٹھ گئے تھے۔ اور پھر ٹرک اور جیپ چل پڑی۔ مائیکل بہت زیادہ باتونی معلوم ہوتا تھا۔ وہ عمران سے شہر کے حالات سوٹ کیس پکڑے جانے کا سبب اور ایسی ہی باتیں پوچھ رہا تھا۔ عمران اسے مختصر انداز میں جواب دے رہا تھا۔ پھر مائیکل بولا۔

"آج کل ان علاقوں میں ہماری حکمرانی ہے۔ ایسی چال چلی گئی ہے کہ دشمن بالکل چیت ہو گئے۔ یہاں سے تھوڑی دور نکل کر جہاں سے آزاد علاقہ شروع ہوتا

ہے بس ہم ہی ہم ہیں۔"

"ویری گڈ۔ کیا آزاد قبائل سے دوستی ہو گئی ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"چھوٹے چھوٹے قبائل کا تو یہاں وجود نہیں ہے جو ہیں بھی وہ ان دو قبیلوں میں ضم تھے اور اب ان دو قبیلوں میں سے صرف ایک رہ گیا ہے جو ہمارا دوست ہے اور جس کا سردار ماسٹر گورین کے قدم چومتا ہے۔"

"ماسٹر گورین" عمران کے ذہن میں ایک دھماکہ ہوا۔ یہ نام اس نے پہلے بھی کہیں سنا تھا یقیناً کہیں سنا تھا مگر اس وقت اس پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ مائیکل بکواس لگائے ہوئے تھا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ سب کیسے ہوا؟"

"مجھے یقین ہے تم بتا دو گے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور مائیکل ہنسنے لگا۔

"یقیناً۔ دراصل ماسٹر گورین کی مشرق پر گہری نگاہ ہے۔ وہ ان لوگوں کی پوری فطرت سے واقف ہے۔ حیرت یہ ہے کہ وہ اس علاقے کی کئی زبانیں جانتا ہے۔"

"مجھے علم ہے۔" عمران نے کہا۔

"پہلے ہم لوگوں نے شارغانہ کی طرف قدم بڑھائے۔ یہاں کی حکمران ایک ندت تھی۔ لڑکی بے حد حسین تھی لڑنے میں تو بے مثال تھی۔ ذہانت کا پتہ نہیں لیکن ں کے مشیر خطرناک تھے۔ انہوں نے دال نہ گلنے دی۔ دراصل شارغانہ پر اس لیے ورے ڈالے گئے تھے کہ الماس کی کانیں شارغانہ کے بالکل نزدیک تھیں۔ بہرحال جب کسی طرح پر نہیں پھنسے تو پھر وہاں کے دوسرے قبیلے پر چڑھائی کی گئی یہ شارغانہ کی کا قبیلہ تھا۔ یہاں گورین نے پرانی روش پر کام نہیں کیا کیونکہ خطرہ تھا کہ اگر شارغان لہ بھی ہمیں پناہ دینے پر تیار نہ ہوا تو پھر کام ... گا ...

چنانچہ ایک صبح شترخسان کے لوگ جب سو کر جاگے تو انکی بستی سے تھوڑے فاصلے پر ہی ایک قبرستان نمودار ہوگیا تھا۔ اونچی اونچی مشرقی طرز کی قبروں پر مشتمل! اور اس پورے قبرستان میں ایک ہی زندہ انسان تھا۔ ایک فقیر جسکا نام ہامان ہے اور جو بہت بڑی روحانی قوتوں کا مالک ہے اس نے شترخسان کے سردار کو بتایا کہ یہ طلسمی قبرستان ہے اور اس میں بڑے بڑے فقیروں کی قبریں ہیں اس کی حرمت کا خیال رکھا جائے ورنہ شترخسان تباہ و برباد ہو جائیگا! اور یہ ترکیب بجد کامیاب رہی۔ شترخسان کا سردار آرو جہ ہمارا غلام ہوگیا۔ قبروں کے نیچے نیچے سرنگیں کھدوائی گئیں اس طرح یہ سرنگیں شارغانہ تک لے جائی گئیں اور وہاں کی کانوں کی کھدائی کی گئی۔ شترخسانی اس قبرستان سے دور ہی رہتے ہیں کیونکہ چاندنی راتوں میں قبرستان پر رنگین سائے گردش کرتے ہیں۔ وہ سائے دراصل بزرگوں کی روحیں ہوتی ہیں اور اگر کوئی ان کی زد میں آجائے تو اسکی زندگی محال ہے۔ بہرحال بابا ہامان شترخسان مہربان ہوگیا۔ مگر ہمارا کام ٹھیک سے نہیں ہو رہا تھا۔ ہر وقت شارغانیوں کا دھڑ لگا رہتا تھا اس کے علاوہ سرنگوں کے ذریعہ کانوں تک پہنچکر کھدائی بڑی مہنگی اور مشکل پڑ رہی تھی اس لئے بابا ہامان نے ایک اور ترکیب سوچی۔ اور پھر سردار شترخسان کا بیٹا شارغانیوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ اسے ہمارے ہی آدمیوں نے قتل کیا تھا لیکن اس طرح کہ شبہ شارغانیوں پر ہی کیا جائے۔ ترکیب کامیاب رہی کیا تھا لیکن اس طرح کہ شبہ شارغانیوں پر ہی کیا جائے۔ ترکیب کامیاب رہی تھا شترخسان کا ولی عہد تھا۔ اس کے قتل سے شترخسان کا بچہ بچہ جوش میں بھر گیا شارغانہ کے خلاف زبردست نفرت پھیل گئی۔ پھر شارغانہ کا ایک وفد آگیا تھا اس نے اپنی صفائی پیش کی لیکن اس کی صفائی قبول نہیں کی گئی۔ وفد جب واپس جا رہا تھا۔ تو... اسے بھی راستے میں قتل کر دیا گیا۔ کیا سمجھے۔ مائیکل نے ہنسکر آنکھ دبا دی اور عمران بھی بادل نخواستہ مسکرانے لگا۔ ویسے یہ داستان سنکر اسکا دل رو رہا تھا کہ ان لوگوں کی بستیاں اجاڑ دے جنہوں نے دو سادہ لوح قبیلوں میں

کا جہنم سلگا دیا تھا۔

دفد کے قتل سے شارغانہ میں خاطر خواہ اشتعال پھیل گیا۔ اور اس کے بعد ایک خوفناک معرکہ ہوا۔ بلکہنت شارغانی بڑے جنگجو تھے انہوں نے پہلے ہی حملے میں شرحسان کے قدم اکھاڑ دیئے اگر ہم ان کی مدد نہ کرتے تو شرحسان کو شکست ہوتی۔ بہرحال مشین گنوں کی گولیوں کے سامنے وہ نہ ٹک سکے اور سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اب شارغانہ پر ہمارا قبضہ ہے۔ شرحسان بھی ہماری مٹھی میں ہے۔"

"خوب! عمران نے گردن ہلائی۔ مجھے پیچھے ہوئے لوگ بھی اس داستان سے بیحد متاثر تھے۔ یہ سفید کتے اس طرح مشرق کو تباہ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے جب بھی یہاں قدم جمائے ہیں ایسے ہی سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنایا کہ!"

"بہرحال اب ایک بڑا پرابلم حل ہو گیا ہے مگر دوسرا مشکل کام آپڑا ہے اس سلسلہ میں فیصلہ کرنا ہے کہ کیا کیا جائے۔؟"

"یقیناً۔" عمران نے کہا۔

ٹرک اور جیپ اب ناہموار راستے پر دوڑ رہے تھے خاصا طویل فاصلہ تھا تقریباً دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک درے میں پہنچ گئے۔ یہاں سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ اور پھر ان سب کے دل دہل گئے۔ یہاں دور دور تک انسانی لاشیں بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ مردہ خور پرندوں کے غول کے غول ضیافت اڑا رہے تھے۔ انہوں نے ناکیں بند کر لیں۔

"یہی میدان جنگ تھا۔" مائیکل نے بتایا۔

"ماسٹر گورین کی رہائش اب کہاں ہے؟"

"اسی قبرستان میں۔ ہم وہیں چل رہے ہیں۔ شارغانہ میں بہترین رہائش کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ انتظامات مکمل ہونے کے بعد ہی وہاں شفٹ ہوں گے۔"

"ٹھیک۔!" عمران نے گردن ہلائی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں

رقص کر رہی تھیں اگر مائیکل انہیں دیکھ لیتا تو اسے شدید حیرت ہوتی لیکن وہ سامنے متوجہ تھا۔ پھر بہت سے دشوار گذار راستوں سے گذر کر وہ چاروں طرف پہاڑوں سے ڈھکے ہوئے ایک میدان میں پہنچ گئے یہاں درحقیقت چاروں طرف قبریں بکھری ہوئی تھیں۔ اونچی اونچی قبریں جو سفید چونے سے بنی ہوئی تھیں۔ ٹرک اس کٹیا کی طرف بڑھ رہا تھا جو پتھروں کو چن کر بنائی گئی تھی اور میدان کے آخری سرے پر تھی۔ وہ لوگ کٹیا میں داخل ہوگئے اور مائیکل ایک دیوار کے سامنے رک گیا اس نے دیوار میں ابھرا ہوا پتھر اندر کر دبایا اور ایک دیوار گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اپنی جگہ سے سرک گئی۔ دیوار کے دوسری سمت تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ایک سپاٹ راہداری نظر آرہی تھی۔ راہداری کچی نہیں تھی اور اس پر ٹائلوں کا فرش تھا دیواروں میں نلیاں لگی ہوئی تھیں اور دور کسی جنریٹر کے چلنے کی ہلکی ہلکی آواز آرہی تھی۔ راہداری کے اختتام پر ایک بڑا دروازہ بند تھا اس سے گذر کر وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے جس میں کوئی ستون نہیں تھا شاید یہ کوئی بہت کشادہ غار تھا جسے تراش کر کمرے کی شکل دیدی گئی تھی ہال کے دوسری طرف طرف بھی ایک بڑا دروازہ نظر آرہا تھا۔ وہ اس دروازے سے بھی گذر گئے۔ سب سے پہلے دروازے پر رک کر مائیکل نے دروازے کو دھکا دیا۔ اور اندر داخل ہوگیا۔

"مس نائلہ آپ کے ساتھ رہیں گی یا الگ۔" مائیکل نے پوچھا۔

"ساتھ ہی رہیں گی۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"تب یہ کمرہ آپ کا ہے۔ میں یہاں ایک بیڈ بھجوا دوں گا۔ باتھ روم اٹیچ ہے آپ آرام کریں کسی بھی ضرورت کے لیے یہ بیل لگی ہوئی ہے اب میں دوسرے لوگوں کو بھی ان کے کمرے بتادوں۔ فی الحال آپ صرف آرام کریں گے تاکہ سفر کی تکان دور ہو جائے۔"

"اوکے۔" عمران نے کہا اور اس کا سامان کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ نائلہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی اس کا چہرہ بدستور دھواں دھواں تھا۔ عمران کے ہونٹوں پر

معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"ٹھیک ہے نائلہ۔ تم اگر غسل کرنا چاہو تو کر لو۔ پھر آرام کریں گے۔"

"شکریہ جناب۔" نائلہ نے کہا اور غسل خانے کی طرف بڑھ گئی! عمران لڑکی کی حالت پر فکر مند تھا۔ وہ بجد خوفزدہ نظر آ رہی تھی ظاہر ہے اسے عمران نہیں نظر آیا تھا۔

بہر حال! عمران کو پہلے اپنا کام انجام دینا تھا اس کے بعد اور کچھ کیا جاسکتا تھا اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور چاروں طرف کی دیواروں کو دیکھنے لگا۔ بالکل سپاٹ دیواریں تھیں۔

کسی سوراخ اور ریلیس کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے پھرتی سے اپنا اٹیچی کھولا۔ اور اس کے ہینڈل کے خول سے ایک آلہ نکال لیا اور پھر آلہ لے کر چاروں طرف گھومنے لگا۔ لیکن آلے کی سوئی نارمل رہی اس کا مطلب تھا کمرے کی دیواریں کوئی خفیہ ڈکٹا فون یا مائیک نہیں ہے اور وہ آزادی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس کام سے مطمئن ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔

لوگ راہداری میں آجا رہے تھے۔ کئی آدمیوں نے اس سے سلام دعا کی اور وہ ایک کمرے میں داخل ہو گیا جس میں سے صفدر کی آواز آ رہی تھی۔ شہزاد اور صفدر اسے دیکھ کر سنبھل گئے۔

"کیا حال ہے۔!" عمران نے پوچھا اور وہ حیرت سے اسے تکنے لگے۔ "کچھ نہیں ہے۔ میں اندازہ کر چکا ہوں۔" عمران نے کہا اور انہوں نے گہری سانسیں لیں۔

"اب کیا کرنا ہے۔!" شہزاد نے پوچھا۔

"صرف آرام۔ وقت آنے پر کام شروع ہو جائے گا! کیا جو کہانی تم نے راستے میں سنی ہے اس سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"مکمل اندازہ لگا لیا ہے۔ اور اس ڈرامے میں اپنا رول تلاش کر رہے ہیں!!"

"ہدایت کار میں ہوں اس لئے تمہیں رول تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسروں کو بھی یہی سمجھادیا اگر کسی نے بھاگنے کی کوشش کی تو فوراً دستے کے تحت اسے گولی بھی ماری جاسکتی ہے۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اور شہزاد اور صفدر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"یہی سمجھانے آیا تھا خدا حافظ۔" عمران کمرے سے نکل آیا۔

نائلہ غسل خانے سے نکل آئی تھی۔ نئے لباس میں وہ نکھری نظر آرہی تھی لیکن اس کے چہرے پر تفکر کی پرچھائیاں صاف دیکھی جاسکتی تھیں عمران نے اس سے کوئی بات نہیں کی اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"تم آرام کرو۔ میں ذرا جارہا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گا۔"

"بہت بہتر۔" نائلہ نے جواب دیا اور عمران کمرے سے نکل آیا۔ ایک بار پھر وہ صفدر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"مجھے اپنا کوئی لباس دو شہزاد۔ جلدی سے۔" عمران نے کہا اور شہزاد اپنے سامان کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی اور عمران کی جسامت ایک جیسی تھی عمران نے اپنا سوٹ اتار کر اسکا سوٹ پہنا اور پھر اس نے صفدر کو حکم دیا کہ وہ راہداری میں نگاہ رکھے۔ اس کے بعد اس نے ماسک اتاری اور اصلی شکل میں آگیا۔

"دیکھو شہزاد۔ راہداری میں نظر یں دوڑاؤ۔ کوئی ہے تو نہیں۔ میں ذرا اس لڑکی کو سمجھانے جا رہا ہوں اگر کوئی آئے تو تم ہلکی سی سیٹی سے مجھے اطلاع دو گے۔"

"بہت بہتر" شہزاد نے جواب دیا اور وہ بھی باہر نکل آیا۔ پھر اس نے عمران کو اشارہ کیا۔ اور عمران باہر نکل آیا۔ نائلہ کے کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ دھکیل کر دیکھا دروازہ بند نہیں تھا۔ اس نے ذرا کواڑ کھولا اور بڑے آپ سے اندر گھس گیا اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا نائلہ ایک کرسی پر سر جھکائے بیٹھی تھی کسی کو گھسنے دیکھ کر اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور عمران کی شکل دیکھتے ہی اسے بجلی کا سا شاک لگا۔ اسکا منہ کھلا اور

عمران نے جلدی سے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ نائلہ کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔

"کیا بات ہے نائلہ۔ تم سست کیوں ہو۔؟"

"تم یہاں کیسے آ گئے۔؟" وہ شدید حیرت کے دوران بمشکل بولی۔

"کیوں۔ میں ایک ایک لمحے تم پر نگاہ رکھ رہا ہوں۔ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں مگر میرا خیال ہے تم نے ابھی تک میرے اوپر بھروسہ نہیں کیا ہے۔" عمران نے کہا۔

"مم۔ مگر۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔!"

"اس چکر میں مت پڑو نائلہ۔ تمہیں مطمئن ہو کر کام کرنا چاہیئے۔"

"نہیں یہاں خطرہ ہے۔ یہ جگہ بہت خطرناک ہے۔"

"تمہاری پریشانی میرے لئے خطرات پیدا کر سکتی ہے ورنہ مجھے یہاں اتنا خطرہ نہیں ہے میں تمہیں اطمینان دلانے کے لئے یہ زبردست خطرہ مول لیکر آیا ہوں اگر اب بھی تم پرسکون نہ ہو سکیں تو میرے لئے کام بے حد مشکل ہو جائے گا۔!"

"تم اپنی پوری پوری حفاظت کرنا شاید۔ میں سوچ رہی تھی کہ شاید تم دھوکہ کھا گئے اور ان کا تعاقب نہ کر سکے مگر اب مجھے اطمینان ہے تم جاؤ اپنی حفاظت کرو۔ مجھے اب کوئی خوف نہیں ہے۔"

"فکر۔" عمران نے کہا اور واپس پلٹ پڑا۔ اس سے زیادہ وقت صرف کرنا مناسب نہیں تھا۔ ویسے اس کے کان سیٹی کی آواز پر لگے ہوئے تھے لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دی اور وہ واپس صفدر کے کمرے میں چلا گیا۔ پھر اس نے اطمینان سے اپنا لباس اور ماسک وغیرہ درست کی اور باہر نکل آیا۔

اس بار اس نے نائلہ کی حالت درحقیقت بدلی ہوئی محسوس کی تھی اس کے چہرے پر اطمینان نظر آ رہا تھا۔

۲۷

درغانہ نے آنکھیں کھول دیں۔ ہیبت خاں دروازے کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ منصور کا سامان بھی اسی غار میں لے آیا گیا تھا البتہ تینوں گھوڑے اس دوسرے غار میں باندھ دیئے گئے تھے منصور اس وقت درغانہ کے سامنے بیٹھا تھا۔ درغانہ خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس کا ہاتھ اپنی پیٹی کی طرف لپکا اور اس نے خنجر نکال لیا شاید اجنبی شکل دیکھ کر وہ بدک گئی تھی۔ بہرحال اس دلیری نے بھی منصور کے دل پر اثر کیا وہ اپنی شدید تکلیف کے عالم میں بھی لڑنے کے لئے تیار تھی اور پھر اس نے غراتے ہوئے کھڑے ہونے کی کوشش کی منصور اسی سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔

"کون ہو تم۔ وہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولی اور ہیبت خاں اس کی آواز سنکر چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ درغانہ کی طرف لپکا۔

" اوہ۔ ملکہ عالیہ۔ آپ ہوش میں آگئیں۔ رب عظیم کا احسان ہے۔" وہ خوش ہو کر بولا اور پھر اس کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر چونک پڑا۔

"یہ کون ہے!"، درغانہ نے پوچھا۔

"یہ ہمارا محسن ہے ملکہ عالیہ۔ ہمارے وقت کا دوست! اسی نے ہمیں ان لوگوں کے چنگل سے نکالنے کے لئے دو دھماکے کئے تھے جن کی وجہ سے ہم بچکر یہاں تک پہنچ گئے مگر آپکو کیا معلوم آپ تو اس وقت بے ہوش تھیں۔ یہ ہمارا بہت بڑا محسن ہے"،

درغانہ کے خدوخال نرم پڑ گئے اور خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا وہ تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئی "کیا شارغانہ پر شرخسان کا قبضہ ہو گیا"، اس نے پوچھا۔

"جنگ میں ہار جیت ہوتی ہے ملکہ عالیہ۔ فکر کیوں کرتی ہیں۔"،

"میں فکر نہیں کرتی۔ مگر ہم زندہ کیسے بچ گئے۔!"،

"طویل کہانی ہے آپ اب کیسا محسوس کر رہی ہیں۔!"،

"بالکل ٹھیک ہوں مجھے وہ کہانی سناؤ۔"، درغانہ نے تحکمانہ لہجے

میں کہا اور ہیبت خاں منصور کی طرف دیکھتے ہوئے اسے تفصیل بتانے لگا تفصیل سنکر درغانہ نے گہری سانس لی اور غمزدہ لہجے میں بولی" تم نے مجھے وہیں مرجانے دیا ہوتا ہیبت خاں میرے لیے اتنی تکلیف اٹھائی ۔ درحقیقت میں شارغانہ کی ملکہ بننے کے قابل نہیں تھی ۔ تو مجھ سے بڑا زیرک ہے تو نے چنگیزیوں کی سازش کی پیش گوئی کی تھی اگر میں تیری بات مان لیتی تو جنگ کا نقشہ دوسرا ہوتا ۔!"

" گذری ہوئی باتوں کا ذکر کرنا بیکار ہے ملکہ درغانہ ۔ ہم ابھی زندہ ہیں ۔ ہم آخری سانس تک شارغانہ کو ان کے چنگل سے آزاد کرانے کی کوشش کریں گے ۔"

ہمارے ہزاروں لڑکے مارے گئے ۔ اب شارغانہ کے پاس کیا رکھا ہے" درغانہ بدستور غمزدہ لہجے میں بولی ۔

" شارغانہ کی ملکہ زندہ ہے یہی کافی ہے لشکر پھر اکھٹا ہو جائے گا !" ہیبت خاں نے کہا اور درغانہ نے گردن اٹھائی اور پھر کسی خیال کے تحت چونکر منصور کی شکل دیکھنے لگی ۔

" تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو ۔!"

" میں ایک سیاح ہوں اور ایک دور دراز قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں "

" تم چنگیزیوں کے جاسوس تو نہیں ہو ۔"

" نہیں ملکہ عالیہ ۔ ہمیں اپنے محسن کی توہین نہیں کرنی چاہئے میرا خیال ہے ان سے ملاقات کی تفصیل سنکر آپ یہ خیال ذہن سے نکال دیں گی ۔ اس نے اس وقت ہمیں پناہ دی ہے جب ہم بالکل بے بس تھے ۔ آپ بیہوش پڑی ہوئی تھیں اور میں اس سے زیر ہو گیا تھا ۔" ہیبت خاں نے منصور سے جنگ کا واقعہ بتاتے ہوئے کہا ۔ اس نے اس کا آپریشن کیا اور علاج کیا ۔

" میں شرمندہ ہوں اجنبی ۔ دراصل میری دماغی حالت درست نہیں ہے ، اپنی حکومت کھو بیٹھی ہوں نا ۔" اس نے درد بھرے لہجے میں کہا اور منصور بولا " حکمرانوں کی

زندگی میں ایسے دور آتے ہی ہیں ملکہ درغانہ ۔ اگر وہ ان باتوں سے شکست تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر دنیا کبھی ان کا نام نہیں لیتی ۔ میں دل و جان سے تم لوگوں کے ساتھ ہوں ۔ تم دیکھو گی میں طلسمی قبرستان کی ایک ایک قبر کھود دوں گی اور بوڑھے ہامان کو گردن پکڑ کر تمہارے سامنے پیش کر دوں گا ۔!"

"تمہاری باتوں نے میری ڈھارس بندھائی ہے اجنبی ۔ میں تم سے شرمندہ ہوں اور تیری اعلیٰ ظرفی کو قبول کرتی ہوں ۔ پھر منصور نے اپنی خوراک میں سے ان لوگوں کی ضیافت کی اور اس کے بعد وہ آئندہ کے لئے پروگرام بنانے لگے ۔ منصور کو یقین تھا کہ درغانہ کو ضرور تلاش کیا جا رہا ہو گا ۔ اس نے اپنی گن درست کی اور ہیبت خان سے بولا ۔ "تم یہ بندوق چلانا سیکھ لو ہیبت خان ۔ جب تک ملکہ تندرست نہیں ہو جاتی ہم جاگ کر اس کی حفاظت کریں گے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ ملکہ کو تلاش کیا جا رہا ہو گا ۔!"

"تم درست کہتے ہو ۔ ہیبت خان نے کہا اور منصور اسے گن چلانے کا طریقہ بتانے لگا ۔!

۲۸

رات کو وہ سب باہر نکل آئے ۔ عمران نے طلسمی قبرستان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی ۔ یہاں انہیں قسم کی آزادی تھی ۔ عمران نے کئی بار باہر نکل کر اس زمین دوز دنیا میں دور دور تک گھوم کر دیکھا لیکن اس پر کسی قسم کی نگاہ نہیں رکھی گئی ۔ وہ لوگ اس سے پوری طرح مطمئن تھے ۔ پھر عمران نے رات میں قبرستان کا منظر دیکھنے کی فرمائش کی اور مائیکل اسے گھمانے کیلئے تیار ہو گیا اس کے ساتھ اس کے تمام ساتھی تھے ۔

" دراصل ہم نے یہاں سرنگوں کا بہت بڑا جال پھیلایا ہے ۔ چھوٹی چھوٹی سرنگیں ہر قبر میں نکلتی ہیں ۔ قبروں کے نیچے صندوق کے ڈھکنوں کی طرح کھل سکتے ہیں اور ضرورت کے وقت یہ قبریں پختہ مورچے بھی ثابت ہو سکتی ہیں ۔ قبروں میں خفیہ خانے ہیں جن میں رنگین شیشے ایک

خاص انداز میں لگائے گئے ہیں ان شیشوں میں روشنیاں متحرک ہوتی ہیں تو قبرستان میں رنگین سائے گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ آؤ میں تمہیں پراسرار منظر دکھاؤں۔ اور وہ مائیکل کے ساتھ چل پڑے۔ پھر وہ ایک قبر کے اندر سے ہی برآمد ہوئے تھے مائیکل وہ بیٹری آن کر آیا تھا جس سے رنگین سائے گردش کرتے تھے۔ انہوں نے قبرستان کا یہ منظر دیکھا۔ پورے قبرستان میں ایک عجیب روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پراسرار روشنی جس کے منبع کا پتہ نہیں چلتا تھا اور وہاں انسانی سائے متحرک تھے۔ قبائلی تو ویسے بھی سیدھے سادھے لوگ تھے اگر کوئی انتہائی عقلمند اور ان باتوں کو نہ ماننے والا بھی اس منظر کو دیکھ لیتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ وہ کافی دیر تک اس منظر کے سحر میں ڈوبے رہے اور پھر واپس چلے آئے۔ مائیکل حسب عادت بہت زیادہ باتیں کر رہا تھا۔

"ماسٹر گورینی بہت زیادہ مصروف ہے شاید؟" واپس آتے ہوئے عمران نے مائیکل سے پوچھا۔

"ہاں مصروف تو ہونا ہی چاہئے۔ وہ شارغانہ میں امن وامان قائم کر رہا ہے شیرخیانوں نے اسے فتح کرنے کے بعد حسب عادت قتل وغارت گری شروع کر رکھی تھی لیکن گورینی اب وہاں امن وامان چاہتے ہیں تاکہ اپنا کام حسب منشا شروع کر سکے اس لئے وہ وہیں موجود رہے۔"

"قتل وغارت گری رک گئی ہے؟"

"ہاں۔ اس کی مرضی کے بغیر ایک آدمی بھی ہاتھ نہیں ہلا سکتا۔ ویسے ان لوگوں کو ضرور مار دیا جاتا ہے جن پر شبہ ہوتا ہے کہ وہ دزغانہ کے بارے میں جانتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"شارغانہ کی ملکہ دزغانہ روپوش ہو گئی ہے۔ ہمارے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکے کچھ لوگوں کو بھیجکر ایسے علاقوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے جہاں سے وہ بیرونی دنیا کی طرف نہ نکل سکے خطرہ یہ ہے کہ وہ کہیں مرکز تک نہ پہنچ جائے اگر وہ مرکز پہنچ گئی تو وہاں سے امداد لا سکتی ہے اور ہم پریشانی میں پھنس جائیں گے اسے تلاش کرنے کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا۔"

"ہوں" عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اپنے کمرے میں آرام کرنے آ گیا۔ رات ہو گئی تھی اس لیے نائلہ کچھ خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ جیمس کے کمرے میں تنہا جائیگی اور جیمس بہر حال ایک مرد تھا۔ عمران نے اس کی ذہنی کیفیات بھانپ لیں چنانچہ وہ بولا۔

"تم آرام سے سو جاؤ نائلہ کسی قسم کی فکر مت کرنا اس معاملے میں ہیں بہت شریف آدمی ہیں۔ اپنی بیوی کے علاوہ مجھے اور کوئی پسند نہیں ہے!" نائلہ تھوڑی سی جھینپ سی گئی بہر حال اسے اس مرحلے پر بھی اطمینان ہو گیا اور کافی رات تک کروٹیں بدلتے رہنے کے بعد وہ سو گئی۔

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر انہوں نے پر تکلف ناشتہ کیا۔ ان کی حیثیت مہمانوں کی سی تھی اور انہیں ہر سہولت مہیا کی جا رہی تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد عمران کے ساتھیوں نے وہاں پہنچ کر تفریح کی اجازت طلب کی۔ اور مائیکل نے بتایا کہ انہیں پوری پوری آزادی ہے بس احتیاط ضروری ہے کیونکہ شکار خانہ کے بھگوڑے سپاہیوں کی کوئی ٹولی انہیں مل سکتی ہے اس نے ایک گارڈ ان کے ساتھ کر دیا اور وہ لوگ پہاڑوں میں سیر کو نکل گئے۔

عمران وہیں رہا۔ وہ یہاں کے مکمل نظام سے واقف ہونا چاہتا تھا۔ پورا دن وہ ان سرنگوں کی سیر و تفریح کرتا رہا۔ اس نے کانوں تک طویل سفر بھی کیا۔ بہت لمبی سرنگیں کھودی گئی تھیں ہیرے نکالنے کا کام اور گودام دیکھا جہاں اربوں روپے کی مالیت کے ہیرے رکھے ہوئے تھے اور اس پورے کارخانے کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔

کانوں کے انچارج نے اسے بتایا کہ بہت جلد وہ شکار خانہ میں راستہ بنا لیں گے اور اس کے بعد یہ کھدائی اتنی مشکل نہیں ہو گی جتنی اب ہے!" عمران نے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ بہر حال وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا تھا۔ اسے صرف ایک مرحلے کا منتظر تھا یعنی ماسٹر گورین سے ملاقات! اس مرحلے سے اور بخیر و خوبی گزر جانے کے بعد سب دیکھ لیا جائیگا۔

اسکی یہ خواہش تیسرے دن پوری ہو گئی۔ اس دن گورین کو فرصت ملی تھی اور اس کے آنے کی اطلاع مائیکل نے دی پھر اسی رات گورین نے اسے طلب کر لیا۔

وہ بڑے تپاک سے جیمس سے ملا۔

"ہیلو جیمس۔ ایک طویل عرصہ کے بعد تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"جی ہاں جناب!" عمران نے انتہائی اداکاری سے کام لیتے کہا۔

"دراصل یہاں کے حالات سنبھالنے کے لئے جس قدر دشواریوں کا سامنا ہوا ہے میں ہی جانتا ہوں ابھی تک صورتحال بالکل درست نہیں ہے۔ میرے خیال میں مائیکل نے تمہیں تفصیل بتادی ہوگی۔"

"جی ہاں۔"

"وہ لڑکی اور اس کا ساتھی بہت خطرناک ہیں اگر وہ مرکز کی طرف نکل گئے تو ہم دشواریوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ویسے انکا نکلنا بہت مشکل ہے میں نے سخت ناکہ بندی کر دی ہے!"

"اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اجازت دیں میں مرکز میں انہیں تلاش کروں۔"

"اوہ۔ اتنی جلدی انکا نکلنا مشکل ہے لڑکی سخت زخمی تھی ممکن ہے دونوں مرکھپ گئے ہوں بہرحال انکا مسئلہ اتنا بڑا ابھی نہیں ہے کہ میں تمہیں تکلیف دوں۔ تم ذلیس سر مایہ کی نکاسی کا کام سرانجام دو۔ مجھے اس بات سے بڑی تشویش ہے کہ ہماری نکاسی کا راستہ بالکل بند ہو گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ دوسرے چند ممالک میں ہمارے گروہ کے کچھ افراد پوری ذمہ داری سے اپنا کام سرانجام نہیں دے سکے۔ ورنہ یہ بات منظر عام پر نہ آتی۔"

"بالکل میں تم سے متفق ہوں۔ بہرحال یہاں کے حالات درست کر لوں پھر میں دوسرے ممالک کا دورہ کر کے گروہ کو درست کروں گا اور اس کمزوری کو ختم کرا دوں گا۔ فی الحال ہمیں یہ مشورہ کرنا ہے کہ نکاسی کی بہتر صورت کیا ہو سکتی ہے! کیا تمہارے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی اسکیم ہے۔!"

عمران کا ذہن انتہائی تیزی سے کام کر رہا تھا وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ جیمس کی یہاں کافی قدر ہے اور اس کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ بہرحال فوری طور پر کوئی ایسی اسکیم پیش کرنا ضروری تھی جو گوریلے کے دل کو لگ جائے اس کے برق رفتار ذہن نے

فوری طور پر ایک پروگرام بنایا اور بولا" حالات خراب ہونے کے بعد سے میں اس سلسلے میں غور کرتا رہا ہوں جناب۔ میں سوچتا رہا ہوں کہ مال کی نکاسی کی دوسری اور بہتر صورت کیا ہو سکتی ہے اور اس کے لئے ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔"

"کیا۔؟"

"آپ کو علم ہے کہ ایک دوسرے ملک کی سرحدیں یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں ان دونوں ممالک کی ممالک آپس میں دشمنی ہے وہ ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی سرحدوں میں مداخلت بھی کرنا چاہتے ہیں ہم اس دوسرے ملک سے رابطہ قائم کریں ہم اسے پیش کش کریں کہ ہم اس کے لئے جاسوسی کریں گے اور اسے یہاں کے اہم ترین راز پہنچائیں گے یہ کام ہمارے لئے زیادہ مشکل نہیں ہوگا ایک آدھ راز معلوم کر کے ہم اس ملک کو دے دیں گے اور اس کے عوض وہ ہمیں ایک سرنگ کھودنے کی اجازت دے دے جہاں ہم نے اتنی طویل سرنگیں کھودی ہیں وہاں ایک اور سہی یہ سرنگ اس ملک کی سرحد تک ہوگی اور وہاں سے وہ ہمیں مال لیجانے کی اجازت دیدے۔ ہم اسے پیش کش کریں گے کہ اگر وہ چاہے تو اس کے جاسوس بھی اس سرنگ کے ذریعے اس ملک میں آسکیں گے بہرحال اگر وہ تیار ہو جائے تو آپ تصور کیجئے کہ ہمارے کام میں کس قدر آسانی ہو جائے گی۔"

گوریلو منہ پھاڑے اسکی یہ تجویز سن رہا تھا عمران کے خاموش ہونے کے بعد وہ کئی منٹ تک خاموش رہا۔ پھر پرمسرت لہجے میں بولا" مجھے تمہارے ذہن پر ناز ہے جیمس۔ اُفوہ کس قدر آسان اور کتنی موثر تجویز ہے یہ بات پہلے ہمارے ذہن میں کیوں نہیں آئی میں کہتا ہوں وہ ملک نہ صرف اس بات کے لئے تیار ہو جائیگا بلکہ وہ ہماری بھرپور مدد بھی کریگا اور نکاسی کسقدر آسان ہو جائے گی میں تمہیں اس لاجواب ترکیب پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمہاری تجویز منظور کرتا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔ میں بیحد شکر گذار ہوں۔"

"ویری گڈ چیمپس ویری گڈ۔ اوکے! میں اس تجویز پر جلد از جلد عملدرآمد کی ہدایات جاری کیے دیتا ہوں اور تم اس وقت تک آرام کرو جب تک ہم اس سلسلے میں بات چیت مکمل نہ کر لیں تمہارا جہاں دل چاہے جاؤ جہاں رہنا پسند کرو وہاں رہو۔ ویری گڈ۔ تم نے تمام مسئلہ کس طرح چٹکی بجاتے حل کر دیا"۔

عمران گردن جھکائے بیٹھا رہا۔

"اوکے ڈیر چیمپس بات چیت ختم۔ اب اس سلسلے میں مزید گفتگو ہم لوگ اسی وقت کریں گے جب مجھے اس ملک کا جواب مل جائیگا میں فوری طور پر ان سے رابطہ قائم کر دوں گا۔ اب آرام کرو میں واپس شارغانہ جا رہا ہوں مجھے سب سے بڑی فکر ان لوگوں کی ہے جو فرار ہو گئے ہیں ان سے نجات ملنے کے بعد تفصیل سے تمہارے ساتھ کچھ وقت گذاروں گا"!

"شکریہ جناب! عمران نے کہا اور پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا یہ مسئلہ اس کی توقع کے خلاف نہایت خوش اسلوبی سے حل ہو گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ نائلہ یہاں نہیں تھی اس کے دوسرے ساتھی بھی ابھی تک نہیں آئے تھے۔ ممکن ہے نائلہ ان کے ساتھ چلی گئی ہو وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر باہر نکل آیا۔ پراسرار قبرستان دور دور تک پھیلا ہوا تھا وہ قبروں کے درمیان سے نکل آیا اور پہاڑوں کی طرف چل پڑا۔ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں پہنچکر اس نے جیب سے ایک چھوٹا لیکن انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے آن کر کے چہرے کے قریب کر لیا۔

ٹرانسمیٹر کے رسیور سے چند منٹ لہریں سنائی دیتی رہیں پھر ایک آواز ابھری۔" ہیلو۔ سپیکر اٹھائیں۔!"

"سیکرٹ سروس بلو آن۔"

"یس سر! ایک منٹ میں مینجر آفتاب کو اطلاع دیدوں۔"

عمران انتظار کرتا رہا اور چند منٹ کے بعد ایک دوسری آواز سنائی دی۔" مینجر آفتاب!"

"کیا آپ کو میرے بارے میں ہدایات مل گئی ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ ہیلی کاپٹروں کا ایک چاق و چوبند دستہ بھی ہیڈ کوارٹر سے یہاں پہنچ گیا ہے۔ ہم لوگ فوری طور پر آپ کے احکامات کی پابندی کے لئے تیار ہیں۔"

"شکریہ! میں نے اس وقت صرف معلومات کے لئے آپ کو کال کیا تھا۔ بہت جلد تکلیف دوں گا۔"

"ہم ہر لمحہ تیار ہیں جناب۔!"

"اوکے!" عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر کے جیب میں ڈال لیا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک دوسری چٹان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس چٹان کے دوسری سمت اس نے نائلہ کو ایک پتھر پر بیٹھے دیکھا وہ ٹھوڑی ہتھیلی پر رکھے کسی سوچ میں گم تھی۔ عمران نے کچھ سوچا اور پھر ادہر ادھر دیکھ کر چہرے سے میک اپ اتار کر جیب میں ڈال لی اور نائلہ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے قدموں کی چاپ پیدا نہیں ہونے دی۔

"نائلہ۔" اس نے آہستہ سے آواز دی اور نائلہ چونک پڑی۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں عمران کو دیکھا اور کھڑی ہو گئی۔

"تم یہاں کیوں بھٹکتے پھر رہے ہو شاہد۔ ان خطرناک پہاڑوں میں تم کہاں رہ رہے ہو۔ کسی خطرے میں نہ پڑ جاؤ۔" وہ اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔

"سب کچھ تمہارے لئے کر رہا ہوں جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں گا۔ بہت جلد تم ان لوگوں کا حشر دیکھ لو گی۔"

"اوہ شاہد۔ تم نے ان کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ یہاں آنے کے بعد مجھے ان لوگوں کی بھیانک قوت کا پورا پورا احساس ہوا ہے۔"

"تم نے میری قوت کا بھی غلط اندازہ لگایا ہے ڈارلنگ! دیکھتی رہو کون بھاری پڑتا ہے۔"

نائلہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہی تھی پھر وہ بولی۔

"تم نے بدنصیب شاہ مغانہ کی داستان سنی ہے انہوں نے یہاں کشت و خون کیا ہے۔"

"ہاں۔ ان کے بہت سے حساب چکانے ہیں۔ وقت کا انتظار کرو اور خوش و خرم رہو اگر تم نے کمزوری دکھائی تو میں کچھ نہ کر سکوں گا۔!"

"شاہد!" نائلہ جذبات بھرے لہجے میں بولی اور وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم میرے لئے یہ سب کیوں کر رہے ہو۔"

"وعدہ جو کر چکا ہوں۔"

"میں نے تمہیں کچھ بھی نہیں دیا۔ میں ایک آبرو باختہ عورت ہوں۔ دوسروں کے لئے غیروں کی ہوس کا نشانہ بنتی رہی ہوں۔ شاہد میں نے تمہارے اوپر ایک پابندی لگائی تھی میری طرف سے وہ پابندی ختم ہے۔ تم میرے لئے اتنا کچھ کر رہے ہو اور اس کے عوض۔ تم میرا جسم حاصل کر سکتے ہو شاہد میری طرف سے اجازت ہے میں تمہیں دل سے چاہنے لگی ہوں۔"

"گویا تم اپنا جسم دے کر میری کوششوں کا معاوضہ ادا کرو گی۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں شاہد۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

"نائلہ۔ دنیا سے ابھی مقدس رشتے ختم نہیں ہوئے ہیں اگر تم مجھ سے وہ وعدہ نہ لیتیں تو میرے دل میں تمہاری عزت نہ ہوتی یوں تو ہزاروں عورتیں ملتی ہیں کسی کا بھی جسم حاصل کر لو لیکن رشتوں کی پاکیزگی ہی حقیقی محبت کی امین ہوتی ہے تم ایک بہن کی طرح مجھے نہیں چاہ سکتیں۔"

نائلہ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کا چہرہ جوش و مسرت سے سرخ ہو گیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ کیا میں کسی کی بہن بننے کے قابل ہوں۔"

"ہاں۔ میری بہن بن سکتی ہو۔ ایک بھائی کا فرض ہے کہ اپنی بہن کی مصیبتوں کا خاتمہ کرے۔"

"شاہد میرے بھیا۔ تم نے مجھے کتنی بڑی دولت دیدی۔ تم نے مجھے کیا دیدیا بھیا۔" وہ عمران کے سینے سے لگ کر بولی اور اس کے دانت بھنچ گئے۔ اور پھر وہ عمران کے بازوؤں میں جھول گئی۔ وہ خوشی کی شدت برداشت نہیں کر سکی تھی۔

عمران نے اسے آہستہ سے زمین پر لٹا دیا اور پھر اپنے چہرے پر ماسک لگانے لگا۔ میک اپ پوری طرح درست کرنے کے بعد اس نے نائلہ کو بازوؤں میں اٹھایا اور زمین دوز پناہ گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کمرے میں تھا۔!

۲۹

کئی دن گذر گئے۔ ملکہ درفانہ اب بالکل تندرست ہو گئی تھی۔ وہ منصور سے بیحد مانوس ہو گئی تھی اور منصور اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت دیکھ چکا تھا۔ بہر حال اسکا مشن سست پڑ گیا تھا لیکن انسانی ہمدردی کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ صبر کرتا رہے لیکن اب کوئی قباحت نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے ہیبت خاں سے کہا ملکہ درفانہ اب ٹھیک ہو گئی ہیں چنانچہ ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیئے۔"

"میں بھی یہی کہنے والا تھا منصور۔ مگر ہم کہاں سے کام شروع کریں۔"

"بوڑھے اور چالاک فقیر سے۔ جب تک ہم لوگ ان لوگوں پر قابو نہیں پائیں گے کچھ نہیں کر سکیں گے۔" منصور نے جواب دیا۔

ہیبت خاں کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ چند منٹ سوچتے رہنے کے بعد بولا "مگر ہم تین افراد تنہا اس پر قابو کیسے پا سکیں گے۔ اس کے ساتھ جنگجوؤں کی پوری فوج ہے جو جدید ہتھیاروں سے لیس ہے۔"

"ہم وہاں چلتے ہیں۔ ایسے راستے سے چلو جس میں ان سے محفوظ رہا جا سکے پہلے میں ان لوگوں کا ٹھکانہ دیکھ لوں اس کے بعد ہم بیرونی طاقت حاصل کر کے ان سے نپٹ لیں گے۔"

"کیا تم یہ کام کر سکتے ہو۔" ہیبت خاں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میرے آدمیوں کی تعداد کافی ہے وہ یہاں آ کر تباہی مچا دیں گے اس کے علاوہ

اگر کوئی داؤ لگ گیا تو ممکن ہے ان کے آنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔" منصور نے کہا "ٹھیک ہے دوست۔ مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے تم جیسا کہو گے ویسا ہی کیا جائیگا۔" ہیبت خان نے کہا اور ملکہ نے اس کی تائید کی۔

اور پھر وہ گھوڑوں پر سامان لاد کر وہاں سے چل پڑے۔ ان کے گھوڑے سست رفتاری سے چل رہے تھے تاکہ قدموں کی زیادہ گونج نہ پیدا ہو سکے۔ اس کے علاوہ وہ چٹانوں کے سہارے چل رہے تھے کئی گھنٹے تک وہ اسی سست رفتاری سے چلتے رہے اور پھر اس میدان کے سرے پر پہنچ گئے جس میں قبرستان موجود تھا۔ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں گھوڑے چھوڑ دیئے گئے اور تینوں اس چٹان کے دوسری طرف جا لگے جہاں سے وہ میدان پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔

چونکہ ابھی چوتھی پر اسرار قبریں بجد بجھا یک اور ویران نظر آ رہی تھیں ان کے درمیان کوئی موجود نہیں تھا لیکن جلدی ہی انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا اور ہیبت خان نے منصور کا شانہ دبا دیا۔

"میں دیکھ رہا ہوں" منصور نے کہا "بڈھے فقیر کی کٹیا کہاں ہے۔؟"

"وہ سامنے اس طرف۔"

"او کے ہیبت خان۔ تم یہ رائفل سنبھالو۔ اگر ضرورت پڑے تو اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کرنا میں اسے ذرا نیچے سے دیکھوں گا۔"

"مناسب نہیں ہے منصور۔ وہ بہت خطرناک قوتوں کا مالک ہے ہم تمہیں کھونا نہیں چاہتے۔" ورغانہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا جانا ضروری ہے ملکہ ورغانہ۔ ممکن ہے کہ میں کوئی عمدہ حل لے آؤں۔" منصور نے کہا اور پھر وہ ان لوگوں کو خدا حافظ کہہ کر نیچے اتر آیا۔ نیچے پہنچ کر وہ قبروں کے درمیان چھپتا چھپاتا فقیر کی کٹیا کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی کٹیا کافی دور تھی اور وہ ایک قبر کی آڑ میں تھا

پر ٹوٹ پڑے منصور کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کسی قبر سے آدمی نکل سکتے ہیں۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت اس کے سر پر ایک زوردار ضرب پڑی اور اس کا دماغ چکرا گیا۔

ڈوبتے ذہن سے اس نے اپنے قریب ہی ایک دھماکہ سنا اور سمجھ گیا کہ ہیبت خاں نے صورتحال دیکھ کر فائر کیا ہے۔!

پھر اس کے بعد تاریکی پھیل گئی۔ اس تاریکی میں بھی ہلکے ہلکے دھماکے ہو رہے تھے پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

تاریکی اب بھی موجود تھی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ دیں اور تاریکی چھٹنے لگی۔ مگر منظر بدل گیا تھا۔

یہ قبرستان نہیں تھا بلکہ کوئی خوبصورت کمرہ تھا۔ اس نے لیٹے لیٹے نظریں گھمائیں اور تڑپ گیا۔ سامنے ہی ایک شکنجے میں ملکہ درغانہ کسی ہوئی تھی اس کے قریب ہی ہیبت خاں بھی اسی انداز میں کھڑا تھا۔ دونوں ہوش میں تھے۔ خود منصور کے جسم پر لباس بدلا ہوا تھا۔ یہ شاید سلیپنگ سوٹ تھا اور اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔

وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں آدمی چونک پڑے انہوں نے پستول کا رخ منصور کی طرف کر دیا تھا۔

"بستر سے اٹھنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائیگی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شکریہ۔" منصور نے کہا اور مسکراتا ہوا دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کچھ کہا اور دوسرا آدمی باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد کمرے میں بہت سے لوگ داخل ہوئے۔ انہیں میں بوڑھا قفطامان بھی موجود تھا اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی اور وہ مضحکہ خیز نظروں سے ان تینوں کو گھور رہا تھا۔ پھر وہ شہزادی درغانہ کے پاس آیا اور اس کے گال پر انگلی پھیر کر بولا۔

"پھول سے زیادہ حسین اور تلوار سے زیادہ خطرناک لڑکی۔ اگر تو ہماری بات مان لیتی تو آج تیری راتیں کہیں زیادہ ہوتیں۔ ہمیں صرف یہ علاقہ چاہئے تھا جو

پستول، چاقو اور دوسری چیزیں نکال کر سامنے ڈال دی تھیں۔ گرمیں
آگے بڑھا اور اس نے اسلحہ جمع کر لیا پھر اس کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ

"تم لوگ یہاں دولت حاصل کرنے آئے تھے لیکن تم لوگوں نے درندگی کی
انتہا کر دی تم نے اس ملک کے لوگوں کو اتنا ہی گدھا سمجھا تھا۔ سنو۔ تمہارا
موت کی نیند سو چکا ہے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے اور اب تمہاری باری ہے
نے چہرے سے ماسک نوچ دی اور اصلی شکل میں آگیا۔ وہ سب لوگ بری ط
پڑے۔

شادغانہ اور نسر خسان کے تڑپتے ہوئے بے گناہوں کو یاد کرو۔ ان
کا احساس کرو اور خود کو گنہگار تسلیم کرو۔"

"گوہین کہاں ہے" ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کرخت لہجے میں پوچھا اور دوسر
جسم میں درجنوں سوراخ ہوگئے اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبروں نے ان پر جہنم کھو
اسٹین گنوں کی آوازوں سے ہال گونج اٹھا اور وہ چنوں کی طرح بھننے لگے۔
سے کئی لوگوں نے غار سے باہر نکل جانے کی کوشش کی لیکن ایک بھی باہر نہ جا سک
تیئیس لاشیں تڑپ رہی تھیں اور خون کے فوارے ابل رہے تھے۔

ہیبت خاں اور منصور جس وقت دوڑتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے
کچھ باقی نہیں تھا۔ وہ یہاں کا ہیبت ناک منظر دیکھ کر ساکت رہ گئے۔

"جاؤ ہیبت خاں۔ ملکہ درغانہ کو لے آؤ۔ میں نے اس کے بے گناہ پیا
انتقام لے لیا ہے دکھاؤ اسے ان تڑپتی ہوئی لاشوں کو تاکہ اس کے دل کو سکو

اور ہیبت خاں دوڑتا ہوا باہر نکل گیا چند منٹ کے بعد وہ درغانہ کو لے
ہال میں پہنچ گیا۔ درغانہ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔

"کاش میں انکی نسل کو فنا کر سکتا" عمران دانت پیس کر بولا اور پھر وہ
ہال سے باہر نکل گیا۔ اسکا رخ نائلہ کے کمرے کی طرف تھا اس نے کمرے کے د
نائلہ کو آواز دی دوسرے ہی لمحے نائلہ نے دروازہ کھول دیا

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے نائلہ۔ تمہارے دشمن موت کی نیند سو چکے ہیں میں
ہیں وہ منظر دکھاتا۔ مگر تم اس کی تاب نہ لا سکو گی۔!"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں! نائلہ نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران اسکا ہاتھ
پکڑ کر ہال کی طرف لے گیا۔ نائلہ نے ہال میں قدم رکھا اور چیخ کر عمران سے لپٹ گئی۔ اسکا بدن
کی طرح کپکپا رہا تھا۔ اور پھر وہ بیہوش ہو کر عمران کے بازوؤں میں جھول گئی۔

۳۲

وہ سب اسی ہال میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں رونق خوفناک قتل عام ہوا تھا۔
عمران بوڑھے ہامان کے میک اپ میں ہی تھا اور ملکہ درغانہ سے کہہ رہا تھا۔

"شارغانہ تمہارا ہے ملکہ درغانہ۔ شرخانی سردار کو تمہارا علاقہ چھوڑنا پڑیگا۔ میں
کوشش کروں گا کہ سردار آرجہ خاموشی سے چلا جائے لیکن اگر اس نے میری بات نہ مانی
تو پھر اسے قوت سے ہٹایا جائیگا۔ لیکن اس کے صلے میں میری حکومت تم سے کچھ چاہتی ہے۔"

"سب کچھ تمہارا ہے نوجوان۔ ہم اب بھی تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔!"

"بحالت مجبوری ہے ملکہ درغانہ۔ تم جو کچھ کرو گی اپنی خوشی سے۔ میری تجویز شارغانہ
کے لیے خوشحالی کا پیغام لائے گی۔"

"کیا تجویز ہے۔!"

"یہ علاقہ جہاں ہیرے نکلتے ہیں حکومت کی تحویل میں دیدو حکومت یہاں اعلیٰ پیمانے پر کام کرے
گی اور تمہیں ہیروں کی رائلٹی ملے گی۔ یہ رائلٹی اتنی ہوگی کہ شارغانہ کا بچہ بچہ خوشحال ہو جائیگا۔"

"مجھے منظور ہے! یوں بھی ہم یہ کام نہیں کر سکتے اور پھر اس سے زیادہ خوشی کی کیا
بات ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے وطن کے لیے ہو گا۔!"

"شکریہ ملکہ درغانہ۔ تم نے میرے سر سے بڑا بوجھ ہلکا کر دیا! عمران نے کہا تھوڑی
دیر تک وہ گفتگو کرتے رہے پھر عمران اٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اجازت دو تاکہ میں اپنا کام
مکمل کر لوں۔" اس نے منصور کو اشارہ کیا اور کمرے سے نکل گیا۔ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ کر

وہ منصور سے بولا۔

"یہاں جتنے کاغذات وغیرہ ملے ہیں ان سے اس گروہ کی تمام نشاخوں اور ان ملکوں کا پتہ چل جاتا ہے جہاں اس کے افراد موجود ہیں ان افراد کی فہرست بھی ہے تم اگر پسند کرو تو یہ کاغذات اپنی تحویل میں لیکر جنرل فی زر کے پاس چلے جاؤ۔ اور پھر بین الاقوامی پیمانے پر گروہ کو گرفتار کرانا شروع کر دو۔"

"خدا کی قسم میں بھی یہی بات سوچ رہا تھا۔ اور پھر اس سے میری وقعت کس قدر بڑھ جائیگی۔"

تم جب چاہو جا سکتے ہو۔ عمران نے کہا۔ اور منصور نے فوری روانگی کا فیصلہ کر لیا۔

-:-

اور پھر دوسرے دن!

شارغانہ کے گلی کوچے میں ڈھنڈورچی پکارتے پھر رہے تھے کہ بابا ہامان شرخسانیوں کو کوئی پیغام دینا چاہتا ہے اس لئے وہ ایک بڑے میدان میں جمع ہو جائیں۔ سردار بھی حیران رہ گیا تھا کیونکہ بابا ہامان نے آج تک کوئی بھی بات صرف اس سے کہی تھی۔ عام لوگوں سے کوئی بات کہنے کا پہلا موقع تھا۔

شرخسان کے لوگ بابا ہامان کو بہت بڑا درجہ دیتے تھے چنانچہ لوگ جوق در جوق اس میدان کی طرف چل پڑے اور میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ شام کو ٹھیک پانچ بجے بابا ہامان چھ آدمیوں کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا اسکے ساتھ آنے والے ایک بڑا صندوق اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ صندوق ایک طرف رکھ دیا اور بابا ہامان نے ہاتھ اٹھایا۔

"شرخسان کے جیالو تمہیں ایک افسوسناک خبر دینے آیا ہوں۔ ہاں۔ ایسی خبر جس پر تم ماتم کرو گے ایسی خبر جو تمہارے دلوں کو زخمی کر دیگی سنو۔ شرخسان کے لوگو! میں نے پوری زندگی عبادت میں گذاری ہے لیکن شیطانی قوتیں بہت مضبوط ہوتی ہیں انہوں نے مجھ جیسے بوڑھے کو بھی دھوکا دیدیا سنو۔ غور سے سنو! سفید شیطان تمہارے درمیان تفرقہ ڈلوانے آئے تھے۔ رب عظیم نے مجھے حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ نوجوان خارا کو سفید شیطانوں نے قتل کیا تھا اس

سمجھنے دشمن ہو جاؤ اور شارغانی سیفر دل کو بھی انہوں نے ہی قتل کیا تھا تاکہ شارغانہ

لئے کہ تم شارغا ... ہاں رب عظیم کی قسم۔ وہ سازشی تھے۔ شارغانو ہی بے گناہ تھے۔

کے جذبات بھڑک اٹھیں غلط ہے تو مجھ پر رب عظیم کا قہر ٹوٹ پڑے۔

دوغانہ تمہارے خلاف نہیں تھی اور ... اور پھر وہ خوفناک آوازیں چیخنے لگے۔ سفید

تنرخسانی سکتے میں رہ گئے۔ وہ

شیطان کہاں ہیں۔ ہمیں ان کا پتہ بتاؤ۔ ... دکھائی ہے!"

"میں تمہارے لئے ان کے سروں کا تحفہ لایا ہوں۔ دیکھو رب عظیم نے انہیں یہی سزا

بابا ہامان نے کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ ایک آدمی نے صندوق کھولا اور سفید

خاموں کے سر نکال کر میدان میں پھینک دیئے۔ تنرخوار تنرخسانی ان سروں کو ٹھوکریں

لگانے لگے ان سے میدان گرد آلود ہو گیا۔ وہ ان ہی سروں سے اپنا انتقام لے رہے تھے

"رک جاؤ۔ بس تنرخسانیو رک جاؤ۔ ان سروں سے کیا انتقام لو گے تمہارا

نجات کا ایک ہی طریقہ ہے اپنے شارغانی بھائیوں کو گلے سے لگا لو۔ ان کے دکھوں کا

مداوا کرو اور ان کے ٹوٹے دل جوڑنے کی کوشش کرو۔ سچے دل سے وعدہ کرو کہ

اب تم آپس میں کبھی نہیں لڑو گے۔"

اور سادہ دل تنرخسانی دوڑ پڑے۔ بڑے رقت انگیز مناظر دیکھنے میں

آئے تھے۔ پھر سردار اردجہ سر جھکائے ہامان کے پاس پہنچ گیا۔

"مقدس ہامان۔ اپنی روحانی قوت سے کام لے کر مجھے بتاؤ دوغانہ زندہ

ہے یا مر گئی۔ اگر وہ زندہ ہے تو مجھے کہاں ملے گی۔ میں اسے اپنے ہاتھ سے شارغانہ

کا تاج پہناؤں گا۔ شاید رب عظیم مجھے معاف کر دے۔"

"وہ زندہ ہے اردجہ۔ جاؤ۔ پیلوسا کی وادی میں اسے تلاش کرو۔

وہ وہاں بھٹک رہی ہے۔ جاؤ اسے احترام کے ساتھ لاؤ اسی میں تمہاری نجات ہے۔"

اردجہ نے ہامان کو بوسہ دیا اور پھر درجنوں گھوڑے پیلوسا کی وادی کی

طرف دوڑنے لگے۔ ہامان یعنی عمران کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

ختم شد